نحوی قواعد کی جملہ تحقیقات پر فکر و نظر
کو چونکا دینے والی اولین مستند کتاب

حل مشکلات النحو

ترتیب و تحقیق

محمد ہارون ثاقب بھاگلپوری

فاضل دارالعلوم دیوبند فاضل اتر پردیش لکھنؤ بورڈ یوپی

مدرس مدرسہ سعید العلوم بھکا، پورہ جنتی الہ آباد

دارالاشاعت دیوبند

نحوی قواعد کی جملہ تحقیقات پر فکر ونظر کو چونکا دینے والی اولین مستند کتاب

حل مشکلات النحو

مکمل و مدلل

ترتیب و تحقیق

محمد ھارون ثاقب بھاگلپوری

فاضل دار العلوم دیوبند، فاضل اتر پردیش لکھنؤ بورڈ (یوپی)

مدرس مدرسہ سعید العلوم بہکا، پورہ مفتی، الہ آباد

دار الاشاعت دیوبند

Scanned with CamScanner

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب ...... حل مشکلات النحو مکمل ومدلل

ترتیب وتحقیق ...... محمد ہارون ثاقب القاسمی دریاپوری

صفحات ۱۹۲

تعداد ...... گیارہ سو(۱۱۰۰)

سن اشاعت ...... ستمبر ۲۰۰۵ء

کمپوزنگ ...... کریسینٹ کمپیوٹرس، ابوالمعالی دیوبند

فون: 01336-223183,224729

قیمت ......

ناشر ...... دارالاشاعت دیوبند-247554

فون رہائش: 01336-22469

فون آفس: 01336-223266

فیکس: 01336-223266

موبائل: 09359210244

ملنے کے پتے

☆ دارالاشاعت دیوبند ☆ کتب خانہ حسینیہ دیوبند

☆ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ☆ دارالکتاب دیوبند

Scanned with CamScanner

انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو باب العلم شیر خدا زوج بتول بانی علم نحو حضرت علیؓ کے نام، جن کی معمولی سوچ وفکر نے فن نحو کو عدم سے وجود اور درس نظامیہ کے لیے تانا بانا کی حیثیت بخشا اور اسلاف واکابرین کا مرکز دیرینہ رومیؔ وغزالیؔ کا آئینہ بلند افکار ونظریات کی حامل عظیم دینی دانشگاہ مادر علمی دار العلوم دیو بند کے نام جس کی خوشگوار آغوش وسدابہار گلشن میں رہ کر علوم وفنون کے جام ومینا سے چند قطرات نوش کر کے علمی توانائی حاصل کی اور استاذ محترم حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم (خلیفۂ مجاز بیعت حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ) مہتمم مدرسہ بیت المعارف الہ آباد کے نام جن کی بے پایاں توجہات اور مجالس عالیہ نصائح غالیہ سے سرشار ہوکر تصنیف وتالیف کا جذبہ پیدا ہوا، ومشفق استاذ جناب مولانا شبیر احمد صاحب بستوی کے نام جنہوں نے الہ آباد کے تدریسی زمانہ میں ہماری مخفی صلاحیت کو اُجاگر و پہلوئے خفتہ کو بیدار کرنے میں اچھی نمائندگی کی اور ان اساتذہ کے نام جن کے سامنے احقر نے زانوئے تلمذتہ کیا، اور محترم والدین کے نام منسوب کرنے کا شرف حاصل کررہا ہوں جن کی بیکراں کوشش وسعی پیہم اور بے پناہ عنایات والطاف کے طفیل نوشت وخواند کے ساحل پہ پہنچ کر آج اس لائق ہوا۔

محمد ہارون ثاقب بھاگلپوری (دریاپوری)
فاضل دار العلوم دیو بند وفاضل اتر پردیش لکھنؤ، بورڈ

Scanned with CamScanner

فہرست عنوانات

تقریظ ۱۷
تقریظ ۲۱
کلمات دعائیہ ۱۹
تاثر ۲۰
عرض مؤلف ۲۲
دیباچہ طبع دوم ۲۴

اصل کا بیان

اسم کی اصل ۲۶
اسم کے مشتق منہ کا ثمرہ اختلاف ۲۶
کلمہ اما کی اصل ۲۷
المقدمہ میں دال کا اعراب ۲۸
اعتراض وجواب ۲۹
صاحب دستور العلماء کا قول ۲۹
مقدمہ کا ماخوذ منہ ۲۹
ماخوذ اور ماخوذ منہ میں مطابقت ۳۰
واؤ، الف اور یاء کی اصل ۳۰
لن ناصبہ کی اصل ۳۰
ایان کی اصل ۳۰
ایا کی سات لغتیں ہیں ۳۱
ایا کے ضمیر ہونے میں علماء کا اختلاف ۳۱
لاتَ کی اصل میں اختلاف ۳۱
ابو عبیدہ کے دلیل کی تردید ۳۲
جمہور مسلک کی تائید ۳۲
امام رازی کا قول ۳۳
لات کے عمل کے متعلق اختلاف ۳۳
لما کی اصل ۳۴
لعل کی لغات ۳۴
کم استفہامیہ وخبریہ کی اصل ۳۵
اولیٰ کی اصل ۳۵
مھما ۳۶
اس کی اصل ۳۶

وجوہات مختلفہ

ماضی کے مبنی ہونے کی وجہ ۳۷
تمام حروف کے مبنی ہونے کی وجہ ۳۷
تمام ضمیروں کے مبنی ہونے کی وجہ ۳۷
اسم اشارہ کے مبنی ہونے کی وجہ ۳۷
اسم موصول کے مبنی ہونے کی وجہ ۳۸
اسماء افعال کے مبنی ہونے کی وجہ ۳۸
”قبل“ اور ”بعد“ کا مبنی علی الضم ہونے کی وجہ ۳۸
ظروف مبنیہ کے مبنی ہونے کی وجہ ۳۹
قط وعوض کے مبنی ہونے کی وجہ ۳۹

Scanned with CamScanner

لدیٰ ولدن کے مبنی ہونے کی وجہ ۳۹
مذ اور منذ کے مبنی ہونے کی وجہ ۳۹
فائدہ ۴۰
این اور انّٰی کے مبنی ہونے کی وجہ ۴۰
اذا کے مبنی ہونے کی وجہ ۴۰
اذ کے مبنی ہونے کی وجہ ۴۰
کیت وذیت کے مبنی ہونے کی وجہ ۴۱
کم استفہامیہ وخبریہ کے مبنی ہونے کی وجہ ۴۱
کذا کے مبنی ہونے کی وجہ ۴۱
ایک اشکال کا جواب ۴۱
متیٰ کے مبنی ہونے کی وجہ ۴۱
کیف کے مبنی ہونے کی وجہ ۴۲
ایان کے مبنی ہونے کی وجہ ۴۲
اعراب بالحرکت کو تین میں منحصر کرنے کی وجہ ۴۲
اسمائے اصوات کے مبنی ہونے کی وجہ ۴۲
اعتراض ۴۲
جواب ۴۳
منادی مفرد معرفہ کے مبنی ہونے کی وجہ ۴۳
منادی مفرد معرفہ کا مبنی علی الضم ہونے کی وجہ ۴۳
نون تثنیہ مکسور ہونے کی وجہ ۴۴
نون تثنیہ پر تنوین نہ آنے کی وجہ ۴۴
نون جمع مفتوح ہونے کی وجہ ۴۴
تثنیہ اور جمع میں نون آنے کی وجہ ۴۵
نون تثنیہ ونون جمع بوقت اضافت ساقط ہونے کی وجہ ۴۵
اسم مقصور میں اعراب تقدیری ہونے کی وجہ ۴۶
اسم منقوص میں حالت رفعی وجری میں اعراب تقدیری کی وجہ ۴۶
اسم منقوص میں حالت نصبی میں اعراب لفظی کی وجہ ۴۶
جمع مذکر سالم میں رفع تقدیری ہونے کی وجہ ۴۷
جمع مذکر سالم کی حالت نصبی وجری میں اعراب لفظی کی وجہ ۴۷
یاء پر ضمہ وکسرہ کے ثقیل ہونے کی وجہ ۴۷
جمع مؤنث سالم میں نصب کو جر کے تابع کرنے کی وجہ ۴۷
جمع مذکر سالم میں نصب کو جر کے تابع کرنے کی وجہ ۴۸
تثنیہ میں یا ماقبل مکسور اور جمع میں ۴۸
ماقبل مفتوح نہ کرنے کی وجہ ۴۸
حالت رفع کو کسی کے تابع ومتبوع نہ کرنے کی وجہ ۴۸

Scanned with CamScanner

غیر منصرف میں جر کو نصب کے تابع کرنے کی وجہ ۴۹
فعل پر کسرہ وتنوین کے نہ آنے کی وجہ ۴۹
تنوین کا خاصیت اسم ہونے کی وجہ ۴۹
جر کا خاصیت اسم ہونے کی وجہ ۴۹
اسم کے ساتھ ادخال حروف جر کی وجہ ۵۰
لام تعریف کا خاصیت اسم ہونے کی وجہ ۵۰
لام تعریف کے متعلق نحویوں کے اقوال ۵۰
ہمزہ استفہام کو چھوڑ کر ہمزہ تعریف میں زیادتی کی وجہ ۵۱
اضافت کا خاصیت اسم ہونے کی وجہ ۵۱
اسماء ستہ مکبرہ کو چھ میں منحصر کرنے کی وجہ ۵۱
''ذو'' کا ضمیر کی طرف مضاف نہ ہونے کی وجہ ۵۲
معرب کی حرکت کو''انواع''اور مبنی کی ۵۲
حرکت کو''القاب''سے تعبیر کرنے کی وجہ ۵۲
رفع کا علامت فاعل ہونے کی وجہ ۵۲
نصب کا تخصیص مع المفعول ہونے کی وجہ ۵۳
جر کا مضاف الیہ کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ ۵۳
حالت رفع کے ثقیل ہونے کی وجہ ۵۳
نصب کے خفیف ہونے کی وجہ ۵۳
فاعل اور مفعول میں یاء مصدری کے لاحق کرنے کی وجہ ۵۳
لفظ''علم''کا اثناء کلام میں لانے کی وجہ ۵۴
مذکورہ وجوہات کے لئے لفظ اعلم کے تخصیص کی وجہ ۵۴
نائب فاعل بنانے کی وجہ ۵۵
اسم وفعل کے عمدہ ہونے کی وجہ ۵۵
کلمہ اور کلام موضوع علم نحو ہونے کی وجہ ۵۵
کلمہ کو کلام پر مقدم کرنے کی وجہ ۵۶
ایک اہم اشکال اور اس کا جواب ۵۶
اعراب تقدیری کے مقدم کرنے کی وجہ ۵۷
مستحقین اعراب میں اعراب کی تقسیم ۵۷
اصل کے ساتھ فرع کے ذکر کرنے کی وجہ ۵۸
فعل کے خماسی نہ ہونے کی وجہ ۵۸
الف کو علامت تثنیہ قرار دینے کی وجہ ۵۸
واؤ کو علامت جمع قرار دینے کی وجہ ۵۹
ایک اشکال ۵۹
جواب ۵۹
نون اعرابی کا مضارع کے آخر میں آنے کی وجہ ۵۹
نون اعرابی کے مکسور ہونے کی وجہ ۵۹
آخری کلمہ کا محل اعراب ہونے کی وجہ ۵۹
تائے ساکن کا علامت مؤنث ہونے کی وجہ ۶۰
نون کا علامت جمع مؤنث غائب ہونے کی وجہ ۶۰

Scanned with CamScanner

تثنیہ میں ''تما'' لاحق کرنے کی وجہ ۶۰
علامت مضارع کو ''اتین'' سے تعبیر کرنے کی وجہ ۶۰
یا کو صیغہ غیب کے واسطے مقرر کرنے کی وجہ ۶۰
صیغہ جمع متکلم میں ''نا'' کے آنے کی وجہ ۶۱
صیغہ مخاطب کے لیے ''ا'' کو اختیار کرنے کی وجہ ۶۱
لن کا مضارع کو نصب کرنے کی وجہ ۶۱
لن کا نون اعرابی کو ساقط کرنے کی وجہ ۶۱
لم کا ماضی منفی کرنے کی وجہ ۶۱
حروف علت کا مجموعہ وای ہونے کی وجہ ۶۲
امر حاضر میں علامت مضارع کو حذف کرنے کی وجہ ۶۲
امر کے ساکن ہونے کی وجہ ۶۲
فعل امر کو مضارع سے بنانے کی وجہ ۶۲
صیغہ فاعل میں الف زیادہ کرنے کی وجہ ۶۳
الف کو زیادتی کے واسطے متعین کرنے کی وجہ
الف کی زیادتی آخر میں نہ کرنے کی وجہ ۶۳
لائے نفی کا جزم دینے کی وجہ ۶۳
اسم فاعل کو مضارع سے بنانے کی وجہ ۶۳
اسم ظرف کو مضارع سے بنانے کی وجہ ۶۳
ظرف میں میم مفتوح کی وجہ سے مصدر میمی سے التباس ۶۴
ظرف میں میم مفتوح اور اسم اعلیٰ میں میم مکسور ہونے کی وجہ ۶۴
مضارع کو غابر کہنے کی وجہ ۶۴
رباعی مجرد کا ایک باب ہونے کی وجہ ۶۴
باب افعال میں ہمزہ امر کے مفتوح ہونے کی وجہ ۶۵
عدۃ میں معوض کو آخر میں لانے کی وجہ ۶۵
یدعیٰ میں کتابت الف کی وجہ ۶۵
اسم تفضیل میں ہمزہ کو شروع میں لانے کی وجہ ۶۵
ایمۃ کی یاء کو الف سے نہ بدلنے کی وجہ ۶۵
صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے الف کو واؤ کے ساتھ لکھنے کی وجہ ۶۶
عامل جازم کا حرف علت کو ساقط کرنے کی وجہ ۶۶
فعل مفتوح الفاء وساکن العین کی جمع افعال کے وزن پر لانے کی وجہ ۶۷
فتحہ کی تنوین الف اور بغیر الف کیساتھ ۶۷
ہمزہ کا علامت متکلم ہونے کی وجہ ۶۷
اما کے حرف تفصیل قرار پانے کی وجہ ۶۸
اما کا کلام میں لانے کی وجہ ۶۸
کسی جگہ سماء اور کسی جگہ سمٰوٰت لانے کی وجہ ۶۸

Scanned with CamScanner

قرآن میں ''ارض'' کی جمع نہ آنے کی وجہ	۶۹
قرآن میں سمٰوٰت جمع اور ''ارض'' واحد آنے کی وجہ	۶۹
عربی کلام میں نکرہ استعمال کرنے کی وجہ	۶۹
عربی کلام میں اسم معرفہ لانے کی وجہ	۷۱

وجوہات تسمیہ

اسم کی وجہ تسمیہ	۷۳
فعل کی وجہ تسمیہ	۷۳
حرف کی وجہ تسمیہ	۷۳
ایک اشکال اور اس کا جواب	۷۳
جواب اول	۷۴
جواب دوم	۷۴
مبتداء کی وجہ تسمیہ	۷۴
خبر کی وجہ تسمیہ	۷۴
اسم متمکن کی وجہ تسمیہ	۷۵
معرب کی وجہ تسمیہ	۷۵
مبنی کی وجہ تسمیہ	۷۵
مضارع کی وجہ تسمیہ	۷۵
مشابہت کی تفصیل	۷۶
افعال ناقصہ کی وجہ تسمیہ	۷۶
کلم المجازات کی وجہ تسمیہ	۷۶
افعال قلوب کی وجہ تسمیہ	۷۷
افعال الشک والیقین کی وجہ تسمیہ	۷۷
حروف مشبہ بالفعل کی وجہ تسمیہ	۷۷
حروف علت کی وجہ تسمیہ	۷۷
حروف عاطفہ کی وجہ تسمیہ	۷۸
حروف تخصیص کی وجہ تسمیہ	۷۸
حروف توقع کی وجہ تسمیہ	۷۸
حرف ردع کی وجہ تسمیہ	۷۹
حروف تنبیہ کی وجہ تسمیہ	۷۹
اما کے لغات	۷۹
حروف ایجاب کی وجہ تسمیہ	۷۹
نعم میں چار لغت ہیں	۸۰
حروف زیادہ کی وجہ تسمیہ	۸۰
حروف زیادت کا مطلب	۸۰
حروف مصدریہ کی وجہ تسمیہ	۸۱
حروف جر کی وجہ تسمیہ	۸۱
شبہ فعل و معنیٰ فعل کی توضیح	۸۱
رب میں سولہ ۱۶/ لغت ہیں	۸۲
غایات کی وجہ تسمیہ	۸۲
ضمیر شان وقصہ کی وجہ تسمیہ	۸۳
نحو کی وجہ تسمیہ	۸۳
دوسری وجہ تسمیہ	۸۳
صرف کی وجہ تسمیہ	۸۴
رفع کی وجہ تسمیہ	۸۴

Scanned with CamScanner

نصب کی وجہ تسمیہ	۸۴	قُدِّسَ سِرُّہٗ	۸۹
جر کی وجہ تسمیہ	۸۴	غُفِرَ لَهٗ	۸۹
ضمہ کی وجہ تسمیہ	۸۴	حَفِظَهُ اللّٰه	۸۹
فتحہ کی وجہ تسمیہ	۸۵	سَلَّمَهٗ	۸۹
کسرہ کی وجہ تسمیہ	۸۵	سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم	۸۹
مثال کی وجہ تسمیہ	۸۵	نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهٗ	۸۹
اجوف کی وجہ تسمیہ	۸۵	اَللّٰهُ اَکْبَرُ	۹۰
معتل کی وجہ تسمیہ	۸۵	اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ	۹۰
مہموز کی وجہ تسمیہ	۸۶	یُوْسُفُ زُلَیْخَا	۹۰
صحیح کی وجہ تسمیہ	۸۶	اَنَّ زَیْدٌ کَرِیْم	۹۰
ناقص کی وجہ تسمیہ	۸۶	یَابَابُلِ	۹۱
مضاعف کی وجہ تسمیہ	۸۶	یَامُنِیْرَ	۹۱
لفیف کی وجہ تسمیہ	۸۶	اَلْمُسْلِمُ کَافِرٌ	۹۱
جاری مجرای صحیح کی وجہ تسمیہ	۸۶	**فرق کا بیان**	
ترکیباتِ مشکلہ		علم اور فن میں فرق	۹۲
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	۸۷	جملہ اور کلام میں فرق	۹۲
مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ	۸۷	سالم اور صحیح میں فرق	۹۲
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	۸۸	اسم تفضیل اور مبالغہ میں فرق	۹۳
مُدَّ ظِلُّهُ الْعَالِیْ	۸۸	صرف اور تصریف میں فرق	۹۳
زَیْدٌ مَجْدُکُمْ	۸۸	تمنی اور ترجی میں فرق	۹۳
دَامَتْ بَرَکَاتُهُمْ	۸۸	صحیح نحوی وصحیح صرفی میں فرق	۹۴
رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ	۸۸	اَمَّا بالفتح اور اِمَّا بالکسر میں فرق	۹۴
رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ	۸۸	اَوْ بفتح الواو اور اَوْ بسکون الواو میں فرق	۹۴

Scanned with CamScanner

مثال اور نظیر میں فرق ۹۴
مااور لاءنفی میں فرق ۹۵
لانفی اور لانہی میں فرق ۹۵
لانہی اور لم میں فرق ۹۵
لم اور لما میں فرق ۹۵
لام کَیْ اور لام جحد میں فرق ۹۶
نون ثقلیہ ونون خفیفہ میں فرق ۹۶
شاذ ونادر میں فرق ۹۶
اسم فاعل اور صفت مشبہ میں فرق ۹۶
لام امر اور لام تاکید میں فرق ۹۷
فاعل واسم فاعل میں فرق ۹۷
صیغہ فاعلؒ وفعیلؒ میں فرق ۹۷
عمر بالضم اور عمرو بالفتح میں فرق ۹۸
ضمہ، فتحہ، کسرہ وضم، فتح کسر، میں فرق ۹۸
فائدہ ۹۸
لام جار مکسور ومفتوح میں فرق ۹۸
لِمَ اور لَمْ میں فرق ۹۹
اِنَّ مکسورہ واَنَّ مفتوحہ میں فرق ۹۹
محذوف ومقدر میں فرق ۹۹
انزال وتنزیل میں فرق ۱۰۰
غرض وغایت میں فرق ۱۰۰
متیٰ وایان میں فرق ۱۰۰
انواع واصناف واقسام میں فرق ۱۰۰
مفرد اور واحد میں فرق ۱۰۱
اِنْ اور اذْ میں فرق ۱۰۱
اذا وان شرطیہ میں فرق ۱۰۱
دوسرا فرق ۱۰۲
اذَنْ واذا میں فرق ۱۰۳
حتیٰ والیٰ میں فرق ۱۰۵
حتیٰ کی لغت ۱۰۶
سین وسوف میں فرق ۱۰۶
لا اور لَنْ کے ساتھ نفی کرنے میں فرق ۱۰۶
عِنْدَ، لَدیٰ ولَدُنْ میں چھ فرق ۱۰۸
امٔا اور اَوْ کے درمیان فرق ۱۰۸
عطف بیان اور بدل میں فرق ۱۰۸
عطف بیان اور نعت میں فرق ۱۰۹
غلط اور غلت میں فرق ۱۰۹

اصطلاحات ضروریہ

مقسم ۱۱۰
قسم ۱۱۰
قسیم ۱۱۰
عہد ذہنی ۱۱۰
عہد خارجی ۱۱۱
معجمہ ۱۱۱
مہملہ ۱۱۱
تداخل ۱۱۱

Scanned with CamScanner

تعریفاتِ غریبہ

تعریف کی تعریف 112
موضوع کی تعریف 112
عوارض ذاتیہ کی تعریف 112
علم کی تعریف 112
لقب کی تعریف 112
کنیت کی تعریف 113
صیغہ کی تعریف 113
نون وقایہ کی تعریف 113
نون اعرابی کی تعریف 113
نون تاکید کی تعریف 114
نون ضمیر کی تعریف 114
نون قطنی کی تعریف وتفصیل 114
ظرف مستقر کی تعریف 114
ظرف لغو کی تعریف 115
ماء کافہ کی تعریف 115
کلام موجب کی تعریف 115
مستثنیٰ مفرغ کی تعریف 115
بین بین قریب کی تعریف 115
بین بین بعید کی تعریف 116
الحاق کی تعریف 116
ہمزاصلی کی تعریف 116
ہمزۂ زائدہ کی تعریف 116
ہمزۂ وصلیہ کی تعریف 116
ہمزۂ قطعیہ کی تعریف 117
الف فاصل کی تعریف 117
صرف کبیر کی تعریف 117
صرف صغیر کی تعریف 117
مشابہت کی تعریف 117
مناسبت کی تعریف 117
مجانست کی تعریف 118
مماثلت کی تعریف 118
مشاکلت کی تعریف 118
ابدال کی تعریف 118
ادغام کی تعریف 118
قلب کی تعریف 119
اسم مرہ کی تعریف 119
اسم نوع کی تعریف 119
مصدر میمی کی تعریف 119
فاعل عددی کی تعریف 119
فاعل نسبتی کی تعریف 120
اسم جمع کی تعریف 120
شبہ جمع کی تعریف 120
جمع الجمع کی تعریف 120
جمع منتہی الجموع کی تعریف 120
جمع من غیر لفظہ کی تعریف 121

Scanned with CamScanner

جمع اعتباری کی تعریف	۱۲۱
افعال عامہ کی تعریف	۱۲۱
اشتقاقِ صغیر کی تعریف	۱۲۱
اشتقاقِ کبیر کی تعریف	۱۲۱
افعال متصرفہ کی تعریف	۱۲۱
مطرد کی تعریف	۱۲۲
شاذ کی تعریف	۱۲۲
اضافتِ مقلوبی کی تعریف	۱۲۲
شبہ مضاف کی تعریف	۱۲۲
عطف نسق کی تعریف	۱۲۲
افعال منسلخہ کی تعریف	۱۲۲
مبنی للفاعل کی تعریف	۱۲۳
مبنی للمفعول کی تعریف	۱۲۳
بتاویل مفرد کی تعریف	۱۲۳
جملہ معترضہ کی تعریف	۱۲۳
جملہ مستانفہ کی تعریف	۱۲۴
جملہ مبینہ کی تعریف	۱۲۴
جملہ معللہ کی تعریف	۱۲۴
جملہ نتیجیہ کی تعریف	۱۲۴
مرکب امتزاجی کی تعریف	۱۲۴

تحقیقاتِ عجیبہ

اَللّٰھُمَّ	۱۲۵
وَمِنْ ثَمَّ	۱۲۵
اَیْضاً	۱۲۵
ھَلُمَّ جَرًّا	۱۲۵
لَامُحَالَۃَ	۱۲۶
لَابُدَّ	۱۲۶
لَا سِیَّمَا	۱۲۶
اَلْبَتَّۃَ	۱۲۷
فَصَاعِداً	۱۲۷
اَصْلاً	۱۲۷
جمیعاً	۱۲۷
معاً	۱۲۷
سواءٌ	۱۲۸
فقط	۱۲۸
وَلَوْ کَانَ کَذَا	۱۲۹
بِصْرِیَّیْن	۱۲۹
جَلَالَیْن	۱۲۹
اِذْما اور اذا ماً	۱۳۰
اَللّٰہ کا الف لام	۱۳۰
ثُمَّ کا واؤ اور فاء کے قائم مقام ہونا	۱۳۱
حیث کی تحقیق	۱۳۱
رُوَیْدَ	۱۳۲
حاشا کے حرف جر نہ ہونے کی دلیل	۱۳۲
عَنْ سے پہلے مِنْ آتا ہے تو اسم ہوتا ہے	۱۳۳
انّیٰ کی تحقیق	۱۳۳

Scanned with CamScanner

عسیٰ فعل ماضی یا مضارع ۱۳۴
قرآن میں ک و مثل کو یکجا جمع کرنیکی وجہ ۱۳۵
بطور اسم مثل کے معنی میں کاف کا استعمال ۱۳۶
ذلک ،ایاک ارایتک وغیرہ ۱۳۶
میں کاف کی حیثیت ۱۳۶
کَاَیِّنْ ۱۳۶
لکنْ مخففہ ۱۳۷
لکنَّ مشدد ۱۳۷
عسیٰ فعل جامد ہے یا مشتق ۱۳۸
عسیٰ بطور خبر صیغہ واحد اور بطور ۱۳۸
قرآن میں عسیٰ ہر جگہ وجوب ۱۳۸
کے لئے آیا ہے
لا بمعنی غیر بطور اسم ۱۳۹
فائدہ ۱۳۹
لاجرم ۱۳۹
اَلاٰنَ ۱۴۰
الاٰنَ کا الف لام ۱۴۱
کیا لَعَلَّ اپنے اسم کو جر دیتا ہے؟ ۱۴۱
علیٰ اسم بھی، فعل بھی حرف بھی ۱۴۱
حرف الی کا استعمال بطور اسم ۱۴۲
قرآن میں مفعول معہ کا وجود ۱۴۲
اَمّا کا حرف شرط ہونے کی دلیل ۱۴۲
اَمّا اور حرف فاء کے مابین فصل ۱۴۳
وہ اَمّا جو اَمْ اور ما استفہامیہ سے ۱۴۳
مرکب ہے
وہ اَمّا جو اِنْ اور مَا سے مرکب ہے ۱۴۳
اِمّا عاطفہ اور غیر عاطفہ ۱۴۴
اِمّا کے متعدد معانی ۱۴۴
اولیٰ کے معنی کے متعلق اہل لغت ۱۴۴
کے اقوال
عطف بیان مدح کے لیے بھی آتا ہے ۱۴۵
والصابئون میں اعراب کی توجیہات ۱۴۵
ان ھذان لساحران کے اعراب ۱۴۵
کی توجیہات
انْ ھذان لساحران پر ابن ۱۴۶
یعیش نحوی کی عمدہ توجیہہ ۱۴۶
المقیمین الصلوٰۃ کے ۱۴۷
اعراب کی توجیہات
ان حروف کا بیان جو کہ تین وجوہ ۱۴۸
سے قرأت کئے گئے ہیں
زمانہ ماضی اور مضارع میں تجدد سے مراد ۱۵۰
وجوب کے لئے مصدر مرفوع اور ۱۵۱
مستحب کے لئے مصدر منصوب
فعل مضمر بھی فعل مظہر ہی کی طرح ہوتا ہے ۱۵۲
اسم کی دلالت ثبوت اور فعل کی دلالت ۱۵۲
تجدد وحدوث کی بابت
ابن الزملکانی کا اختلاف

Scanned with CamScanner

جن مقامات میں جزاء پر فاء کا آنا ضروری ہے ۱۵۳
مراتب معرفہ کی بابت نحویوں کا اختلاف ۱۵۴
شارح رضی کا قول فیصل ۱۵۵
ابن یعیش نحوی کی تقریر دلپذیر ۱۵۵
قاری کو جب دو حروف میں اشتباہ ہو جائے تو کیا کرے ۱۵۶
حرف مِنْ کے نون کی حرکت ۱۵۷
صاحب النحو الوافی کا قول ۱۵۷
مشابہ مبنی الاصل ۱۵۸
حرکات ثلثہ والے کلمات ۱۵۸
دو حرکت والے کلمات ۱۶۱

اصطلاحات مفیدہ

نحوی ۱۶۲
صرفی ۱۶۲
منصوب بنزع خافض ۱۶۲
اعراب حکائی ۱۶۲
لف ونشر مرتب ۱۶۳
دفع دخل مقدر ۱۶۳
اضمار قبل الذکر ۱۶۳
تضمین ۱۶۴
حال مترادف ۱۶۴
حال متداخلین ۱۶۴
براعتِ استہلال ۱۶۴
جامع ومانع ۱۶۵
مانعۃ الجمع ۱۶۵
مانعۃ الخلو ۱۶۵

قرآنی مشکل صیغوں کی تحقیق

عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ کی تحقیق ۱۶۶
فَاتَّقُوْنَ کی تحقیق ۱۶۶
فَارْهَبُوْنَ کی تحقیق ۱۶۶
فَادَّارَأْتُمْ کی تحقیق ۱۶۶
لَانْفَضُّوْا کی تحقیق ۱۶۶
اَسْتَغْفَرْتَ کی تحقیق ۱۶۶
تَظَاهَرُوْنَ کی تحقیق ۱۶۷
لِتُكْمِلُوْا کی تحقیق ۱۶۷
وَلْتَاْتِ طَائِفَةٌ کی تحقیق ۱۶۷
وَيَتَّقْهِ کی تحقیق ۱۶۷
قَالُوْا اَرْجِهْ کی تحقیق ۱۶۷
عَصَوْا کی تحقیق ۱۶۸
اَنْ نَمُنَّ کی تحقیق ۱۶۸
لَمُتَّنِيْ کی تحقیق ۱۶۸
فَاِمَّا تَرَيِنَّ کی تحقیق ۱۶۸
اَلَمْ تَرَ کی تحقیق ۱۶۸
مِنَ الْقَالِيْنَ کی تحقیق ۱۶۸
اَشُدَّ کی تحقیق ۱۶۹

Scanned with CamScanner

لَمْ یَکُ کی تحقیق ۱۶۹
اَمَّنْ لَا یَهِدِّیْ کی تحقیق ۱۶۹
یَخِصِّمُوْنَ کی تحقیق ۱۶۹
وَادَّکَرَ کی تحقیق ۱۷۰
مُدَّکِرٌ کی تحقیق ۱۷۰
تَدَّعُوْنَ کی تحقیق ۱۷۰
مُزْدَجَرٌ کی تحقیق ۱۷۰
فَمَنِضْطُرَّ کی تحقیق ۱۷۰
مَضْطُرِرْتُمْ کی تحقیق ۱۷۰
فَمَسْطَاعُوْا کی تحقیق ۱۷۱
مَالَمْ تَسْطِعْ کی تحقیق ۱۷۱
مُضِیًّا کی تحقیق ۱۷۱
وَعِصِیُّهُمْ کی تحقیق ۱۷۱
لَنَسْفَعًا کی تحقیق ۱۷۱
مَا کُنَّا نَبْغِ کی تحقیق ۱۷۱
فَقَدْ رَاَیْتُمُوْهُ کی تحقیق ۱۷۱
اَنُلْزِمُکُمُوْهَا کی تحقیق ۱۷۲
اَنْ سَیَکُوْنُ کی تحقیق ۱۷۲
مِتْنَا کی تحقیق ۱۷۲
خِفْنَا کی تحقیق ۱۷۲
فَمَبَجَسَتْ کی تحقیق ۱۷۲
تَنَزَّلُ کی تحقیق ۱۷۲
الدَّاعِ کی تحقیق ۱۷۲
اَلْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ کی تحقیق ۱۷۳
یَوْمَ التَّنَادِ کی تحقیق ۱۷۳
مَنْ دَسّٰهَا کی تحقیق ۱۷۳
فَظَلْتُمْ تَفَکَّهُوْنَ کی تحقیق ۱۷۳
وَقَرْنَ کی تحقیق ۱۷۳
مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ کی تحقیق ۱۷۳

معلومات نافعہ

جن معرفوں پر الف لام نہیں آتا ۱۷۴
صیغہ مفعول فاعل کی شکل میں ۱۷۴
فاعل مفعول کی شکل میں ۱۷۴
وہ الفاظ جن کی جمع نہیں آتی ۱۷۴
وہ الفاظ جن کی تثنیہ نہیں آتی ۱۷۵
وہ الفاظ جن کی تثنیہ اور جمع نہیں آتی ۱۷۵
وہ تثنیہ جن کا اس لفظ سے واحد نہیں آتا ۱۷۵
وہ الفاظ جو الف ممدودہ میں واحد اور الف مقصورہ میں جمع ۱۷۶
وہ جمع جن کا من لفظہ واحد نہیں ۱۷۶
وہ الفاظ جن کا اطلاق واحد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے ۱۷۶
واحد اور جمع کے درمیان صرف ہاء کا فرق ۱۷۷
جمع الجمع ۱۷۷
وہ الفاظ جو جمع کے وزن پر آتے ہیں مگر اس کا واحد نہیں ۱۷۸

Scanned with CamScanner

وہ الفاظ جن کی جمع مشہور ہے اور ان کا واحد مشکل ہے	۱۷۸
تثنیہ کا استعمال جمع کے لئے	۱۷۹
صفت کی تذکیر و تانیث کا اہم قاعدہ	۱۷۹
بغیر تاء کے مؤنث کی صفت	۱۸۰
مذکر کلمات (اعضاء جوارح)	۱۸۱
التخصیص بعد التعمیم	۱۸۳
مؤنث کلمات (اعضاء جوارح)	۱۸۳
وہ الفاظ جن کا اطلاق مذکر و مؤنث دونوں پر ہوتا ہے	۱۸۴
متضاد کلمات	۱۸۴
وہ فعل جو متعدی ہوتے ہیں اور غیر متعدی بھی	۱۵۸
وہ اسماء جن سے فعل نہیں بنتے	۱۸۵
خلاف قیاس جمع	۱۸۵
محشی شرح جامی کا سہو	۱۸۶
نحوی فتاویٰ	۱۸۷
عربی اعداد و شمار	۱۹۲

Scanned with CamScanner

باسمہ تعالیٰ

تقریظ

حضرت مفتی زین الاسلام القاسمی صاحب دامت برکاتہم

استاذ حدیث مدرسہ بیت المعارف الہ آباد

عزیز محترم جناب محمد ہارون ثاقب قاسمی بھاگلپوری صاحب سلمہ۔ گلستان علم کے ایک شگفتہ پھول اور چمنستان قاسمی کے مہکتے گلاب ہیں جن کے تحقیق وتالیف کی خوشبو طالبین علوم اور شائقین فنون کے مشام جان کو معطر کر رہی ہے۔ ان کے کاوش قلم سے متعدد کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

انہیں کے نگارش خامہ کا ایک نمونہ ''حل مشکلات النحو'' بھی ہے جو پہلے بھی ایک مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہے۔ اب دوبارہ مؤلف حفظہ اللہ کی نظر ثانی کے بعد مزید تحقیقات انیقہ اور در رنادرہ سے مزین ہوکر نظر نواز قارئین ہونے والی ہے۔

کمپوز شدہ مسودہ ناچیز کو برائے مطالعہ عنایت ہوا۔ کہ اس پر چند سطری تاثرات بھی سپرد قلم کردیئے جائیں۔

تالیف لطیف کو غائرانہ وناقدانہ دیکھنے کا موقع کہاں۔ کہ محققانہ وناقدانہ نظر کے لئے مسائل کا بروقت استحضار اور مراجع کی طرف مراجعت کرسکنے کی سہولت وفرصت درکار تھی۔

البتہ عابرانہ استفادہ کا موقعہ کہیں جستہ جستہ دیکھا گیا کہیں تسلسل کے ساتھ صفحات کے صفحات پڑھتا گیا بات بات میں ائمہ فن کی طرف استناد سے کام لیا ہے کام کی باتوں کو حوالوں سے مستند بنادیا ہے۔ ''دریا بکوزہ کا مصداق پایا۔'' وہ تحقیقات انیقہ۔ تدقیقات غریبہ اور مسائل عجیبہ جن کا محل علوم وفنون کی وہ عظیم وضخیم کتابیں ہیں جن کو اس فن کا بحر ونہر کہا جاتا ہے۔ حواشی وشروح میں مسطور ومحجوب وہ کنوز مخفیہ جو عام نظروں سے اوجھل ہر کس وناکس کی دسترس سے بالاتر کتابوں کے نایاب وکمیاب دفاتر ہیں عزیز موصوف مولف سلمہ

Scanned with CamScanner

شکر اللہ سعیہ۔ نے بحر ونہر میں غواصی کی، کنوز مخفیہ کا سراغ لگایا، بکھرے ہوئے منتشر موتیوں کو ایک لڑی میں پروکر ایک قیمتی مجموعہ اردو زبان میں تیار کردیا۔

اس طرح یہ کتاب افادات کثیرہ پر مشتمل۔ نکات عجیبہ و غریبہ کو حاوی۔ حروف وکلمات کی تشریح۔ قرآنی جملوں کی ترکیب مشکل الفاظ کی تفہیم کو متضمن، اصطلاحات ضروریہ، تراکیب مشکلہ کے بیان سے مرکب اور اخیر میں حرکات ثلثہ والے کلمات کی طویل فہرست سے مزین ہے جس نے فقہ اللغۃ جیسے باریک فن کو بھی حیات نو بخش دیا۔

تحقیق وتدقیق ایک مشکل ودشوار کام ہے نہ جانے کتنے ایام ولیالی جہد مسلسل اور سہر لیالی کی نذر کرنے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مولف موصوف سلمہ اللہ کو جزائے خیر سے نوازے اور اہل علم ارباب ذوق بالخصوص مدراس عربیہ کے ذی استعداد طلبہ کو اس سے بھر پور استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ناکارہ

زین الاسلام القاسمی

خادم التدریس والافتاء

مدرسہ عربیہ بیت المعارف الہ آباد

Scanned with CamScanner

کلمات دعائیه

استاذ محترم حضرت مولانا ومفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

باسمہ تعالیٰ

حامداً ومصلیاً!

مکرم ومحترم جناب مولانا محمد ہارون ثاقب صاحب مدظلہٗ نے زیر نظر رسالہ مرتب کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نافع بنائے اوران کی محنت کوقبول فرمائے۔آمین

محمد یوسف تاؤلوی

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲۴/۱۴۱۸ھ

Scanned with CamScanner

تاثر

استاذ محترم حضرت مولٰینا طریقت حسین صاحب زید مجدہٗ

الحمدللہ والمنۃ کہ عزیز گرامی جناب مولانا محمد ہارون صاحب قاسمی مدرس مدرسہ دارالعلوم میل کھیڑلا۔ بھرت پور، راجستھان جوکہ مدرسہ مظاہرالاسلام قصبہ ہردوا گنج۔ علی گڑھ کے ہونہار فیض یافتہ تلامذہ میں سے ہیں اور یہاں کے سابق استاذ بھی۔ عزیز موصوف اگرچہ شروع ہی سے علمی ذوق کواوڑھنا بچھونا بنانے کے ساتھ تصنیف وتالیف کا کام کرتے رہے ہیں چنانچہ کئی مقالات ومضامین طبع ہوچکے ہیں جو بے حد مقبولیت حاصل کرچکے ہیں۔

مزید برآں۔ عزیز موصوف کی تالیف کردہ زیرنظر کتاب مسمیٰ بہ ''عمدۃ التحقیقات'' اپنے وقت اورفن کی نادرالشال کتاب ہے عزیز موصوف نے مجھے مسودہ من وعن پڑھ کر بتایا جس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ موصوف کی یہ کاوش اورعرق ریزی ان مبتدی اور شوقین طلبہ اورعلم دوست حضرات کونفع بخش ثابت ہوگی چونکہ جن کی نظر مطولات پرنہیں ہوتی اپنی مجبوریوں کے موجب وقت ان کواجازت نہیں دیتا۔

بہرحال۔ ایسے سعادت مند قوم کے سرمائے کے حق میں دعاء گوہوں کہ اللہ تعالیٰ موصوف کواخلاص کی دولت سے نوازے ان کی اس محنت کوقبول فرمائے۔

''ایں دُعا از من واز جملہ جہاں آمین باد''

طریقت حسین مظاہری

مہتمم جامعہ مظاہرالاسلام قصبہ ہردوا گنج علی گڑھ

۱۴۲۰/۲/۱۴ھ

Scanned with CamScanner

تقریظ

جناب مولانا محمد راشد صاحب دامت برکاتہم
دارالعلوم میل کھیڑالا بھرت پور راجستھان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیر نظر رسالہ مسمیٰ بعمدۃ التحقیقات حضرت مولان محمد ہارون ثاقبؔ صاحب مدظلہ کا تالیف کردہ ہے موصوف کو زمانۂ طالب علمی سے ہی لکھنے کا ذوق رہا ہے کئی مقالات ومضامین طبع ہو چکے ہیں رسالہ کا مسودہ حضرت مولانا نے مجھے دیکھنے کے لئے دیا، میں نے اپنے فائدہ کے لئے اسے پڑھ ڈالا میں سمجھتا ہوں کہ مبتدی طلبہ اوران شوقین حضرات کے لئے یہ رسالہ مفید معلومات بہم پہنچائے گا جن کی نظر مطولات پر نہیں ہے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی محنت کو قبول فرمائے طلبہ اور علم دوست حضرات کے لئے بارآور فرمائے۔آمین

محمد راشد غفرلہٗ
مدرس دارالعلوم محمدیہ میل کھیڑلا بھرت پور راجستھان
۲۷ رمئی ۱۹۹۸ء

Scanned with CamScanner

عرض مؤلف

بسم اللّٰہ وَحْدَہٗ والصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ علیٰ مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ

علوم آلیہ میں نحو، صَرف نہ صِرف یہ کہ بہت اہمیت وافادیت کے حامل ہیں بلکہ دوباز واور خشتِ اول کی حیثیت رکھتے ہیں چنانچہ علوم مقصودہ وفنون عالیہ کے لئے مبنیٰ واساس کی طرح ان کی ایک ناگزیر ضرورت سمجھی جاتی رہی ہے راقم الحروف کا زمانہ طالب علمی ہی سے مذکورہ فنون سے زیادہ شغف وانہماک رہا اور سدا ان کے اسرار ونکات کی جستجوئے تحقیق کے تگ ودو وتاز مسلسل میں رہا اگرچہ علماء فحول نے ضوابط وقواعد پر کافی حد تک چھوٹی بڑی کتاب لکھ کے قابل ستائش خدمت انجام دی مگر چونکہ اسرار ونکات کے موضوع پر کوئی مستقل کتاب نہ تھی اور کسی زمانہ میں جو تھی وہ اوراق پارینہ میں تبدیل ہو کر عنقاء بن گئی جس کی بناء پر ان علوم سے رغبت ودلچسپی میں بجائے اضافہ کے دن بدن بے اعتنائی پائی جانے لگی اور سطحی نظر سے تحصیل علوم کو معیار عبور سمجھا جانے لگا، ان ہی نازک حالات کے پیش نظر اسرار ونکات کے بحر ذخار میں غوطہ زن ہو کر مستند کرم خوردہ کتابوں سے ملخص کر کے منتشر اور بکھرے ہوئے موتیوں کو زیر نظر کتاب مسمیٰ عمدۃ التحقیقات المعروف بہ نحو وصرف کے اسرار ونکات کی لڑی میں پرویا تاکہ افادۂ عام کے ساتھ ذوق ودلچسپی میں جذبۂ بیدار کا باعث بنے اس موقعہ پر وہ حضرات لائق امتنان وتشکر ہیں جنہوں نے مدح سرائی کرتے ہوئے تائیدی نقوش ثبت کر کے کتاب کے حسن کو دوبالا کیا اور ہماری اس تحریر کو جلا بخشا جو کہ حوصلہ بالیدگی وہمت افزائی کا مظہر ہے بالخصوص مخلص ومشیر جناب مولانا محمد راشد صاحب قاسمی کارہین منت اور سپاس گذار ہوں کہ انہوں نے اوقات ثمینہ میں نہایت عرق ریزی ومستعدی کے ساتھ کتاب کی نظر ثانی کی اور اپنی تمام تر مصروفیات وگوناگوں مشغولیات کو بالائے طاق رکھ کر اس امر مہم کی تکمیل کے لئے پابہ رکاب رہے

Scanned with CamScanner

اور صلاحیت ولیاقت کے بل بوتے دقت نظر ودور رس نگاہ سے بالاستیعاب مطالعہ کر کے کتاب کی تصحیح کی اور جابجا موصوف نے اہم مقامات کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے کو بالغ النظر وصاحب علم باور کرایا اور موقعہ بموقعہ زریں مشوروں اور دوش ناتوان پر لدے ہوئے بارگراں کی تخفیف میں معاونت کرتے رہے۔

اگرچہ میں نے اس کتاب کی مدلل تدوین وتنقیح مسائل میں اپنی استطاعت کے مطابق پوری پوری سعی کی مگر چونکہ بعض احباب کی فرمائش ومسلسل اصرار سے کوتاہ وقت میں تالیف کا جامہ پہنانے اور مجھ میں کم علمی وبے بضاعتی کا وجدان اور استعداد وملکہ کا فقدان ہونے کی بناء پر کوئی فروگزاشت نظر آئے تو ازراہِ کرم ناظرین وارباب علم حضرات ؎

بپوش گر بخطائے رسی وطعنہ مزن　　　　که هیچ نقش بشر خالی از خطا نبود

اور "اَلْاِنْسَانُ مُرَكَّبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْيَانِ" کے مدنظر صحیح تحقیق سے مطلع کر کے ممنون فرمائیں خالق لوح وقلم سے دعاء ہے کہ احقر الوریٰ کی اس حقیر تصنیف کو مقبول تام ومتداول عام اور علم دین کی خدمت واشاعت کرنے والوں کے زمرہ میں ہمارا بھی نام شامل فرما کر آخرت میں سرخروئی اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

؎ گر قبول افتد زہے عز وشرف

محمد ہارون ثاقب القاسمی بھاگلپوری (دریاپور)
فاضل لکھنؤ بورڈ ایم، اے علیگ

۱/۱/۱۴۱۹ھ ۱۹/۴/۱۹۹۸ء

Scanned with CamScanner

دیباچہ طبع دوم

حامداً و مصلیاً و بعد! نحوی و صرفی قواعد کے اسرار و نکات، تحقیقات و تدقیقات و دیگر متعلقہ بیش و نادر معلومات پر مشتمل عمدۃ التحقیقات مکمل مدلل، نامی کتاب چند سال قبل زیر و طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی تھی اس موضوع پر اردو زبان میں اولین کتاب ہونے، حاملین علم نحو و صرف کے لئے ازدیاد صلاحیت وافزائش لیاقت کا سامان فراہم کرنے اور متنوع مضامین کی جدت و ندرت کا بیش قیمت اثاثہ ثابت ہونے کے موجب اہل علم حضرات نے توقعات سے زیادہ داد تحسین سے نواز کر جدید ایڈیشن کا تقاضا کیا وللہ الحمد، شکر الٰہی سے ہماری زبان اور قلب سرشار ہے کہ مجھ جیسے ناسمجھ و کم علم انسان کی چھوٹی کتاب طباعت دوم کے ذریعہ اب ”حل مشکلات النحو“ کے نام سے اہل علم کے تقاضے کو پوری کرنے جارہی ہے۔

چنانچہ طبع دوم کے تقاضہ نے مزید سابقہ عنوانات سے متعلق مضامین و دیگر معلومات کے اضافہ کرنے کا دستک دیا بفضل اللہ کافی جدو جہد اور سعیٔ پیہم کے بعد تحقیقات جدیدہ و معلومات نافعہ کا وافر حصہ جزو کتاب بنا کر اغلاط کی تصحیح بھی کردی گئی جس کی بناء پر پہلے سے کہیں زیادہ عمدہ، دلکش و گرانقدر کا آئینہ دار ہوگئی ہیں امید ہے کہ اہل علم مزید محظوظ ہوں گے۔

مشفق و خیر اندیش واجب الاحترام حضرت مولانا و مفتی زین الاسلام قاسمی صاحب مدظلہ استاذ حدیث و فقہ مدرسہ بیت المعارف الٰہ آباد کا صد ہزار شکریہ کہ انہوں نے میری درخواست پر تدریسی مصروفیات و علمی مشغولیات کے باوجود فکری۔ ادبی۔ معنوی تقریظ لکھ کر میرے متزلزل حوصلے کو بحال کرنے کے ماسوا کاروان علم میں اثر انگیز نغمہ سنا کر اس علم سے رغبت و دلچسپی کی تلقین کا فریضہ انجام دیا اور وقت تطری کے ساتھ نظر ثانی فرمائی اور زریں فکر و آگہی سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے۔

نیز برادر خورد عزیزم مولوی محمد عزرائیل شبلی سلمہ متعلم شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند قابل ستائش ہیں کہ اپنی تعلیمی پیش رفتگی کے ساتھ کتاب ہذا کو خوب سے خوب تر بنانے اور جلد از جلد منظر عام پر لانے کی جدو جہد کرتے رہے اور وقتاً فوقتاً اپنی یار آور رائے بھی دیتے رہے اللہ رب العزت محسنین و معاونین کو بہترین صلہ عطاء فرمائے اور اس کتاب کو ارباب علم میں مقبول عام و مفید تام بنا کر ہمارے لئے زاد آخرت بنائے۔ آمین یارب العلمین

۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

محمد ہارون ثاقب القاسمی

مدرس مدرسہ سعید العلوم بھکا، پورہ مفتی، الٰہ آباد

Scanned with CamScanner

اصطلاحی رموز و کنایات کی تشریح

غق سے مراد ــــ غایۃ التحقیق	ع سے مراد ــ موضع،فی کتب اللغۃ	ن سے مراد ــــ نسخۂ اخریٰ
ج سے مراد ــــ غایۃ جواب	م سے مراد ــــ متوسط شرح کافیہ	م سے مراد ــــ متن
ج سے مراد ــــ جمع	عط سے مراد ــــ عطف	مت سے مراد ــــ متعلق
تح سے مراد ــــ تحقیق	عف سے مراد ــــ عطف	مح سے مراد ــــ محال
ح بالتنوین سے مراد ــــ حینئذ	ف سے مراد ــــ فائدہ	لا یخ سے مراد ــــ لا یخلو
جج سے مراد ــــ جمع الجمع	خلف سے مراد ــــ خلاف مفروض	لانم سے مراد ــــ لا نسلم
ش سے مراد ــــ شرح الہامیہ	بط سے مراد ــــ باطل	الظ سے مراد ــــ الظاہر
د سے مراد ــــ درایۃ النحو	المص سے مراد ــــ مصنف	مم سے مراد ــــ ممنوع
فوائد سے مراد ــــ فوائد ضیائیہ	الخ سے مراد ــــ الیٰ آخرہ	ہ سے مراد ــــ ھٰہنا
س سے مراد ــــ سوال	اہ سے مراد ــــ انتہیٰ	ھف سے مراد ــــ ہٰذا خلف
ش بالمعجمہ سے مراد ــــ شرح	ص سے مراد ــــ صغیر	مکد سے مراد ــــ من کل واحد
الشہ مراد ــــ الشارح	ک سے مراد ــــ کبیر	یقہ سے مراد ــــ یقال
ص سے مراد ــــ اصل	کک سے مراد ــــ کذالک	ج سے مراد ــــ شرح جلال الدین
صح سے مراد ــــ صحیح	لہ سے مراد ــــ بدلہ	ح سے مراد ــــ شرح الحنفیہ
غ سے مراد ــــ غایۃ التحقیق	لۂ سے مراد ــــ بدلہ	۱۲ سے مراد ــــ ’’حد‘‘ کا عدد بمعنی تکمیل
غ سے مراد ــــ غایۃ البیان	رضی سے مراد ــــ شرح کافیہ رضی	اس عدد کا استعمال گفتگو مکمل کرنے پر کیا جاتا ہے جیسا کہ عربی کتب میں رائج ہے۔

Scanned with CamScanner

اصل کا بیان

اسم کی اصل

بصریین کہتے ہیں کہ اسم کی اصل یعنی (مشتق منہ) سَمْوٌ ہے واؤ کو بغیر کسی قاعدہ کے تخفیف کے باعث حذف کردیا اور ہمزۂ وصل کو افتتاح کرنے کے لئے شروع میں لے آئے اور حرف اخیر کو اجتماع ساکنین کی بناء پر حرکت دیدی گئی، اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سموٌ کے آخری حرف کا حذف ید اور دم کی طرح ہے، دونوں میں دو حروف باقی رہے اور دونوں کا اول متحرک اور ثانی ساکن تھا لہٰذا جب ساکن کو حرکت دی گئی تو وہ متحرک ہوگیا اسی پر قیاس کرتے ہوئے اسم کو اسماء محذوفۃ الاعجاز میں سے مانا گیا ہے، کوفین اسم کی اصل وَسْمٌ ہونے کے قائل ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ واؤ محض تخفیف کی وجہ سے حذف کردیا گیا اور اس کے عوض میں ہمزۂ وصل لایا گیا اور یہی مشہور ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اسم کے واؤ کو صرف تخفیف کے لئے حذف کردیا اور ابتداء بالسکون سے بچنے کے لئے ہمزۂ وصل لے آئے اور بعض کہتے ہیں کہ اسم سما یسمو دعا یدعو سے ادع کی طرح امر کا صیغہ ہے یا سمی یسمی سے سمِ کے وزن پر صیغہ امر ہے۔ پھر اعراب اور الف لام خواص اسم داخل کرکے اس صیغہ امر کو فعل سے خارج کردیا۔ اصله عند البصريين سموٌ حذف الواو ولمجرد التخفيف بلاقاعدةٍ فادخلت همزة الوصل ..... وقيل حذف اخر السمو كما في يدودمٍ الخ. (الهدية المختارية ص:۳)

اسم کے مشتق منہ کا ثمرۂ اختلاف

اسم کے مشتق منہ (یعنی اصل میں بصریین اور کوفیین کا اختلاف ہے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا، دونوں گروہ کے اختلاف کا ماحصل اور فائدہ یہ ہے کہ جیسا کہ بصریین حضرات اسم کا مشتق منہ سمو بمعنی علو اور بلندی کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یوم ازل سے ہی اسما، اور صفات کے ساتھ موسوم و متصف ہے یعنی مخلوق کو وجود میں لانے سے پہلے اور اس کے بعد حتی کہ سب چیزوں کے فنا ہونے کے بعد بھی بلند و بالا ہے، ان کے

Scanned with CamScanner

اسماء اورصفات میں کوئی اثر نہیں پڑتا، یہی اہلسنت والجماعت کا مسلک ومشرب ہے لہٰذا بصریین نے سمو۔ اصل مان کرصحیح مذہب کی ترجمانی کی اور جو حضرات (جیسا کہ کوفیین) اسم کی اصل وسم بمعنی علامت قرار دیتے ہیں وہ اس بات کے قائل ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ یوم ازل سے موسوم ومتصف نہیں ہیں بلکہ جب مخلوق کو پیدا کیا تب اللہ کی ذات خلقت کائنات سے اسماء اور صفات سے وابستہ ہوئی اور یہی قول فرقۂ باطلہ امام معتزلہ کا خاتم الرسل اور ملائکہ کے متعلق ہے جو فحش اور اشد غلط عقیدہ ہے، چنانچہ کوفیین نے فرقۂ باطلہ کی تائید میں وسم اصل مانا تا کہ عقیدہ واضح ہو۔ له فائده وهي من قال انه مشتق من السمو بمعنى الارتفاع والعلو يقول ان الله تعالىٰ لم يزل موسوماً وموصوفاً بالاسمآء ...... ومن ذهبَ الىٰ ان اصله وسم بمعنى العلامة يقول ان اللّٰه تعالىٰ لم يكن فى الازل موسوماً وَموصُوفاً الخ. (الهدية المختارية ص: ۴)

فائدہ

اساتذہ کو چاہئے کہ اسم کے مشتق منہٗ کے ثمرۂ اختلاف پر طلبا کے سامنے مذکورہ سیر حاصل کلام کرنے کے بعد دونوں مذہب میں سے کسی کے قول کو اپنانے کا زمام اختیار نہ دیں کہ بلکہ خاص طور پر اصل اور مشتق منہٗ میں مذہب بصریین کو راجح قرار دیکر مذہب اول ہی کے مسلک کو درست ٹھہرائیں اور طلباء سے اسی قول کے اپنانے کی تاکید کریں اور مذہب کوفیین کے عندیہ کو مرجوح قرار دیکر اس کو تردید کریں ورنہ اہلسنت والجماعت سے وابستہ طلبا بھی اپنی کم علمی وخورد بینی کی بنا پر مبادا افکار صحیحہ اور نظریات حسنہ سے ہٹ کر عقائد فاسدہ اور اوہام باطلہ کے زاویہ میں آکر آخرت کو تباہ کر بیٹھیں گے اور انہیں احساس تک نہیں ہوگا اس بحث میں عقیدہ کی بات مضمر ہے لہٰذا اساتذہ کے توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔

محمد ہارون ثاقب دریاپوری

کلمہ امّا کی اصل

... لفظ امّا کی اصل کے بارے میں نحویوں کے مختلف اقوال ہیں جن کو صاحب الہامیہ نے چند مذاہب کے تحت ذکر کیا ہے (۱) خلیل نحوی کہتے ہیں کہ امّا کی اصل مهما ہے، ہاء کو

Scanned with CamScanner

ہمزہ سے قریب المخرج ہونے کی بناء پر بدل دیا مٰا ماہوا پھر ہمزہ کو اقتضاء صدارتِ کلام کے پیش نظر دونوں میموں پر مقدم کردیا اور ہمزہ کو حرکت دیدی گئی۔ ام ماہوا پھر میم کو میم میں ادغام کردیا امّا ہوا۔

(۲) خلیل نحوی کے شاگرد امام سیبویہ کہتے ہیں کہ امّا ایک مستقل کلمہ اپنی اصل پر ہے اس لئے کہ یہ حرف ہے اور حرف میں اصل یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا تغیر وتصرف نہ ہو اور یہی قول پسندیدہ ہے۔

(۳) بعض کا کہنا ہے کہ امّا کی اصل اِنْ ہے آخر میں ما زائدہ لے آئے جیسا کہ تمام ادواتِ شرط کے آخر میں آتا ہے پھر قریب المخرج ہونے کی بناء پر نون کو میم میں ادغام کردیا اِمّا بالکسر ہوا اور اِمّا تردیدیہ کے ساتھ التباس سے بچنے کے لئے ہمزہ کے کسرہ کو فتحہ سے بدل دیا گیا۔

(۴) بعض کہتے ہیں کہ اَمّا کی اصل مامَا ہے لگاتار دو میم کی کراہت کی وجہ سے اول الف کو ہمزہ سے بدل دیا اور صدارتِ کلام کی بناء پر ہمزہ کو میم پر مقدم کردیا پھر دو میم کو ادغام کردیا امّا ہوا۔

(۵) بعض کہتے ہیں کہ اَمّا کی اصل منما ہے لیکن میم اول اور ہمزہ میں قلب مکانی کرکے میم کا میم میں ادغام کردیا گیا۔ (الہامیہ ص:۱۰)

اَلْمُقَدِّمَۃُ میں دال کا اعراب

لفظ مقدمہ کے تلفظ میں اختلاف ہے کہ اسے مقدمہ بکسر الدال پڑھنا چاہئے یا مقدمہ بفتح الدال، معنوی اعتبار سے جو بات ظاہر اور لوگوں کی زبان زد ہے کہ یہ بالفتح مقدمہ ہے جو باب تفعیل سے صیغہ اسم مفعول ہے بمعنی آگے کیا ہوا لہٰذا بظاہر اس میں کچھ قباحت نہیں لیکن علامہ جار اللہ زمخشری معتزلی صاحب کشاف نے اپنی کتاب فائق میں اور علامہ سکاکی صاحب مفتاح العلوم نے اس میں تصریح کی ہے کہ مقدمہ بالفتح پڑھنا خلف اور باطل ہے۔ اور مقدمہ بالفتح کو باطل قرار دینے کی یہ وجہ بیان کی ہے جو امور اس عنوان کے تحت بیان کئے جاتے ہیں وہ بنفسہٖ متقدم ہیں لیکن بفتح الدال پڑھیں گے تو لازم آئے گا

Scanned with CamScanner

کہ اس عنوان کے تحت جو امور ذکر کئے جاتے ہیں ان کے مقدم کرنے کے لئے کوئی فاعل ہو اور یہ خلاف واقعہ ہے لہٰذا ان حضرات کی تصریح کے مطابق دوسری صورت بکسر الدال مقدمہ ہونا متعین ہوگیا۔

اعتراض وجواب

بکسر الدال مقدمہ کی صورت میں معنی ہوں گے آگے کرنے والا حالانکہ یہ کسی کو بھی آگے نہیں کرتا بلکہ خود اس کو آگے کیا جاتا ہے اس نقطہ نظر سے یہ بھی غلط اور باطل ہوگیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی اپنے پڑھنے والے اور سمجھنے والے کو اس شخص پر مقدم و فائق کرتا ہے جو مقدمہ کو نہ پڑھے اور ایسے تحصیل علم شروع کردے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں بات تفعیل باب تفعل کے معنی میں ہے بالفاظ دیگر یہ متعدی نہیں بلکہ لازم ہے اور متقدمہ (آگے ہونے والا) کے معنی میں ہے اور اس کی تاء یا تو برائے تانیث ہے اور موصوف اس کا محذوف ہے یعنی " الامور المتقدمة " یا یہ تا وصفیت سے اسمیت کی طرف نقل کرنے کے لئے ہے جیسے علامہ، فہامہ وغیرہ میں ہے اس جواب سے وہ اشکال جو بفتح الدال اور بکسر الدال کی صورت میں پڑتا تھا وہ ختم ہوگیا۔

(الکلام المنتظم ص:۴۱ بتصرف یسیر)

صاحب دستور العلماء کا قول

علامہ عبدالنبی احمد نگری مقدمہ میں اعراب دال کے متعلق اپنی گرانقدر تصنیف "دستور العلماء" میں فرماتے ہیں کہ مقدمہ بفتح الدال یا بکسر الدال دونوں طریقے سے مستعمل ہے۔ المقدمة اما بكسر الدال أوْ بفتحها (دستور العلماء ۳/۲۱۴)

مقدمہ کا ماخوذ منہ

مقدمہ مقدمة الجيش سے ماخوذ ہے گزشتہ زمانہ میں جب روبرو لڑائی ہوتی تھی تو لشکر کے پانچ حصے کئے جاتے تھے اور ان کو مقدمہ[۱]، قلب[۲]، میمنہ[۳]، میسرہ[۴]، ساقہ[۵]، کہا جاتا تھا۔ لشکر کا پہلا حصہ مقدمہ جو سب سے پہلے چل کر جنگ کے لئے موزوں جگہ فراہم کرتا اور اور فوجیوں کے لئے تمام تر سہولیات مہیا کیا کرتا تھا۔

Scanned with CamScanner

ماخوذ اور ماخوذ منہ میں مطابقت

ماخوذ و ماخوذ منہ میں مطابقت یہ ہے کہ مقاصد کتاب مثل جیش کے ہوئے اور مقدمہ کے ماتحت جو امور و احکام بیان کیے جاتے ہیں وہ انتظام و سہولت کے لئے آگے جانے والوں کے مانند ہوئے چونکہ یہ امور مقاصد میں امداد و تعاون کرتے ہیں جیسے جیش کو مقدمۃ الجیش نصرت اور امداد پہنچاتا ہے لہٰذا جو معلومات کسی کتاب یا فن کو شروع کرنے سے پہلے پہنچائی جاتی ہے ان کو بھی مقدمہ کہتے ہیں تا کہ ان کے ذریعہ کتاب یا فن کو سمجھنے میں سہولت و مدد ملے۔

واؤ الف اور یا کی اصل

مؤلف عذار القرآن لکھتے ہیں کہ حرف علت یعنی واؤ دو ضمہ سے مرکب ہے اور الف دو فتحہ سے اور یا دو کسرہ سے مرکب ہے اِعْلَمْ اَنَّ الْاَلِفَ مُرَكَّبٌ مِنْ فَتْحَيْنِ وَالْوَاوَ مُرَكَّبٌ مِنْ ضَمَّتَيْنِ وَالْيَاءَ مُرَكَّبٌ مِنْ كَسْرَتَيْنِ. (عذار القرآن ص:۵۴ لغزک ص:۱۱۱)

لَنْ ناصبہ کی اصل

امام سیبویہ کہتے ہیں کہ یہ مستقل حرف ہے اس کی کوئی اصل نہیں فراء نحوی کہتے ہیں کہ لَنْ کی اصل لا ہے الف کو نون سے بدل دیا، امام سیبویہ کے استاذ خلیل نحوی فن عروض کے موجد کہتے ہیں کہ اس کی اصل لَااَنْ ہے الف اور ہمزہ کو کثرت استعمال کی بناء پر حذف کر دیا جیسے اَیُّ شَیْءٍ کو ایش پڑھتے ہیں۔ (درایہ ص:۲۱۵)

ایّان کی اصل

کہا گیا کہ اَیَّانَ لفظ آیَانَ سے مشتق ہے جس کا وزن ہے فعلانَ کیونکہ اس کے معنی اَیُّ وقتٍ اور اَیُّ فعلٍ. اَوَیْتُ الیه سے ماخوذ ہے جس کی وجہ سے بعض و جزء نے کل کی طرف پناہ لی اور اس پر تکیہ کیا ہے مگر یہ قول بعید از فہم ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی اصل اَیَّ اوان تھی اوان کا ہمزہ اور اَیَّ کی دوسری (یاء) دونوں کو حذف کرنے کے بعد واؤ (اوان) کو یاء سے بدل کر (ایّ کی پہلی) ساکن یاء کو اس میں ادغام کر دیا اس طرح ایّان ہو گیا چنانچہ اس کی قراءت کسرہ ہمزہ کے ساتھ بھی آتی ہے۔ (الاتقان ۱/۴۴۴)

Scanned with CamScanner

ایا کی سات لغتیں ہیں

ایا کے بارے میں سات لغتیں آئی ہیں اس کو یاء کی تشدید اور تخفیف دونوں صورتوں کے ساتھ مع ہمزہ کے پڑھا گیا ہے۔ اور ہمزہ مکسورہ اور مفتوحہ کو ہا (ہ) سے بدل کر بھی اس کی قرأت کی گئی ہے اس طرح کل آٹھ طریقوں پر اس کا تلفظ ہوتا ہے جن میں ایک طریقہ یعنی ہاء کے مشدد اور مفتوح معاً ہونے کا ساقط ہو کر باقی سات طریقے رہ جاتے ہیں۔

(ایضاً ۱ر۴۲۲)

ایا کے ضمیر ہونے میں علماء کا اختلاف

زجاج نحوی اس کو اسم ظاہر بتاتے ہیں اور جمہور کہتے ہیں کہ یہ ضمیر ہے پھر جمہور نے کئی اقوال کے ساتھ اس کے بارے میں بھی اختلاف کیا ہے جو یہ ہیں اول یہ کہ ایا اور جو ضمیر اس کے ساتھ متصل ہوتی ہے وہ سب مل کر تمام ضمیر ہی ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ ایا تنہا ضمیر ہے اور اس کا مابعد اس سے مضاف شدہ اسم ہے اور اس بات کی تفسیر کرتا ہے کہ "ایا" سے تکلم غیبۃ اور خطاب کیا چیز مراد ہے جس طرح قولہ تعالیٰ فایای فارھبون بل ایاہ تدعون اور ایاک نعبد. میں ہے۔ سوم یہ کہ ایا کیلا ہی ضمیر ہے اور اس کا مابعد ایسے حروف ہیں جو مراد کی تفسیر کرتے ہیں۔ چہارم یہ کہ ایا عماد (ستون) ہے اور اس کا مابعد اصل ضمیر ہے اور جس شخص نے ایا کو مشتق قرار دیا ہے اس نے سخت غلطی کی ہے۔ (ایضاً ۱ر۴۲۳)

لات کی اصل میں اختلاف

نحویین کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ یہ لفظ مفرد ہے یا مرکب اس کی کیا حقیقت و ماہیت ہے اس سلسلہ میں چار مذاہب ہیں اول، لات اصل میں مفرد ہے فعل ماضی نقص کے معنی میں بھی اسی سے لایلتکم من اعمالکم پھر نفی کے لئے استعمال ہونے لگا جیسے قل نفی کیلئے مستعمل ہے اسی کو ابوذر الخشی اندلسی نے شرح کتاب سیبویہ میں لکھا ہے جس کو ابوحیان اور ابن ہشام وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ دوم بعض کا قول ہے کہ لات فعل ماضی ہے اور اس کی اصل لیس تھی یاء کو الف سے اور سین کو تاء سے بدل دیا گیا اس طرح لات ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

مذہب دوم: جمہور اہل لغت کا قول ہے کہ لَاتَ دو لفظوں سے مرکب ہے (۱) لاء نافیہ (۲) کلمہ کی تانیث کیوجہ سے تاء تانیث زیادہ کی گئی اور پھر اسے التقاء ساکنین کی وجہ سے حرکت دیدی۔ مذہب سوم: ابوعبیدہ اور ابن الطراوہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ تو مرکب ہے مگر لا نافیہ اور تاء زائدہ ہے یعنی اصل لا ہی ہے لیکن مصحف عثمانی میں حِیْنَ سے پہلے ملی ہوئی تالات لکھی ہوئی ہوتی ہے اس لئے تاء کی کوئی حیثیت نہیں مذہب چہارم: لَاتَ ایک مستقل حرف ہے اس کی اصل نہ تو لیس ہے اور نہ ہی لا ہے بلکہ وہ لفظ بسیط ہے جو اسی ہیئت موضوع سے شیخ ابوالاسحٰق الشاطبی نے اس کو شرح الخلاصہ میں تحریر کیا ہے اہل عربیت میں اس کے علاوہ کسی نے بطور استقصار ذکر نہیں کیا۔

(الاتقان ۱/۲۶۵ تاج العروس: ۳/۱۳۰ بیروت، مفردات القرآن ص: ۷۴۹، دمشق تفسیر ابی سعود ۷/۲۱۴)

ابوعبیدہ کے دلیل کی تردید

بعض لوگ شیخ ابوعبیدہ وابن الطراوہ کے دلیل کی تردید کرتے ہیں جس کو انہوں نے کہا ہے کہ مصحف عثمانی میں تاء کو لفظ حین کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا ہے صاحب تاج العروس تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ کوئی دلیل نہیں کیونکہ رسم الخط میں خارج از قیاس شئی ہوتی ہے۔

جمہور مسلک کی تائید

موقف جمہور کی تائید میں کہتے ہیں کہ کوفیین لَاتَ کی تاء کو اسماء کی طرح اور ہاء پر وقف کرتے ہیں اور بصریین افعال کی طرح تاء کے ساتھ وقف کرتے ہیں اور حین سے علیحدہ لکھا بھی جاتا ہے اور اس کی تاء اصل التقاء ساکنین کے باعث کبھی مکسور بھی ہوتی ہے اور جیرِ کی طرح مکسور پڑھا جاتا ہے جب کہ ماضی میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ (تفسیر ابی سعو ۷/۲۱۴)

صاحب تاج العروس اپنی رائے پیش کرتے ہیں کہ اس میں ضمہ کی قراءت بھی منقول ہے لہٰذا فتحہ باعث اخف ہے جو کہ مستعمل ہے اور کسرہ التقاء ساکنین کے مطابق ہے اور ضمہ اس کمی کی تلافی کے لئے ہے جو کہ دو معمولوں میں سے ایک حذف معمول سے لازم

Scanned with CamScanner

آئی تھی! بدرالدین دمامینی نحوی شرح المغنی میں لکھتے ہیں کہ لَات کی تاء مثلث ہے اگرچہ لوگ اس سے ناواقف ہیں۔

(قاله البدر الدمامینی فی شرح المغنی فھی مثلثة التاء وان اغفلوه! تاج العروس ۱۳۱/۳ بیروت)

امام رازی کا قول

خلیل وسیبویہ نحوی کا خیال ہے کہ لَاتَ میں لامشابہ بلیس ہے تاء تانیث زائد کردی گئی جیسے رُبَّا اور ثم میں تاکید کے لئے کرتے ہیں اسی زیادتی کی وجہ سے اضافی قوائد بن گئے کہ لاتَ حین پر ہی داخل ہوگا اور دو جزوں میں سے صرف ایک جزء یا تو اسم یا تو خبر ظاہر ہوگا ایک ساتھ دونوں کا اظہار ممنوع۔

اخفش نحوی کہتے ہیں کہ لا نافیہ جنس ہے تاء کی زیادتی محض نفی احیان کی تخصیص کے لئے ہے جمہور تاء پر وقف کرتے ہیں اور کسائی مؤنث سماعیہ کی طرح ہاء پر صاحب کشاف کہتے ہیں کہ ابوعبیدہ کا عندیہ حین پر دخول تاء ہے اور استشہاد میں کہ تاء مصحف عثمانی میں درج ہے جواب دیتے ہیں کہ اس میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو قواعد خط سے خارج ہیں لہٰذا اسکو دلیل بنانا درست نہیں "واستشهاده بان التاء لمتفرقة بحين في مصحف عثمان فضعيف فكم وقعت في المصحف اشياء خارجة عن قياس الخط الخ."

(تفسیر الرازی ۲۶/۶ ۷ طہران، تفسیر الکشاف ۳۱۶/۳ بیروت)

لَات کے عمل کے متعلق اختلاف

اس سلسلہ میں بھی چار مذاہب ہیں، مذہب اول امام اخفش نحوی کہتے ہیں کہ یہ کچھ بھی عمل نہیں کرتا اس لئے اگر اس کے بعد کوئی مرفوع آئے تو وہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف اور جب منصوب واقع ہو تو کسی فعل ناصب محذوف کیوجہ سے منصوب ہوا ہے چنانچہ نصب کی صورت میں لَاتَ حینَ مناص کی تقدیری عبارت لااری حین مناصٍ ہوگی اور رفع کی صورت میں لات حین مناصٍ کائنٌ لھُم۔

مذہب دوم: اخفش کا دوسرا قول اور کوفیین کا یہ ہے کہ وہ ان ناصب اسم کا عمل کرتا ہے۔

مذہب سوم: فراء نحوی کہتے ہیں کہ لَاتَ حرف جر ہے اس کو شیخ رضی اور ابن ہشام وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

مذہب چہارم، جمہور کا قول ہے کہ وہ لیس کا عمل کرتا ہے لیکن ابن ہشام نے دو شرط لگائے ہیں اول یہ کہ اس کے دونوں معمول اسم زمان ہو دوم اور ان دو میں سے ایک حذف ہو۔

(تاج العروس ۳/۳۱ا بیروت، الاتقان ۱/۴۶۵ لاہور)

لَمَّا کی اصل

بعض لوگ قائل ہیں کہ لَمًّا مصدر ہے اصل میں لمًّا تھا بمعنی جمعًا تنوین گرادی گئی بعض لوگ کہتے ہیں کہ لمّا بروزن فعلیٰ صفت کا صیغہ لَمٌّ سے جمع کرنے والا رسم الخط کے لحاظ سے لمّیٰ لکھنا چاہئے لیکن یٰ کو بصورت الف لکھا جاتا ہے بعض بال کی کھال نکالنے والے کہتے ہیں نمّا کی اصل لمن ما تھی نون گرا کر میم کو ادغام کردیا۔ ایک چھان بین کے ماہر دوربیں کہتے ہیں کہ لَمَّا اصل میں لَنْ ما تھا (علامہ سیوطی نے بھی علامہ زمخشری کی کتاب الفائق بحوالہ ابن جنی لکھا ہے کہ لَمَّا لم اور ما سے مرکب ہے) استشہاد میں شاعر کا ایک شعر پیش کرتے ہیں۔

لَمَّا رأیت ابا یزید مقاتلاً

اَدَعَ القتالَ واشهد الهیجاءَ.

استشہاد غلط ہے حقیقت میں یہ ایک معمہ اور لغز ہے لمَّا اصل میں لَنْ مَا ضرور تھا لیکن مَا بمعنی مَا دَامَ ہے اور لَن کا معمول اَدَعَ اور اشهد سے پہلے اَنْ مصدر یہ محذوف ہے جس کا عطف القتال پر ہے شاعر کہتا ہے کہ جب میں نے ابو یزید کو لڑتے ہوئے دیکھ لیا تو اب میں لڑائی اور لڑائی میں حاضر ہونے کو ترک نہیں کرسکتا۔ (لغات القرآن ۵/۲۲۶) علامہ جوہری وزبیدی کہتے ہیں کہ اس کی اصل لم ہے ما داخل کردیا گیا۔

(الصحاح ۵/۲۰۳۳ بیروت، الاتقان ۱/۴۶۷ لاہور، تاج العروس ۱۷/۲۶۰)

لَعَلَّ کی لغات

علامہ جوہری لکھتے ہیں کہ اس کی اصل عَلَّ ہے اس کے شروع میں لام کا اضافہ ہوا ہے چنانچہ استشہاد میں شاعر کا شعر پیش کرتے ہیں

Scanned with CamScanner

یقول اناسٌ عل مجنون عامرٍ
یرُوْمُ سُلُوًّا قُلْتُ انی لما بیاء

شیخ زبیدی اس قول کو نقل کرنے کے بعد استشہاد میں ابن بری کا شعر جو نافع بن سعد الغنوی کے لئے پڑھا تھا پیش کرتے ہیں

ولستُ بلوامٍ علی الامر بعدماَ
یفوت ولکن عَلَّ اَنْ اتقدما

لَعَلَّ میں مختلف تغیرات ولغات میں علامہ زبیدی نے اٹھائیس لغتوں کو بیان کیا ہے وہ یہ ہیں۔ عَنَّ غنَّ اَنَّ لَاَنَ لَوَنَّ رَعَلَّ لَعَنَّ لَغَنَّ رَغَنَّ اور اضافت یاء متکلم کی صورت میں عَلَّیْ عَلَّنِی لَعَلِّی لَعَلِنِی لعبنی لَغَنَّنِی لَغَنِّی لَنِّی لَوَنِّی لَاَنِّی لَاَنَّنِی اَنِّی اَنَّنِی رَغَنِّی رَغَّنِّنِی لَعَلَّ لعلَ عَلَّ (تاج العروس ۱۵/۶۷۷ بیروت، الصحاح ۱۸۱۵/۵ بیروت)

کَمْ استفہامیہ وخبریہ کی اصل

امام نحو کسائی سے مروی ہے کہ کَمْ کی اصل کَمَا تھی پھر بِمَ اور لِمَ کے طریقہ پر اس کا الف حذف کر دیا گیا یہ قول زجاج نحوی نے بیان کیا ہے اور پھر خود ہی کہہ کر اس کی تردید بھی کر دی کہ اگر کسائی کی یہ رائے صحیح ہوتی تو کم کے میم کو مفتوح ہونا چاہئے تھا جب کہ ایسا نہیں۔ الاتقان ۱/۳۲۰ (اردو)

أولیٰ کی اصل

أولیٰ فعلیٰ کے وزن پر ہے اور اس کا الف الحاق کے لئے ہے نیز اس کا وزن أفعل بتایا جاتا ہے اور اس کے معنی الویلُ لک تیری شامت آنے کے آتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ مقلوب منہ ہے اس کی اصل اَوَیَل تھی پھر حرف علت کو آخر میں کر دیا گیا چنانچہ خُنساء شاعر کا کلام .... ہے

همث بنفسی بعض الهموم
فاولیٰ لنفسی اولی لها

Scanned with CamScanner

(میری جان نے خود ہی کچھ رنج وغم خرید ے میری جان کی خرابی ہواس کی خرابی ہو) اسی قبیل سے بعض لوگ کہتے کہ اس کی اصل وَلِیٌّ ہے جس کی معنی قرب ونزدیکی ہے اسی باب سے قولہ تعالیٰ قاتلوا الذین یَلُونکُمْ یعنی جوتم سے قریب ہوتے ہیں اس سے لڑو۔ ہے۔

(الاتقان ا/۴۲۲)

مَھماَ

چونکہ اس کی جانب ضمیر راجع ہوا کرتی ہے اس واسطے یہ اسم ہے مثلاً قولہ تعالیٰ مھماَ ماتنا بہ. زمخشری کہتے ہیں اس مثال میں مَھْمَا پر بہ کی ضمیر اور بہا کی ضمیر دونوں بلحاظ لفظ ومعنی عائد ہوتی ہے اور مھْمَا غیرارزمانہ مالا یعقل کی شرط ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا آیت میں ہے اور اس میں تاکید کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔ (الاتقان: ا/۴۷۸)

اس کی اصل

ایک جماعت کا قول ہے کہ اس کی اصل ماشرطیہ اور ماز ائدہ ہے جیسا کہ تکرار ما کی وجہ سے پہلے ما کا الف ھا سے بدل دیا گیا مَھْمَا ہوگیا۔ (ایضاً ا/۴۷۸)

علامہ جوہری صاحب الصحاح لکھتے ہیں کہ خلیل نحوی کہتے ہیں کہ مہما کی اصل ما ہے ایک ماز ائد شامل کردیا پھر اول ما کے الف کو ہاء سے بدل دیا سیبویہ نحوی کہتے ہیں کہ ممکن ہے اسکی اصل "اذ" کی طرح نہ ہو اور ما شامل کردیا گیا ہو ابن فارسی کہتے ہیں اس کی اصل ما ہے مزید ایک ما کا اضافہ کیا گیا مگر التقاء ساکنین کے باعث اول ما کے الف کو ہاء سے بدل دیا۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ مھْمَا میں مہ اکنف کے معنی میں ہے اور دوسرا ما شرط وجزاء کے طور پر ہے اس کی تقدیری عبارت نکالتے ہیں کہ (اکنف) ما تا تنا

(تاج العروس۔ ۲۰/۴۱۸، الصحاح ۶/۲۲۵۵)

Scanned with CamScanner

وجوہات مختلفہ

فعل ماضی کے مبنی ہونے کی وجہ

ماضی مبنی بر فتح ہوتی ہے۔ بشرطیکہ اس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ نہ ہو، فعل ماضی کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فعل میں اصل بنا ہے اس لئے کہ فعل کو معانی مختلفہ مثلاً فاعلیت ومفعولیت اور اضافت عارض نہیں ہوتے اور مبنی بر فتح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فتحہ تمام حرکتوں میں زیادہ ہلکی حرکت ہے۔ (روایہ ص:۱۰۷ مطبوعہ ڈھاکہ)

تمام حروف کے مبنی ہونے کی وجہ

حروف تمام کے تمام مبنی ہوتے ہیں کیونکہ حرف نہ مسند الیہ بن سکتا ہے نہ مسند اور نہ مضاف الیہ بن سکتا ہے نہ مضاف اس لئے کہ اس میں اعراب قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی لہٰذا جملہ حروف کا مبنی ہونا متعین ہے۔ (المصباح المنیر ص:۳۳)

تمام ضمیروں کے مبنی ہونے کی وجہ

تمام ضمیروں کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حروف (جو مبنی الاصل ہیں) کی طرح اپنے معنی مرادی بتلانے میں مرجع کی محتاج ہوتی ہیں چنانچہ اگر ضمیر غائب ہے تو وہ مرجع کی محتاج ہوتی ہے اور مرجع بھی ضمیر سے پہلے ہونا ضروری ہے کیونکہ مرجع اگر ضمیر کے بعد لایا گیا تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اور وہ ناجائز ہے اور اگر ضمیر متکلم یا حاضر ہے تو وہ اگرچہ مرجع کی محتاج نہیں ہے مگر وہ ضمائر اس امر کی محتاج ہیں کہ قرائن سابقہ سے مخاطب اور متکلم کی ذات کو معین کیا جائے اس سے ثابت ہوا کہ ضمائر معنوی اعتبار سے حروف کے ساتھ مشابہ ہیں۔ (ایضاً ص:۴۲)

اسم اشارہ کے مبنی ہونے کی وجہ

یہ ہے کہ حروف (جو مبنی الاصل ہیں) کے ساتھ احتیاج میں مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں جیسے حروف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں متعلق کے محتاج ہیں اسی طرح یہ بھی اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ اشاریہ کی طرف محتاج ہیں۔ (روایہ ص:۸۰، مصباح ص:۱۹۲)

Scanned with CamScanner

اسم موصول کے مبنی ہونے کی وجہ

یہ ہے کہ یہ بھی حروف کے مشابہ ہے کیونکہ جس طرح حروف محتاج ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی صلہ کی طرف محتاج ہوتے ہیں۔ (مصباح ص:۱۹۳)

اسماء افعال کے مبنی ہونے کی وجہ

یہ ہے کہ اسماء افعال، فعل ماضی اور امر حاضر معروف (جو کہ مبنی الاصل ہیں) کے ہم معنی ہیں جیسے روید بمعنی امهل اور هیهات بمعنی بعد لہذا بوجہ مشابہت مبنی الاصل مبنی ہیں۔
(المصباح المنیر ص:۴۷ تا ۴۸)

''قبل'' اور ''بعد'' کا مبنی علی الضم ہونا

لفظ بعد اور قبل کی تین صورتیں ہیں (۱) ان کا مضاف الیہ مذکور ہو جیسے مِنْ قَبْلِکَ وَمِنْ بَعْدِکَ (۲) ان کا مضاف الیہ محذوف نسیاً منسیا ہو جیسے لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ (یہ مثال مضاف الیہ محذوف نسیاً منسیا اور مضاف الیہ محذوف منوی دونوں کی ہے۔) (۳) ان کا مضاف الیہ محذوف منوی ہو جیسے اَمَّا بعدُ اول دونوں صورتوں میں مذکورہ دونوں لفظ بحسب العوامل معرب ہیں اور آخر الذکر تیسری صورت میں مبنی علی الضم ہوتے ہیں لیکن ان دونوں لفظوں کے مبنی علی الضم ہونے پر اشکال ہوتا ہے کہ دونوں اسم ہیں اور اسماء کے اندر اصل معرب ہونا ہے لہذا ان کو معرب ہونا چاہئے نہ کہ مبنی اور اگر ان کو مبنی ہی پڑھنا ضروری ہے تو مبنی کے اندر اصل سکون ہے یا اگر سکون سے قریب تر حرکت ہے تو فتحہ اخف الحرکات ہے لہذا مبنی بر فتح کیوں نہیں اور مبنی علی الضم کیوں ہوا؟

اول شق کا جواب صاحب روایت النحو صاحب المصباح المنیر یوں دیتے ہیں کہ لفظ قبل اور بعد مضاف الیہ کی طرف محتاج ہونے میں حروف کے مشابہ ہیں یعنی جس طرح حرف بغیر دوسرے کلمہ کے ملائے اپنے معنی مستقل بالمفہوم پر دلالت نہیں کرتا اسی طرح یہ بھی اپنے معنی کے بیان کرنے میں مضاف الیہ کے محتاج ہوتے ہیں اس لئے یہ مبنی ہوتے ہیں اور آخری نکتہ کی وضاحت صاحب الہامیہ اس طرح کرتے ہیں کہ قبل اور بعد لازم

الاضافت ہیں اور قطع اضافت کی بناء پر اس میں ایک قسم کی خفت اور ضعف وکمی آ گئی اور ضمہ چونکہ تمام اعراب میں ثقیل اور قوی ہے تو اسی اعراب کو دیدیا گیا تا کہ مافات کی تلافی (جو کہ حذف مضاف الیہ ہے) اوراس نقصان کی تکمیل ہوجائے، مبنی علی الضم لجبر النقصان الذی هو حذف المضاف اليه

(الہامیہ ص:۱۰، المصباح ص:۵۱، روایت النحوص ۸۷)

ظروف مبینہ کے مبنی ہونے کی وجہ

ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرف کے معنی کو شامل ہیں جیسے اَیْنَ ہمزہ استفہام کے معنی کو شامل ہے۔ (مصباح ص:۲۰۶)

قط وعوض کے مبنی ہونے کی وجہ

ظروف مبینہ میں سے قط جو ماضی منفی میں استغراق نفی کے طور پر آتا ہے اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قلت بناء میں حرف کے ساتھ مشابہ ہے اور دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ قط میں لام استغراق کے معنی پائے جاتے ہیں لہٰذا بوجہ مشابہت مبنی الاصل مبنی قرار دیئے گئے اور عوض جو مستقل منفی کے لئے بطریق استغراق آتا ہے اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عوض کا مضاف الیہ قبل اور بعد کی طرح محذوف منوی ہوتا ہے لہٰذا یہ مضاف الیہ کی طرف محتاج ہوا اور احتیاج میں حرف کی ساتھ مشابہ ہوا (روایہ ص:۸۹، مصباح ص:۵۰)

لَدیٰ ولَدُنْ کے مبنی ہونے کی وجہ

ان میں سے بعض تو قلت بناء میں حرف کے مشابہ ہیں اور باقی ان پر محمول ہیں۔

(ورایہ ص:۸۹، مصباح ص:۲۱۰)

مذ اور منذ کے مبنی ہونے کی وجہ

مذ اور منذ کا استعمال دو طریقے سے ہوتا ہے ایک بطور حرف جر اور دوسرا بطور اسم، جس وقت یہ حرف جر ہوں گے تو ان کا مبنی ہونا ظاہر ہے کیونکہ تمام حروف مبنی ہوا کرتے ہیں، اور جس وقت یہ اسم ہوں تو مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس مذ اور منذ کے ساتھ

Scanned with CamScanner

مشابہ ہیں جو حرف جر ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مذ کی وضع حرف جر کی وضع کے مانند ہے اور منذ اسی پر محمول ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ غایات کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں بایں طور کہ غایات مقطوع عن الاضافت ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی مگر چونکہ یہ مقطوع عن الاضافت المعنویہ ہیں اسی وجہ سے یہ ہمیشہ مبنی ہوتے ہیں، بخلاف غایات کے۔

(مصباح ص:۲۰۹، درایہ ص:۱۸۰)

فائدہ

مذ اور منذ میں سے ہر ایک ترکیب میں مبتدا ہوتا ہے اس لئے کہ دونوں بتاویل اضافت اور معنی میں اول مدت یا جمیع مدت کے ہیں اور مابعد اس کا خبر ہے بخلاف زجاج نحوی کے کہ اس کے نزدیک مذ اور منذ خبر مقدم اور اس کا مابعد مبتدا مؤخر ہیں زجاج نحوی کی دلیل یہ ہے کہ دونوں نکرہ ہیں لہٰذا مبتدا نہیں ہو سکتے ہیں، جمہور حضرات کہتے ہیں کہ دونوں ماؤل بمعرفہ ہیں۔ (مصباح ص:۲۱۰)

اَیْنَ اور اَنّٰی کے مبنی ہونے کی وجہ

یہ دونوں مبنی برفتحہ اس لئے ہوتے ہیں کہ حرف استفہام اور حرف شرط (جو کہ مبنی الاصل ہیں) کے معنی کو متضمن ہوتے ہیں۔ (روایہ ص:۸۸، مصباح ص:۲۰۸)

اذا کے مبنی ہونے کی وجہ

صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ معنی حرف شرط یعنی ایک جملہ کا مضمون دوسرے جملہ پر مرتب ہونے کی وجہ سے یہ مبنی ہیں۔ (درایہ ص:۱۷۸، روایہ ص:۸۸)

اِذْ کے مبنی ہونے کی وجہ

صاحب مصباح نے اس کی یہ وجہ لکھی ہے کہ چونکہ اِذْ معنی شرط کو متضمن نہیں ہوتا لہٰذا اس کے مبنی ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی وضع مثل حرف کے ہے۔

(مصباح ص:۲۰۸)

Scanned with CamScanner

کَیْتَ وَذَیْتَ کے مبنی ہونے کی وجہ

کیت اور ذیت بفتح التاء والکسر والضم کلام اور بات کے کنایہ کے لئے آتا ہے اور یہ دونوں مبنی اس لئے ہیں کہ جملہ کی جگہ واقع ہوتے ہیں اور جملہ صاحب مفصل علامہ زمخشری کے نزدیک مبنی ہے۔ (درایہ ص:۸۵)

کم استفہامیہ وکم خبریہ کے مبنی ہونے کی وجہ

صاحب درایہ نے اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ فرمائی ہے کہ کم استفہامیہ ہمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہے جو کہ حرف ہے اور کم خبریہ بناء میں کم استفہامیہ پر محمول ہے۔
(درایہ ص:۱۷۴، روایہ ص:۸۵، المصباح ص:۵۲، مصباح ص:۲۰۳)

کذا کے مبنی ہونے کی وجہ

یہ ہے کہ کذا کاف تشبیہ اور ذا اسم اشارہ سے مرکب ہے اور یہ دونوں مبنی ہیں تو چونکہ اس کے اجزاء مبنی ہیں لہٰذا جو ان سے مرکب ہے وہ بھی مبنی ہوگا۔
(درایہ ص:۱۷۴، المصباح ص:۵۲ مصباح ص:۲۰۳)

ایک اشکال کا جواب

یہاں ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ اسم زید بھی تین حرف سے مرکب ہے اور تینوں مبنی الاصل ہیں لہٰذا یہاں بھی یہ ہونا چاہئے کہ ان حرف سے مرکب زید بھی مبنی ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں میں فرق ہے کہ کذا ایک حرف اور ایک اسم مبنی سے مرکب ہے لہٰذا وہ مبنی ہوگا بخلاف زید کے کہ وہ تین حرف سے مرکب ہے پس ترکیب کے بعد اس کا حکم یہ نہ ہوگا جو ترکیب سے پہلے حروف ہجا کا ہے۔ (مصباح ص:۲۰۳)

متیٰ کے مبنی ہونے کی وجہ

متی استفہام زمانی وشرط مکانی کے لئے آتا ہے جیسے متی تسافر (کب سفر کریگا) متی تصم اصُم (تو جس وقت روزہ رکھے گا میں روزہ رکھوں گا) چونکہ متی حرف استفہام وحرف شرط کے معنی میں ہے اس لئے بوجہ مشابہت مبنی الاصل یہ مبنی ہیں۔
(روایہ ص:۸۸، المصباح ص:۴۹، مہ ا ح ص:۲۰۸)

Scanned with CamScanner

کیف کے مبنی ہونے کی وجہ

کیف جو استفہام حالی یعنی کسی چیز کی حالت اور صفت دریافت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے کیف انت تم کیسے ہو اچھا یا بیمار وغیرہ چونکہ یہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہے اس لئے مبنی ہے۔ (روایہ ص:۸۹، مصباح ص ۲۰۸)

ایّان کے مبنی ہونے کی وجہ

ظروف مبنیہ میں سے ایان جو استفہام زمانی کے لئے آتا ہے حرف استفہام کے معنی میں متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے جیسے ایان یومُ الدینَ. جزا کا دن کب ہے۔
(روایہ ص:۸۹، المصباح ص:۴۹)

اعراب بالحرکت کو تین میں منحصر کرنے کی وجہ

اعراب بالحرکت رفع نصب جر ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ معانی (مدلول) چونکہ تین ہی ہیں تو اعراب (دال) بھی تین ہوں گے تا کہ دال مدلول کے مطابق ہو جائے اور اس لئے بھی کہ اعراب یا تو کلام کے عمدہ یا فضلہ ہونے پر دلالت کرے گا، اول کی صورت میں رفع ہے اور ثانی دو حال سے خالی نہیں یا تو بلا واسطہ فضلہ اور زیادتی پر دلالت کرے گا یا بالواسطہ اول نصب اور ثانی جر ہے۔ (تحریر سنبٹ ص:۲۸ تا ۲۹، الہامیہ ص:۴۷)

اسمائے اصوات کے مبنی ہونے کی وجہ

یہ ہے کہ یہ اسماء ترکیب میں واقع نہیں ہوتے ہیں اگر ترکیب میں واقع ہوں تو ان میں تصرف و تغیر نہیں کرتے تا کہ حکایات مقصود باقی رہے۔ (مصباح ص:۲۰۰ درایہ ص:۱۷۲)

اعتراض

جناب اس کی کیا وجہ ہے کہ اسماء اصوات ترکیب کے وقت بھی مبنی ہوتے ہیں اور حروف کے اسماء جیسے باء ب کا اسم اور تاء ت کا اسم وغیرہ کیوں معرب ہوتے ہیں حالانکہ انہیں مبنی ہونا چاہئے؟

Scanned with CamScanner

جواب

محترم آپ ذہن کو حرکت دیں گے تو خود سمجھ میں آ جائے گا کہ حروف کے اسماء حقیقت میں آپنے مسمیات کے واسطے اسی طرح موضوع ہیں جس طرح رَجُلٌ ترکیب کے نہ ہونے کی وقت مبنی ہے اور ترکیب کے وقت معرب اسی طرح حروف کے اسماء بھی ہیں اور اسماء اصوات یہ مسمیات کے لئے موضوع نہیں ہیں تو ترکیب کے وقت ان سے مسمیٰ مراد نہیں لیا جاتا ہے۔ بلکہ یا تو صوت کی حکایت ہوتی ہے یا تو حیوان کو اس سے آواز دی جاتی ہے۔ (درایہ وحاشیہ، ہدایت النحو ص:۶۰)

منادیٰ مفرد معرفہ کے مبنی ہونے کی وجہ

یہ ہے کہ منادیٰ مفرد معرفہ کاف اسمی کے موقع میں واقع ہوتا ہے اور کاف اسمی کو کاف خطاب حرفی کے ساتھ لفظاً اور معناً مشابہت ہے جو کہ مبنی ہے اس لئے بوجہ مشابہت مبنی اصل کے یہ مبنی ہوا، اِنما یَبنیٰ لِوُقُوعَةِ مَوقعِ الکَافِ الِاسمِیَّةِ الخ۔

(تحریر سنبٹ ص ۱۰۲، الہامیہ ص: ۱۳۶)

منادیٰ مفرد معرفہ کا مبنی علیٰ الضم ہونے کی وجہ

منادیٰ مفرد معرفہ میں مبنی علیٰ الضم کے سوا کوئی اور صورت نہیں مبنی علی السکون تو اس لئے نہیں کہ سکون اصل مبنی کی علامت ہے اور یہ مشابہ مبنی الاصل ہے اور علامت نصب و جر بھی اس لئے نہیں کہ علامت نصب پر مبنی کرنے کی حالت میں اس کا التباس اس منادیٰ کے ساتھ ہوگا جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہے اور یاء متکلم کو الف سے بدل کر ماقبل الف کو فتحہ دیکر الف کو گرا دیا گیا ہو جیسے یاغُلامُ اور علامت جر پر مبنی کرنے کی صورت میں اس منادیٰ کے ساتھ التباس ہوگا جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہے اور یاء کو حذف کر کے کسرہٗ ماقبل کو باقی رکھا گیا ہو جیسے یارَبِّ یااَبَتِ اس بناء پر منادیٰ مفرد معرفہ مبنی علی الضم قرار دیا گیا۔ ویبنی علیٰ الضمة دون الفتحة والکسرة لانهٗ لو یبنی علیٰ الفتحه لاتبسر بالمنادیٰ الخ۔ (تحریر سنبٹ ص: ۱۰۲، مصباح ص: ۱۴۳، الہامیہ ص: ۱۳۶)

Scanned with CamScanner

نون تثنیہ مکسور ہونے کی وجہ

نون تثنیہ پر کسرہ آنے کی چند وجوہ ہیں، اول یہ کہ تثنیہ بلحاظ مفرد و جمع اوسط حال میں ہے اور کسرہ بھی بلحاظ رفع ونصب اوسط حال میں ہے لہٰذا اوسط کے لئے اوسط اختیار کیا گیا، دوم یہ کہ بعض حضرات کے مذہب پر نون تنوین کے عوض ہے اور تنوین حرف ساکن ہے لہٰذا السّاکن اذا حُرک حُرّک بالکسر کے تحت نون کو کسرہ دیا گیا، سوم یہ کہ اگر نون تثنیہ مکسور نہ ہوتو پھر مفتوح یا مضموم ہوگا اور یہ دونوں صورتیں ناممکن ہیں اس لئے کہ اگر اس کو فتحہ دیا جائے تو توالیٔ فتحات لازم آئے گا جو ناجائز ہے مثلاً رَجُلاَنِ میں لام پر فتحہ اس کے بعد الف جو دو فتحوں کا مرکب ہے یہ تین فتحہ ہوئے اس کے بعد اگر نون پر فتحہ ہوتو پے در پے چار فتحوں کا آنا لازم آئے گا جو کہ مکروہ ہے، اور اگر اس کو ضمہ دیا جائے تو اس چیز کا جو کلام عرب میں متروک ہے پایا جانا لازم آئے گا اس لئے کہ نون ایک حرفی کلمہ ہے جیسا کہ ہمزۂ استفہام واؤ عاطفہ وغیرہ ہیں اور ایک حرفی کلام عرب میں مضموم نہیں پایا جاتا۔(روایہ ص:۴۲)

نون تثنیہ پر تنوین نہ آنے کی وجہ

اگر سطحی نظر سے دیکھا جائے تو تثنیہ کے نون پر تنوین آنی چاہئے کیونکہ یہاں پر بظاہر کوئی مانع تنوین نہیں ہے مگر عمیق نظر سے دیکھنے کے بعد اس میں مانع تنوین مبنی ہے اس لئے کہ تثنیہ اسم اور حرف سے مرکب ہوتا ہے۔ اور حرف مبنی ہوتا ہے بخلاف اسم مفرد کے کہ وہ بنفسہٖ اسم ہوتا ہے اس لئے مفرد اسم میں تنوین آئیگی اور تثنیہ میں نہیں، ثاقب القاسمی

نون جمع مفتوح ہونے کی وجہ

چونکہ جمع معنی کے اعتبار سے ثقیل ہے اور ثقیل خفیف کا تقاضا کرتا ہے اور چونکہ فتحہ اخف الحرکات ہے اس لئے یہ حرکت نون جمع کو دیدی گئی، دوسری وجہ ہے کہ اس کے لئے فتحہ کے علاوہ کوئی اور حرکت موزوں و مناسب نہیں اس لئے کہ اگر نون جمع پر ضمہ دیں گے تو توالیٔ ضمات لازم آئے گا جو ناجائز ہے مثلاً مُسْلِمُونَ میں میم پر ایک ضمہ ہے اور اس کے بعد واؤ جو دو ضموں سے بنتا ہے اور اگر نون پر بھی ضمہ دیا جائے تو چار ضمے لگاتار آئیں گے

Scanned with CamScanner

جو غیر پسندیدہ ہے اور اگر نون جمع کو کسرہ دیا جائے تو ضمہ حقیقی یا ضمہ تقدیری سے کسرہ حقیقیہ کی طرف خروج لازم آئے گا اور یہ ثقیل ہے۔ لِاَنَّهٗ لَوْ کَانَ مضموماً لزم توالی اربع ضمات الخ. (الہامیہ ص:۵۷)

تثنیہ اور جمع میں نون آنے کی وجہ

نون تثنیہ اور نون جمع کے متعلق چار مذاہب ہیں، اول مذہب کیسان نحوی کا یہ ہے کہ وہ صرف تنوین مفرد کے عوض میں ہے نہ کہ فقط حرکت کے عوض میں اور نہ حرکت وتنوین دونوں کے عوض میں ہے، دوم مذہب زجاج یہ ہے کہ وہ حرکت مفرد کے عوض میں ہے اور تنوین کے عوض میں نہیں، سوم مذہب ابن علی ان کے نزدیک نون مذکور حرکت اور تنوین دونوں کے عوض میں ہے اس لئے کہ لام کے ساتھ نون پائے جاتے ہیں اور اضافت کے وقت نون گر جاتے ہیں، چہارم مذہب ابن مالک نحوی ان کے نزدیک نون مذکور کسی کے عوض میں نہیں ہے نہ حرکت کے عوض میں اور نہ تنوین کے عوض میں اور نہ ان دونوں کے عوض میں بلکہ نون تثنیہ ونون جمع اس لئے لایا جاتا ہے کہ مفرد کے ساتھ التباس نہ ہو جیسے جَوْزَانِ کہ اس میں نون اس لئے لایا گیا ہے کہ مفرد کے ساتھ التباس نہ ہو کیونکہ جَوْزَان جوزیٰ کا تثنیہ ہے جب اس کا تثنیہ بنانا چاہا تو اس کے آخر میں الف تثنیہ بڑھایا جوزا ہوا اور جب جوزا الف زیادہ کرنے کے بعد عصا کی طرح ہوا جو مفرد ہے تو نون تثنیہ زیادہ کردیا۔ تاکہ وہ مفرد کے ساتھ ملتبس نہ ہو باقی وہ کلمات جن میں التباس نہیں ہوتا ان میں طرد اللباب زیادہ کیا جاتا ہے۔ (منہل بحوالہ الہامیہ ص:۵۶ تا ۵۷)

نون تثنیہ ونونِ جمع بوقت اضافت ساقط ہونے کی وجہ

نحویوں کا ایک مسلم ضابطہ ہے کہ نون تثنیہ اور نون جمع اضافت کے وقت دونوں ساقط ہو جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں نون تنوین کے عوض میں ہیں جیسا کہ کیسان نحوی کا مذہب ہے اور اضافت کے وقت تنوین ساقط ہو جاتی ہے تو چونکہ اصل تنوین ساقط ہو جاتی ہے تو نون اسی کے عوض میں ہے اور جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ نون تثنیہ

Scanned with CamScanner

ونون جمع حرکت یا حرکت وتنوین دونوں کے عوض میں یا دفع التباس کے لئے ہے ان کے نزدیک نون کا گرنا کلام کو اختصار کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ (الہامیہ ص:۵۷)

اسم مقصور میں اعراب تقدیری ہونے کی وجہ

اس میں تقدیری اعراب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے آخر میں الف ہوتا ہے جیسے عصا اور موسیٰ وغیرہ اور یہ ظاہر ہے کہ الف کسی حرکت کو قبول نہیں کرتا کیونکہ جب اس پر حرکت آ جائے گی تو پھر یہ الف نہیں بلکہ ہمزہ ہو جائے گا اور جب غیر جمع مذکر سالم یاء متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس وقت اعراب لفظوں میں لانا اس لئے دشوار ہے کہ، ی ۸۹ یاء متکلم اپنے ماقبل کسرہ کو چاہتی ہے اور یہ کسرہ لازمی ہے لہٰذا یہ مانع اعراب لفظی ہوگا اور تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری ہوگا۔ (المصباح ص:۴۷، الہامیہ ص:۵۸)

اسم منقوص میں حالت رفعی وجری میں اعراب تقدیری کی وجہ

اسم منقوص کے دو حالتوں میں اعراب تقدیری کی وجہ صاحبِ الہامیہ لکھتے ہیں کہ ضمہ اور کسرہ یاء پر ثقیل ہوتا ہے کیونکہ ان مقامات پر اعراب لفظی ظاہر کرنا طبع سلیم پر گراں ہوتا ہے۔ دوسری وجہ محشی ہدایت النحو نے شرح لباب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رفع تقدیری کی وجہ یہ ہے کہ کسرہ سے ضمہ کی طرف منتقل کرنا زبان پر ثقیل ہوتا ہے اور کسرہ تقدیری کی وجہ یہ ہے کہ حالتِ جر میں تین کسرہ ایک حرف میں جمع ہو جائیں گے ایک یاء سے پہلے دوسرا یاء تیسرا بعد یاء جو کہ ثقل کا باعث ہے اس لئے حالتِ رفع و جر میں اعراب تقدیری رکھا گیا۔

(الہامیہ ص:۶۰، حاشیہ ہدایت النحو ص:۱۲)

اسم منقوص کی حالت نصبی میں اعراب لفظی کی وجہ

یہ ہے کہ یاء پر فتحہ دشوار اور ثقیل نہیں ہوتا اس لئے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے لہٰذا یاء کی مناسبت سے حالت نصبی میں اعراب لفظی قباحت سے خالی ہے واما وجه اللفظی حاله النصب فلانّ الفتحة اخف الحركات. (الہامیہ ص:۶۰، روایہ ص:۲۳)

جمع مذکر سالم میں رفع تقدیری ہونے کی وجہ

جمع مذکر سالم جب یاء متکلم کی طرف مضاف ہوگا تو حالت رفع میں اعراب تقدیری ہوگا اس میں اعراب لفظی اس وجہ سے ثقیل ہے کہ حالت رفع میں مذکر سالم کا اعراب واؤ ہوتا ہے اور واؤ کا تلفظ اس اضافت کے وقت میں ثقیل ہوتا ہے کیونکہ واؤ اخت ضمہ ہے اور یاء اخت کسرہ اگر واؤ کا تلفظ کریں تو خروج ضمہ سے کسرہ کی طرف لازم آئے گا جو باعث ثقل ہے لہٰذا واؤ یاء ہوکر اعراب تقدیری ہوگا۔ (مصباح ص:۷۴)

جمع مذکر سالم کی حالت نصبی و جری میں اعراب لفظی کی وجہ

حالت نصبی و جری میں اعراب لفظی کی وجہ یہ ہے کہ اس حالت میں ان کی علامت یاء ہے اور یاء کو یاء میں ادغام کریں تو اس میں ثقل اور بھاری پن نہیں ہے کیونکہ ضمہ سے کسرہ کی طرف خروج لازم نہیں آتا بلکہ کسرہ سے کسرہ کی طرف خروج ہے لہٰذا یاء علامت اپنی حالت پر رہتے ہوئے یاء متکلم میں مدغم ہوئی ہے اور ادغام شئی حقیقت سے خارج نہیں کرتا بلکہ منضم کرتا ہے اس وجہ سے ان دونوں حالتوں میں اعراب لفظی ہی رہے گا۔ (الہامیہ ص:۶۰، مصباح ص:۷۴)

یاء پر ضمہ و کسرہ کے ثقیل ہونے کی وجہ

حروف علت میں سے ایک یاء ہے مگر اس پر ضمہ و کسرہ کا اعراب ثقیل و دشوار ہوتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ حرف علت تمام حروف میں ضعیف و کمزور ہے اسلئے کہ اہل عرب کسی درد و کسک پر وائی کا تلفظ کرتے ہیں جو حرف علت کا مجموعہ ہے اور چونکہ اعراب میں ضمہ اور کسرہ قوی الحرکت ہے لہٰذا ضعیف قوی کا متحمل نہیں ہوگا اس لئے یاء پر ضمہ و کسرہ دشوار ہوتا ہے۔ (محمد ہارون ثاقب دریاپوری)

جمع مؤنث سالم میں نصب کو جر کے تابع کرنے کی وجہ

صاحب الہامیہ جمع مؤنث سالم میں نصب کو جر کے تابع کرنے کی وجہ تحریر کرتے ہیں کہ جمع مؤنث سالم جمع مذکر سالم کی فرع ہے اور جمع مذکر سالم میں نصب جر کے تابع ہے لہٰذا اس کی فرع میں بھی ایسا کیا گیا تا کہ فرع کی زیادتی اصل پر لازم نہ آئے اور اصل و فرع میں مطابقت وہ موافقت باقی رہے۔ (الہامیہ ص:۵۰، روایہ ص:۲۰)

Scanned with CamScanner

جمع مذکر سالم میں نصب کو جر کے تابع کرنے کی وجہ

چونکہ اعراب کی تقسیم ہوتے ہوتے ایک اعراب اور چار مستحقین باقی رہ گئے اس لئے ایک اعراب کو چاروں مستحقین پر اس طرح تقسیم کیا کہ تثنیہ اور جمع کی حالت جری میں ی لائے اور نصب کو جر کے تابع کر دیا اور دونوں میں یا ماقبل مفتوح دیا، ماقبل مکسور کے ذریعہ باہم فرق کر دیا تقسیم اعراب مفصل طریقے سے آگے بیان کریں گے، انشاء اللہ

(مصباح ص:۱۷)

تثنیہ میں یا ماقبل مکسور اور جمع میں ماقبل مفتوح نہ کرنیکی وجہ

تثنیہ میں یاء ماقبل مفتوح اور جمع میں یاء ماقبل مکسور رکھا اس کے برعکس نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جمع قلیل ہے اور قلیل بمنزلہ خفیف ہوتا ہے اور اس کے مناسب ثقیل ہے لہٰذا جمع میں یاء کے ماقبل کسرہ دیا گیا جو کہ ثقیل ہے اور تثنیہ چونکہ بہ نسبت جمع کے کثیر ہے اور کثرت صورت ثقیل ہے اس لئے ان میں یاء کے ماقبل کو فتحہ دیا گیا جو کہ اخف الحرکات ہے۔

(مصباح ص:۱۷)

حالت رفع کو کسی کے تابع ومتبوع نہ کرنے کی وجہ

جس طرح تثنیہ اور جمع میں نصب کو جر کے تابع کیا جاتا ہے اسی طرح رفع کو بھی نصب اور جر کے تابع ہونا چاہئے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس کی وجہ صاحب الہامیہ لکھتے ہیں کہ رفع کو نصب اور جر سے کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے کہ رفع عمدہ کی علامت ہے اور نصب اور جر علامت فضلہ ہے لہٰذا دونوں میں کوئی مناسبت اور مطابقت نہ ہونے کی بناء پر نصب وجر کو تابع ومتبوع کر دیا اور رفع کو اس سے برطرف رکھا بانہٗ لامناسبة بین الرفع وبین النصب والجر اذا الرفع علامة العمدة وهما علامة الفضلة الخ. (الہامیہ ص:۵۵)

Scanned with CamScanner

غیر منصرف میں جر کو نصب کے تابع کرنے کی وجہ

غیر منصرف فعل کے مشابہ ہے کیونکہ جس طرح غیر منصرف میں دو سبب پائے جاتے ہیں اسی طرح فعل میں بھی دو سبب ہوتے ہیں ایک مصدر سے اشتقاق فعل دوسرے فعل کا محتاج اسم ہونا تو چونکہ مشابہ فعل ہے اور فعل پر کسرہ وتنوین نہیں آتا لہٰذا جب کسرہ متعذر ہو گیا تو لامحالہ جر نصب کے تابع ہو گا۔ (غایۃ التحقیق بحوالہ الہامیہ ص:۵۰ تحریر سنبٹ ص:۳۱)

فعل پر کسرہ وتنوین کے نہ آنے کی وجہ

فعل پر کسرہ وتنوین[۱] کے نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں خواص اسم میں سے ہیں اور خاصیت کہتے ہیں مَایُوْجَدُ فِیْهِ وَلَایُوْجَدُ فِیْ غیرہٖ یعنی جو چیز جس میں پائی جائے اس کے ماسوا میں نہ پائی جائے لہٰذا جو ایک شئی کی خاصیت بن گئی دوسروں کی نہیں بنے گی۔ (مؤلف)

تنوین کا خاصیتِ اسم ہونے کی وجہ

یہ ہے کہ تنوین لام اور اضافت کی نقیض وضد ہے بایں طور کہ لام اور اضافت حصول تعریف کے لئے ہوتے ہیں بخلاف تنوین کے کہ وہ تنکیر کے لئے ہوتی ہے تو چونکہ لام اور اضافت یہ دونوں اسم کے ساتھ مخصوص ہیں تو اسی طرح تنوین نقیض کو نقیض پر محمول کر کے اسم کی خاصیت کر دیا گیا۔ (الہامیہ ص:۳۱)

جر کا خاصیتِ اسم ہونے کی وجہ

یہ ہے کہ جر حرف جر کا اثر اور نتیجہ ہے اور چونکہ حرف جر اسم کے ساتھ خاص ہے تو اثر یعنی جر بھی اسم کے ساتھ خاص ہو گا ورنہ اثر اور مؤثر کا تخالف عن المؤثر ہونا لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ جر اضافت کی علامت ہے اور اضافت اسم کے ساتھ مخصوص ہے لہٰذا علامت بھی اسم کے ساتھ خاص ہو گی۔ لانہ الجر اثر حرف الجر وھو یختص بالاسم و کذا اثرہ والالزم المخالفة۔ (الہامیہ ص:۳۰ تا ۳۱)

---

[۱] تنوین کی چار قسمیں اسم کی خاصیت ہیں کیونکہ تنوین ترنم فعل میں پائی جاتی ہے لہٰذا یہ مستثنیٰ ہے۔ ۱۲

Scanned with CamScanner

اسم کے ساتھ ادخال حروف جر کی وجہ

حروف جر کو اسم کے ساتھ داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ معنیٰ فعل یا اس کے مشابہ اسم تک پہونچائے تو ضروری ہے کہ حروف جر کا مدخول اسم ہو ورنہ افضاء الشئی الیٰ نفسہ لازم آئے گا اور یہ بدیہی البطلان ہے۔ (الہامیہ ص:۳۱)

لام تعریف کا خاصیت اسم ہونے کی وجہ

خواص اسم میں سے ایک ادخال لام تعریف بھی ہے کیونکہ لام معنیٰ مستقل مطابقی کے تعین پر دلالت کرتا ہے اور یہ معنیٰ مستقل اسم کے سوا کسی اور میں نہیں پائے جاتے ہیں حرف میں تو سرے سے ہی معنیٰ مستقل نہیں اور فعل اگر چہ معنیٰ مستقل پر دلالت کرتا ہے لیکن وہ معنیٰ مطابقی نہیں بلکہ تضمنی ہے اس لئے کہ فعلمعنیٰ مصدری کے اعتبار سے مستقل ہے نہ کہ باعتبار مجموعہ معنیٰ مطابقی کے اور لام تعریف کو اسم کے ساتھ خاص کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ لام ذات کی تعیین کے لئے اور ذات صرف اسم ہے۔

(الہامیہ ص:۲۹ تا ۳۰، مصباح ص:۳۳ تا ۳۴، تحریر سنبٹ ص:۲۲)

لام تعریف کے متعلق نحویوں کے اقوال

حرف تعریف کے بارے میں میں نحویوں کے مختلف اقوال ہیں چنانچہ سیبویہ کا عندیہ یہ ہے کہ حرف تعریف صرف لام ہے اور ہمزہ وصل شروع میں ابتداء بالسکون کے متعذر ہونے کی وجہ سے زیادہ کیا جاتا ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ الف درج کلام میں گر جاتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ الف حرف تعریف میں داخل نہیں اور حرف تعریف میں صرف لام ہونے کی دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ معرفہ نکرہ کی ضد ہے اور نکرہ کی علامت حرف واحد تنوین ہے لہٰذا معرفہ کی بھی علامت حرف واحد لام ہوگا اور استاذ سیبویہ امام نحو خلیل کہتے ہیں کہ حرف تعریف الف ولام دونوں کا مجموعہ ال ہے جیسے ھَلْ حرف استفہام شدت اتصال کی بناء پر دو حرف سے مرکب ہے رہی بات الف کا درج کلام میں ساقط ہونا تو اس وقت الف کی جگہ لام نیابت کرتا ہے۔ جیسے جز کل کی نیابت کرتا ہے۔

اور مبرد نحوی کا نظریہ یہ ہے کہ حرف تعریف صرف ہمزہ ہے اور لام کو اس کے بعد ہمزہ استفہام اور ہمزہ تعریف کے مابین فرق اور امتیازی شان پیدا کرنے کیلئے زیادہ کیا جاتا ہے مگر ان تمام مذاہب میں سیبویہ کا مذہب زیادہ پسندیدہ اور مختار ہے۔

(تحریر سنبٹ ص:۲۲، الہامیہ ص:۳۰، روایہ ص:۱۰)

ہمزہ استفہام کو چھوڑ کر ہمزہ تعریف میں زیادتی کی وجہ

مذکورہ بالا تحقیقات میں ہمزہ تعریف میں لام کا اضافہ کیا گیا اور ہمزہ استفہام میں نہیں اس کی وجہ صاحب الہامیہ لکھتے ہیں کہ استفہام میں غیروں سے طلب دریافت ہوتی ہے جو کہ عجلت کا مقام ہوتا ہے اور مطلوب کے ملنے کا انتظار رہتا ہے اس لئے ہمزۂ استفہام میں اختصار اولیٰ اور بہتر ہے اور یہ بات ہمزہ تعریف میں نہیں ہے اس لئے ہمزۂ تعریف میں اضافہ کیا گیا۔ (الہامیہ ص:۳۰)

اضافت کا خاصیت اسم ہونے کی وجہ

اضافت اسم کی علامت کئی وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ اضافت تعریف وتخصیص وتخفیف کا فائدہ دیتی ہے اور یہ تینوں چیزیں اسم میں پائی جاتی ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ اضافت بتقدیر حرف جر ہوتی ہے جو کہ اسم کے ساتھ ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ اضافت سے تنوین اور اس کے قائم مقام نون تثنیہ ونون جمع اور الف لام ساقط ہوجاتے ہیں اور یہ ساری چیزیں اسم کی خاصیتیں ہیں لہٰذا اضافت بھی اسم کی خاصیت ہوگی۔ (الہامیہ ص:۲۹)

اسماء ستہ مکبرہ کو چھ میں منحصر کرنے کی وجہ

اس کے متعلق صاحب تحریر سنبٹ لکھتے ہیں کہ چونکہ تثنیہ اور جمع میں سے ہر ایک کی تین تین حالتیں ہیں اس لئے ہر حال کے مقابلہ میں ایک مستقل اسم کو رکھا۔ لما کان لکل واحدٍ من التثنیة والجمع احوال ثلٰثة جعلنا فی مقابلة کل حال اسماً علیٰ حدة

(تحریر سنبٹ ص:۳۲)

Scanned with CamScanner

ذو کا ضمیر کی طرف مضاف نہ ہونے کی وجہ

ذو جو اسماء ستہ میں سے ہے ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اس لئے کہ ذو کی وضع اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر دوسری چیز کی صفت قرار دینے کے لئے ہے اب اگر ضمیر کی طرف مضاف ہوگا تو خلاف وضع لازم آئے گا اس لئے کہ ضمیر اسم جنس نہیں ہے اور چونکہ اس کی اضافت اسم جنس کی طرف لازم ہے اس لئے وہ اضافت سے علیحدہ بھی نہیں ہوسکتا۔

ذو لا یضاف الیٰ مضمر لانه وضع الواضع وصلة توصیف الشئی الخ.

(تحریر سنبٹ ص:۱۷۴)

معرب کی حرکات کو "انواع" اور مبنی کی حرکات کو "القاب" سے تعبیر کرنیکی وجہ

علامہ ابن حاجب نے اپنی کتاب کافیہ اور صاحب ہدایۃ النحو نے اپنی کتاب میں معرب کی حرکات کو انواع اور مبنی کی حرکات کو القاب سے تعبیر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انواع سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ رفع نصب جر میں سے ہر ایک کے تحت متعدد افراد ہیں چنانچہ رفع کے تحت واؤ الف ضمہ ہے اور نصب کے تحت یاء الف فتحہ کسرہ ہے اور جر کے تحت یا فتحہ کسرہ ہے لہٰذا اگر انواع کے بجائے اقسام یا اس کے ہم مثل کوئی دوسرا لفظ لاتے تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا جو نوع کے لفظ سے حاصل ہے کیونکہ نوع اس کلی کو کہتے ہیں جو متفق الحقائق افراد پر محمول ہو دوسری وجہ یہ ہے رفع نصب جر میں سے ہر ایک معانی کے انواع میں سے ایک ایک نوع پر دلالت کرتا ہے لہٰذا جب ان کے مدلولات انواع ہیں تو دوال بھی انواع ہونے چاہئیں اور مبنی کی حرکات چونکہ ایسی نہیں اس لئے ان کا نام القاب ہے کیونکہ ضم فتح کسر میں سے ہر امر پر دلالت کرتا ہے یعنی بناء پر۔

(مصباح ص:۶۰، روایہ ص:۱۸، ایضاح ص:۱۱)

رفع کا علامتِ فاعل ہونے کی وجہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ فاعل کے افراد دیگر کے مقابلہ میں کم ہیں اور جس کے افراد کم ہوا کرتے ہیں وہ ثقیل نہیں سمجھا جاتا اور رفع چونکہ ثقیل اور قوی ہوتا ہے اس لئے فاعل خفیف کو

Scanned with CamScanner

رفع ثقیل دیدیا گیا تا کہ باہم تناسب اور تعادل قائم ہوجائے الرفع ثقیل والفاعل قلیل فاعطی الثقیل للقلیل۔ (تحریر سنبٹ ص:۲۹)

نصب کا تخصیص مع المفعول ہونے کی وجہ

نصب کو مفعول کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مفعول کے افراد کثیر ہیں اور کثیر باعث ثقیل ہوتا ہے لہٰذا ثقیل خفیف کا مقتضی ہونے کی بناء پر نصب دیدیا گیا جو تمام اعراب میں خفیف ہے تا کہ دونوں میں یکساں توازن رہے النصب خفیف والمفاعیل کثیرۃ فاعطی الخفیف الخ. (حوالہ بالا)

جر کا مضاف الیہ کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ

جر کا علامت مضاف الیہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کے لئے سوائے جر کے چونکہ کوئی اور علامت نہیں رہی لہٰذا مجبوراً اس کو مضاف الیہ کے لئے خاص کیا گیا لما لم یبق للمضاف الیہ علامۃ غیر الجر فجعل الجر علامتہ (تحریر سنبٹ ص:۲۹، ایضاح ص:۱۱)

حرکت رفع کے ثقیل ہونے کی وجہ

تمام اعراب میں رفع کے ثقیل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رفع کبھی واؤ کے ذریعہ ہوتا ہے جو تمام حروف علت میں ثقیل مانا جاتا ہے اور کبھی ضمہ کے ذریعہ جو ماتحت واؤ ہونے کی وجہ سے تمام حرکات میں ثقیل ہے۔ (ایضاح ص:۱۱)

نصب کے خفیف ہونے کی وجہ

اس کے خفیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نصب کبھی الف سے ہوتا ہے جو تمام حروف میں زیادہ آسان ہے اور کبھی فتحہ سے ہوتا ہے جو تمام حرکتوں میں خفیف تر ہے۔

(ایضاح ص:۱۱)

فاعل اور مفعول میں یاء مصدری کے لاحق کرنے کی وجہ

علامہ ابن حاجب قاعدہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں فالرفع علم الفاعلیۃ والنصب علم المفعولیۃ والجر علم الاضافۃ مذکورہ عبارت کے اول دو صیغوں میں یاء مصدری لاحق کیا گیا

Scanned with CamScanner

اور آخر کے صیغہ کو بلا یاء کے ذکر کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ فاعل ولفظ مفعول کہ وہ دونوں مصدر نہیں تھے اس لئے ان میں یاء مصدری کو لاحق کردیا بخلاف اضافت کے کہ وہ خود مصدر ہے اس لئے اس میں یاء مصدری کے لاحق کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ الاضافة مصدر بنفسها فلایحتاج الیٰ الحاق الیاء بخلاف الفاعل والمفعول لانها لیسامصدرین بنفسها الخ. (تحریر سنبٹ ص:۲۹، ایضاح ص:۱۱)

لفظِ ''اِعلم'' کا اثناء کلام میں لانے کی وجہ

لفظ اِعْلَمْ صیغۂ امر ہے (بمعنی جان تو) اس میں اختلاف ہے کہ اس لفظ کو کلام کے مابین کس وجہ اور مقصد سے لایا جاتا ہے چنانچہ بعض کہتے ہیں اس کو کلام کے شروع میں اس وجہ سے ذکر کرتے ہیں کہ اس سے غرض غافلین کو بیدار کرنا اور جگانا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس کا ذکر اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس سے مابعد کلام کی طرف شوق دلانا ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اعلم کے بعد جو کلام آتا ہے وہ واجب الحفظ ہے، بعض کہتے ہیں کہ سامع اور قاری کیلئے یہ عام خطاب ہے۔ (مصباح: ص ۱۰۹)

مذکورہ وجوہات کے لئے لفظ اعلم کی تخصیص کی وجہ

ابھی مذکورہ تحقیق سے لفظ اعلم کے اہم فوائد و مقاصد معلوم ہوئے لیکن قابل گرفت بات یہ ہے کہ لفظ اعرفْ وَافْهمْ واقْرَأْ کے ذریعہ بھی مذکورہ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں مگر ان وجوہات کے لئے لفظ اعلم کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ مقصود درایت ہے نہ کہ قرأت اِقْرَأْ لانا درست نہیں اور افْهَمْ کا تعلق چونکہ کلام سابق سے ہوتا ہے حالانکہ مقصد کلامِ مابعد سے ہوتا ہے، لہٰذا یہ بھی اس مقام کے مناسب نہیں اور اِعْرَفْ اگرچہ درایت مابعد سے تعلق رکھتا ہے لیکن اس کا استعمال جزئیات میں ہوتا ہے اور یہاں پر امر کلی سے تنبیہ مقصود ہے لہٰذا ان خرابیوں کی بنا پر لفظ اعلم ہی مناسب ہے جو کہ کلیات کے اندر مستعمل ہوتا ہے۔ (درایہ ص:۴۲، مصباح ص:۶۲)

Scanned with CamScanner

نائب فاعل بنانے کی وجہ

فاعل کوحذف کر کے مفعول کو فاعل کے قائم مقام کرنا اس کو نائب فاعل یا الفاظ دیگر مفعول مالم یسم فاعلہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، نائب فاعل درج ذیل اغراض وجوہات کی بنا پر بنائے جاتے ہیں (۱) جس وقت فاعل کا علم نہ ہو جیسے سُرِقَ المتاعُ (۲) جب فاعل خسیس ورذیل ہو جیسے شُتِمَ الخَلِیْفَۃُ (۳) جب فاعل معظم ہو جیسے قُطِعَ اللِّصُّ (۴) سامع کو خوش کرنے کے لئے جیسے قُتِلَ عدوّک (۵) ابہام کی بناء پر جیسے ضُرِبَ زیدٌ (۶) اختصار کی بنا پر جیسے اقیمت الصلوٰۃ (۷) موافقت قافیہ کی بنا پر جیسے......

وَمَا المال والاھْلُ اِلاّ ودائع
ولا بدَّ یوماً اَنْ یُرَدَّ الودائع

(۸) رعایت سجع کی بنا پر جیسے مَالِاَحَدٍ عنده مِنْ نِعْمَۃٍ تُجْزیٰ (۹) علم مخاطب کی وجہ سے جیسے اِذَا بُعْثِرَ مافی القبور اور بھی بہت سی اغراض ہیں جن کی وجہ سے فاعل کو حذف کر کے اس کے قائم مقام کیا جاتا ہے مگر طوالت کی وجہ سے ترک کیا جارہا ہے۔

(درایہ ص:۸۷، مصباح ص:۱۱۸)

اسم وفعل کے عمدہ ہونے کی وجہ

کلام میں اسم وفعل کے عمدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسم مسند اور مسند الیہ اور فعل مسند ہوتے ہیں اور یہ دونوں صفات کلام کے لئے ضروری ہیں اور یہ چیزیں ان میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں اس لئے یہ عمدہ ہے۔ (حاشیہ فوائد ضیائیہ ص:۴۲)

کلمہ اور کلام کا موضوع علم نحو ہونے کی وجہ

علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام اس وجہ سے ہے کہ علم نحو میں ان دونوں کے احوال ذاتی سے بحث کی جاتی ہے اور جس کے احوال ذاتی سے جس علم میں بحث ہو وہ اس علم کا موضوع ہے لہٰذا کلمہ اور کلام بھی علم نحو کا موضوع ہوا لانہ یبحث فی علم النحو عن احوالھما الذاتیۃ الخ. (الہامیہ ص:۱۸، مصباح ص:۲۳)

Scanned with CamScanner

کلمہ کو کلام پر مقدم کرنے کی وجہ

کلمہ کو کلام پر مقدم کرنے کی مختلف وجہیں ہیں، ان میں سے کچھ صاحب الہامیہ لکھتے ہیں، اول وجہ تو یہ ہے کہ کلمہ کلام کا جز ہے لفظاً اور معناً مثلاً زید، زید قائم کا جز ہے جو کہ کلام ہے اور معناً اس طور پر کہ زیدٌ قائمٌ مجموعہ کے معنی ہیں حیوان ناطق مع هذا الشخص وذات من لہ القیام اور لفظ زید کے معنی ہیں حیوان ناطق مع هذا الشخص فقط یہ معنی پہلے مجموعہ معنی کا جز ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ کلمہ کلام کا جز ہے اور ضابطہ ہے کہ جز کل پر مقدم ہوا کرتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ کلمہ مفرد کا نام ہے اور کلام مرکب کا اور قاعدہ ہے کہ مفرد مرکب پر مقدم ہوتا ہے، راقم الحروف کے نزدیک تیسری وجہ یہ ہے کہ کلمہ موقوف علیہ اور کلام موقوف ہے کیونکہ کلام کے سمجھنے کا دارومدار کلمہ پر ہے اور قاعدہ ہے کہ موقوف علیہ موقوف پر مقدم ہوا کرتا ہے جیسا کہ ہفتم عربی کا سال موقوف علیہ ہے کیونکہ اس کے بغیر دورۂ حدیث شریف تک نہیں پہنچ سکتا چوتھی وجہ یہ ہے کہ تقدم وتاخر ہر صورت میں ہوتا ہے اس لئے یہ مصنف کی صوابدید پر ہے۔ (الہامیہ ص:۱۸، تحریر سنبٹ ص:۵)

ایک اہم اشکال اور اس کا جواب

معلم اور متعلم کے درمیان چونکہ یہ اعتراض ایک معنی رکھتا ہے اور عموماً باریک بیں طلبا اس پر تبادلہ خیال کرتے ہیں تاکہ علمی نکات وجواہر نکھر کر سامنے آئے، اس لئے یہ ناچیز خاص کر اس اشکال مع جواب کو ناظرین وقارئین کی نذر کر رہا ہے، اشکال یہ ہے کہ علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نحو ایک فن نہیں بلکہ دو فن ہوں گے، کیونکہ تعدد موضوع تعدد فن کو مستلزم ہے حالانکہ علم نحو ایک فن ہے۔

جواب

اس اعتراض کا جواب صاحب الہامیہ دیتے ہیں کہ تعدد کی دو قسم ہیں۔ (۱) تعدد لفظی ومعنوی دونوں طرح جیسے بالغ وعاقل (۲) تعدد لفظی فقط جیسے قاعد اور جالس، اس مثال میں جو تعدد ہے وہ لفظ میں صرف تعدد ہے معنی کے اعتبار سے نہیں اس لئے کہ قاعد

اور جالس دونوں کے معنی صاحب جلسہ ہے اور تعدد موضوع جو تعدد فن کو مستلزم ہے وہ تعدد لفظی ومعنوی سے متعلق ہے اور کلمہ اور کلام میں جو تعدد ہے وہ تعدد کی دوسری قسم ہے یعنی صرف لفظ میں تعدد مگر حقیقت اور معنی کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں اس لئے دونوں سے مراد لفظ موضوع ہے۔ بان التعدد علیٰ وجهين لفظي ومعنوي كبالغ وعاقل ولفظي فقط كقاعد وجالس فالاول ممنوع الخ. (الہامیہ ص:۱۸)

اعراب تقدیری کو مقدم کرنے کی وجہ

علامہ ابن حاجب نے اپنی مایۂ ناز تصنیف کافیہ میں اعراب تقدیری کو مقدم کیا ہے جب کہ اعراب لفظی اعراب تقدیری کے مقابلہ میں اصل ہے اس کی وجہ شارح لکھتے ہیں کہ اعراب تقدیری کے مقامات کم ہیں اور اعراب لفظی کے مواضع زیادہ ہیں اور قلیل جز کے درجہ میں ہے اور کثیر کل کے درجہ میں اور قاعدہ ہے کہ جز کل پر مقدم ہوتا ہے اس لئے صاحب کافیہ نے ذکر کرنے میں وضع بالطبع کی رعایت کیا ہے مواضع التقدير قليلة ومواضع اللفظي كثيرة والقليل بمنزلة الجزء والكثير بمنزلة الكل الخ.
(تحریر سنبٹ ص:۳۵، ایضاح ص:۱۵)

مستحقین اعراب میں اعراب کی تقسیم

اعراب کل چھ ہیں تین تو بالحرکت رفع، نصب، جر اور تین بالحرف واؤ، الف، یاء اور مستحقین اعراب جن میں یہ اعراب جاری ہوتے ہیں کل نو ہیں کیونکہ تین تو مفرد کی حالتیں ہیں اور تین تثنیہ کی اور تین جمع کی اور ہر حالت کے لئے ایک اعراب کی ضرورت ہے لہٰذا ان چھ اعرابوں کو نو مستحقوں پر تقسیم کرنا ہے لہٰذا سب سے پہلے مفرد کو اعراب بالحرکت دیا اس لئے کہ وہ اصل ہے اور اصل کے شایان شان اور زیبا اصل ہی ہوسکتا ہے اس کے بعد اعراب کل تین اور حالتیں چھ بچیں تین تو تثنیہ کی اور تین جمع کی اب ضرورت ہے کہ ایسی تقسیم کیجائے کہ یہ تین اعراب تثنیہ اور جمع کی سب حالتوں میں برابر تقسیم ہو جائیں اس وجہ سے اول تثنیہ اور جمع کی حالت رفعی پر نظر ڈالی گئی کیونکہ وہ تمام حالت میں عمدہ ہے لہٰذا الف کو تثنیہ کی حالت رفعی کے لئے خاص کیا اس لئے کہ تثنیہ میں الف اور جمع میں واؤ فاعل کی

Scanned with CamScanner

علامت ہے اب ایک اعراب اور چار حالتیں باقی رہیں تو ہم نے اس ایک اعراب کو ان چار حالتوں پر اس طرح تقسیم کیا کہ تثنیہ اور جمع کی حالت جری میں ی لائے اور نصب کو جر کے تابع کیا اور درمیان تثنیہ اور جمع کے اس طرح فرق کیا کہ تثنیہ میں یاء ماقبل کو مفتوح اور جمع میں یاء ماقبل کو مکسور کیا۔ فبالضرورة قسمت ذالک الحروف علیهما فاعطی الالف للتثنیة حالة الرفع والواؤ للجمع حالة الرفع لانهما علامة المرفوع الخ.

(تحریر سنبٹ ص:۵۵،ایضاح ص:۱۴)

اصل کے ساتھ فرع کے ذکر کرنے کی وجہ

عام طور پر فرع کو ذکر نہ کر کے اصل پر اکتفا کرلیا جاتا ہے اور فرع کو چھوڑ دیا جاتا ہے جیسا کہ علامہ ابن حاجب نے تثنیہ کی بحث میں صرف کلا مذکر کو ذکر کیا ہے اور کلتا مؤنث کو فرع کی وجہ سے ترک کردیا مگر اسی باب میں اثنان واثنتان مذکر ومؤنث دونوں کو ذکر کیا حالانکہ صرف مذکر اصل پر اکتفا کرنا چاہئے چنانچہ اس کی وجہ تحریر سنبٹ کے محشی صاحب تحفہ خادمیہ وصاحب الہامیہ لکھتے ہیں کہ یہ اسماء عدد میں سے ہیں اور اسماء عدد میں تذکیر وتانیث کا حکم تمام اسماء کے خلاف ہے اور ان دونوں میں تذکیر وتانیث ایسا ہے کہ جیسا کہ واحد اور واحدہ میں ہے چونکہ اسماء عدد کا حکم الگ ہے اس لئے اصل اور فرع دونوں کو ذکر کیا اور ایک دوسرے پر اکتفا نہیں کیا۔ وانما لم یکف بذکر الاصل فی قوله اثنان واثنتان الخ.

(حاشیہ تحفہ خادمیہ ،الہامیہ ص:۵۳)

فعل کے خماسی نہ ہونے کی وجہ

فعل خماسی نہیں ہوتا ہے اس کی وجہ محشی صرف میر لکھتے ہیں کہ چونکہ حروف زوائد کے ملانے اور ضمائر بارزہ کے اتصال کی وجہ سے کلمہ زبان پر بہت ثقیل ہو جائے گا۔

(حاشیہ صرف میر ص:۴)

الف کو علامت تثنیہ قرار دینے کی وجہ

تثنیہ کی علامت کے واسطے الف کو خاص کرنا اس بنا پر ہوتا ہے کہ وہ هما پر دلالت کرے تا کہ اس ضمیر کی طرف اشارہ ہو جائے۔ (حوالہ بالا)

Scanned with CamScanner

واؤ کو علامت جمع قرار دینے کی وجہ

اسی طرح جمع مذکر غائب کی علامت کے واسطے واؤ کو اس وجہ سے خاص کیا تا کہ ھُمُوْ ضمیر پر دلالت کرے کیونکہ ھُمْ ھُمُوْ کا مخفف ہے۔ (حوالہ بالا)

ایک اشکال

مذکورہ بالا تحقیق پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ ھا اور میم بھی ھما اور ھمو پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا الف اور واؤ کو اس دلالت کے واسطے کیوں خاص کیا۔

جواب

چونکہ زیادہ کرنے میں اصل حرف لین ہیں اس وجہ سے ان کو زیادہ کیا۔ (حوالہ بالا)

نون اعرابی کا مضارع کے آخر میں آنے کی وجہ

مضارع کے آخر میں نون اعرابی لایا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نون اعرابی اعراب ضمہ کا بدل ہے اور محل اعراب آخر کلمہ ہے۔ (حاشیہ میزان الصرف ص:۱۰)

نون اعرابی کے مکسور ہونے کی وجہ

تثنیہ میں نون اعربی مکسور ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تثنیہ میں نون کے پہلے الف ہے اس لئے نون ہر اعراب کا متحمل ہو سکتا ہے اور قاعدہ "الساکن اِذا حرِّکَ حرک بالکسر" یعنی ساکن کو جب حرکت دیجائے تو کسرہ دیا جائے کسرہ کو ترجیح ملی اس لئے کسرہ دیا گیا۔ (ایضاً)

آخری کلمہ کا محل اعراب ہونے کی وجہ

محل اعراب آخر کلمہ ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اعراب دال ہے صفت (یعنی فاعل یا مفعول ہونے) پر اور صفت کا درجہ موصوف کے بعد ہوتا ہے لہٰذا جو چیز صفت پر دلالت کرے گی وہ بھی آخر میں ہوگی۔ (ایضا)

Scanned with CamScanner

تائے ساکن کا علامت مؤنث ہونے کی وجہ

مؤنث کی علامت کے واسطے غالبًا تاء کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تا کا مخرج منہ کے درمیان ہے اور وہ مخارج سے دوسرے درجہ میں ہے اور چونکہ مؤنث بھی پیدا کرنے میں دوسرے مرتبہ میں ہے اس لئے کہ حضرت حوا آدم علیہ السلام کے بائیں پہلو سے دوسرے مرتبہ میں پیدا ہوئی ہیں۔ (حاشیہ صرف میر ص:۱۱)

نون کا علامتِ جمع مؤنث غائب ہونے کی وجہ

جمع مؤنث غائب میں نون اس وجہ سے لگاتے ہیں کہ نون ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب پر دلالت کرتا ہے گویا کہ یہ نون ھُنَّ کا جزو ہے اس وجہ سے اسے علامت قرار دیا گیا۔

(ایضاً)

تثنیہ میں ''تُمَا'' لاحق کرنے کی وجہ

تثنیہ مذکر حاضر و مؤنث حاضر میں ''تما'' اس وجہ سے لاحق کیا جاتا ہے کہ یہ ضمیر انتما پر دلالت کرے جو اس میں پوشیدہ ہے کیونکہ یہ تما ''انتما'' کا مخفف ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

علامت مضارع کو ''اَتَیْنَ'' سے تعبیر کرنے کی وجہ

علامت مضارع کا مجموعہ جیسا کہ ''اتین'' ہے اسی طرح نأیت و نأتی بھی ہے مگر ان میں سے مصنفین بیشتر اَتَیْنَ سے تعبیر کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اَتَیْنَ صیغہ جمع مؤنث غائب حروف زوائد کی صفت ہے اس لحاظ سے یہ معنی ہوتے ہیں کہ مضارع کے اول میں یہ حروف آئے اور اس کے علاوہ دوسرے مجموعہ میں حروف کی صفت ہونے کی صلاحیت نہیں ہے۔ (حاشیہ میزان ص:۱۰)

یاء کو صیغہ غائب کے واسطے مقرر کرنے کی وجہ

چونکہ حرف یاء کا مخرج اوسط ہے اور غائب بھی اوسط ہے کیونکہ یہ متکلم اور حاضر کے درمیان دائر ہے اس لئے تناسب کی وجہ سے صیغہ غائب میں یاء کو مقرر کیا گیا۔ (حوالہ بالا)

Scanned with CamScanner

صیغہ جمع متکلم میں ''نا'' کے آنے کی وجہ

حرف نا کا نون ضمیر نحن جو اس میں پوشیدہ ہے اس سے لیا گیا اور الف آخر میں اس وجہ سے زیادہ کر دیا تا کہ جمع مؤنث غائب کے صیغہ کے ساتھ التباس لازم نہ آوے۔

(حاشیہ صرف میر ص:۲۱)

صیغہ مخاطب کے لئے ''تا'' کو اختیار کرنے کی وجہ

صیغہ حاضر کے واسطے تاء کے اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تا زیادہ تر واؤ سے بدلی ہوئی ہوتی ہے جیسے تکلان میں کہ اصل میں وکلان تھا، چونکہ مخارج کے منتہی سے نکلتا ہے اور کلام بھی مخاطب پر منتہی اور ختم ہوتا ہے لہٰذا مناسب یہ ہوا کہ اس کے واسطے ایسا کوئی حرف مقرر کیا جائے جو مخارج کے منتہی میں سے ہو اس لئے اس کی علامت کے واسطے واؤ مقرر ہونا چاہئے تھا مگر عطف کی صورت میں تین واؤ کا وَوَجَلُ کے مثل جمع ہونا لازم آتا ہے اس وجہ سے اس واؤ کو تاء سے بدل دیا۔ (ایضاً)

لَنْ کا مضارع کو نصب کرنے کی وجہ

صرفیوں کا ضابطہ ہے کہ حرف لن مضارع کے آخر کو نصب کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حروف ناصب میں اصل اَنْ ہے اور لن حروف وحرکت وسکون ومعنی استقبال میں اَنْ کے مشابہ ہے لہٰذا اس مشابہت کی وجہ سے لَنْ بھی نصب کرتا ہے۔ (میزان ص:۱۲)

لَنْ کا نون اعرابی کو ساقط کرنے کی وجہ

چونکہ نون اعرابی رفع کے عوض ہوتا ہے اور جب لن رفع کو ساقط کرتا ہے اور نصب دیتا ہے لہٰذا نون اعرابی کو بھی جو کہ رفع کا بدل ہے ساقط کر دیتا ہے۔ (ایضاً)

لم کا ماضی منفی کرنے کی وجہ

لم فعل مستقبل کو ماضی منفی کے معنی میں کرتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ لم اِن شرطیہ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے کیونکہ دونوں عامل جازم ہیں اور ان شرطیہ ماضی کو مستقبل کے معنی

Scanned with CamScanner

میں کرتا ہے۔اسی طرح لم مستقبل کو ماضی منفی کے معنی میں کرتا ہے۔ حَمْلاً للضد علی الضدلم مشابہت دارد بہ کلمہ شرط زیرا کہ ہر دو عامل جازم اند الخ۔کذافی شرح فصول اکبری۔
(علم الصیغہ ص:۷)

حروف علت کا مجموعہ وای ہونے کی وجہ

جس طرح ان حروف کا مجموعہ وای ہوتا ہے اسی طرح اوی یا ویا بھی ہوتا ہے مگر بیشتر ان کے مجموعہ کو وای سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ وائ (جو علیل و بیمار کی زبان سے نکلتا ہے۔) کی وجہ تسمیہ کی طرف اشارہ ہو جائے اور دوسرے مجموعہ میں یہ بات نہیں ہوتی ہے۔
(میزان ص:۱۴)

امر حاضر میں علامت مضارع کو حذف کرنے کی وجہ

امر حاضر بناتے وقت علامت مضارع کو حذف کر دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حالت وقف میں مضارع کے ساتھ امر کا التباس نہ ہو جائے۔
(میزان ص:۱۷)

امر کے ساکن ہونے کی وجہ

امر میں ساکن کی وجہ یہ ہے کہ افعال میں اصل مبنی ہوتا ہے اور مضارع اسم فاعل سے لفظاً اور معناً مشابہت کی وجہ سے معرب ہو گیا اور جب علامت مضارع حذف ہو گیا تو اسم فاعل کے ساتھ مشابہت باقی نہ رہی لہٰذا بناء اصلی بعلت رفع مانع عود کر آئی اس لئے امر مبنی علی السکون ہو گیا۔
(ایضاً)

فعل امر کو مضارع سے بنانے کی وجہ

فعل امر فعل مضارع سے بنایا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امر اور مضارع میں مناسبت ظاہر ہے کیونکہ دونوں زمانہ آئندہ میں شریک ہے بخلاف ماضی کے کہ اس میں اور امر میں یہ مناسبت نہیں ہے۔
(حوالہ بالا)

Scanned with CamScanner

صیغہ فاعل میں الف زیادہ کرنے کی وجہ

فاعل کے صیغہ میں الف اس وجہ سے زیادہ کرتے ہیں تاکہ مضارع کا اسم فاعل میں تبدیل ہونے پر دلالت کرے تا دلالت کند بر تغییر مضارع در اسم فاعل۔ (علم الصیغہ ص:۱۱)

الف کو زیادتی کے واسطے متعین کرنے کی وجہ

زیادہ کے واسطے الف کو اس لئے متعین کیا گیا ہے کہ زیادتی کے لئے حروف علت اولیٰ ہیں اور اس میں بوجہ خفیف الف ہے۔ (ایضاً)

الف کی زیادتی آخر میں نہ کرنے کی وجہ

صیغہ فاعل میں زیادتی الف فا اور عین کلمہ کے درمیان ہوئی ہے حالانکہ کسی چیز کی زیادتی آخر میں ہوتی ہے اور یہاں وسط میں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تثنیہ کے التباس سے بچنے کے لئے ایسی زیادتی ہوئی ہے۔ (حوالہ بالا)

لائے نہی کا جزم دینے کی وجہ

جزم دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لام امر کے مشابہ ہے کیونکہ لام امر طلب فعل کے واسطے آتا ہے لہذا دونوں طلب میں شریک ہیں اس وجہ سے عمل میں بھی شریک کئے گئے۔
(حاشیہ میزان ص:۲۱)

اسم فاعل کو مضارع سے بنانے کی وجہ

اسم فاعل مضارع سے بنتا ہے اور مصدر سے نہیں باوجودیکہ اس میں تصرف وتغیر کم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل اور مضارع میں عدد حروف وحرکات وسکنات میں مناسبت تامہ ہے اس لئے مضارع سے بنایا جاتا ہے۔ (حاشیہ میزان ص:۲۴)

اسم ظرف کو مضارع سے بنانے کی وجہ

اسم ظرف مضارع سے بنایا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ظرف اور مضارع کے درمیان حرکات وسکنات کی مناسبت ہے لہذا تناسب کی بناء پر اس سے بنایا جاتا ہے۔
(حاشیہ میزان ص:۲۵)

Scanned with CamScanner

ظرف میں میم مفتوح کی وجہ سے مصدر میمی سے التباس

ظرف میں میم مفتوح کے زیادہ کرنے سے اسم ظرف مصدر میمی کے مشابہ ہو جاتا ہے، لہٰذا اس اعتبار سے میم مفتوح زیادہ نہیں کرنا چاہئے مگر چونکہ مصدر میمی قلیل الاستعمال ہے اس لئے یہ التباس جائز رکھا گیا ہے۔ (حاشیہ میزان ص:۲۵)

ظرف میں میم مفتوح اور اسم آلہ میں میم مکسور ہونے کی وجہ

ظرف میں میم مفتوح اور اسم آلہ میں میم مکسور اس لئے کیا گیا ہے کہ اسم ظرف اسم آلہ کی بہ نسبت کلام عرب میں بکثرت آتا ہے اور فتحہ اخف الحرکات ہے اور اسم آلہ کم آتا ہے اور کسرہ ثقیل ہے لہٰذا خفیف کثیر الاستعمال اور ثقیل قلیل الاستعمال کو دیا گیا تاکہ تعادل وتساوی پیدا ہو جائے۔ (ایضاً)

مضارع کو غابر کہنے کی وجہ

مضارع کو غابر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ غابر کے معنی باقی کے ہیں اور جب مجموعہ ازمنۂ ثلثہ سے ماضی کو دور کیا تو حال اور استقبال جو کہ مضارع پر دلالت کرتا ہے، باقی رہا اسی کو مفتی عنایت احمد صاحب علم الصیغہ نے اس طرح بیان کیا ہے" غابر بمعنی باقی است بعد زماں ماضی حال استقبال کہ مضارع بر آن دلالت کند باقی میماند"

(علم الصیغہ ص:۱۶، امین الصیغہ ص:۲۵)

رباعی مجرد کا ایک باب ہونے کی وجہ

رباعی مجرد کا ایک باب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حروف کی زیادتی ہے جو کہ موجب ثقل ہے اس وجہ سے فتحات کو اختیار کیا جو اخف الحرکات ہیں لیکن جب پے در پے چار حرکات کلام عرب میں ثقالت کی وجہ سے ممنوع ہیں اس لئے اس کے دفع کرنے کے واسطے حرف ثانی میں ساکن کو اختیار کیا اور باقی حروف کے فتحہ کو باقی رکھا لہٰذا اس تقدیر پر رباعی مجرد کا صرف ایک ہی وزن ہو سکتا ہے۔ (حاشیہ میزان ص:۴۲)

Scanned with CamScanner

باب افعال میں ہمزۂ امر کے مفتوح ہونے کی وجہ

امر حاضر میں عموماً ہمزۂ وصل مضموم یا تو مکسور ہوتا ہے اُفْصُلْ واِعْلَمْ مگر باب افعال کا ہمزۂ امر مفتوح ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ہمزہ وصلی نہیں ہے بلکہ ہمزہ قطعی ہے اس لئے کہ یُکْرِمُ مضارع کی اصل یُؤَکْرِمُ ہے جوکہ امر بناتے وقت مضارع کی علامت ساقط ہوگئی اور ہمزۂ مع اعراب اپنی حالت پر رہ گیا۔ (حاشیہ علم الصیغہ ص:۲۳)

عِدَۃٌ میں معوض کو آخر میں لانے کی وجہ

عدۃ میں شروع کلمہ سے واؤ کو حذف کر کے اس کے بدلہ تا لاحق کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ابتداء میں تا کو لاتے ہیں تو اس صورت میں مصدر کا التباس فعل مضارع سے لازم آئے گا۔ (نغزک شرح زرّادی ص:۱۰۳)

یُدعیٰ میں کتابت الف کی وجہ

یدعیٰ کو یاء کی صورت میں الف کو لکھنا اس کا یاء سے بدلنے پر دلالت کرتا ہے جب کہ ایسا نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ ہر وہ الف جو کہ حرف کی چوتھی جگہ پر واقع ہو وہ یاء کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔ خواہ وہ یاء سے بدلا ہوا ہو یا نہ ہو۔ (شرح زرّادی ص:۱۱۴)

اسم تفضیل میں ہمزہ کو شروع میں لانے کی وجہ

علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد اسم تفضیل کے لئے شروع ہی میں ہمزہ لایا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اول کلمہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اسم تفضیل ہے۔

(حاشیہ میزان ص:۲۶)

آیمّۃ کی یاء کو الف سے نہ بدلنے کی وجہ

اس کی یا کو الف سے نہ بدلنے کی وجہ یہ ہے کہ اَمَّ یَاُمُّ کے صیغہ اسم فاعل سے التباس لازم آتا، اور نیز شرح شافیہ میں یہ ہے کہ واؤ اور یاء کا الف سے بدلنے کے لئے شرط ہے کہ وہ فاکلمہ کے مقابلہ میں نہ ہو اور اس جگہ فاکلمہ کے مقابل میں ہے اور شیخ ابن حاجب صاحب

شافیہ فرماتے ہیں کہ انها لم تقلب یاء آیمة الفاً لعروض الحرکة علیها یعنی آیمة کی یاالف سے نہیں بدلی جائے گی حرکت عارضہ کی بناء پر اور جب کہ شیخ رضی اس قول کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آیمۃ میں حرکت لازمہ ہے اور اگر اس کو نہ مانا جائے تو پھر ہمزۂ ثانیہ کا یاء سے تبادلہ نہیں ہوتا کیونکہ اس کو یا سے کسرہ کی بناء پر بدلا گیا ہے نہ کہ کسی دوسری وجوہ سے۔ (شرح زرّادی ص:۳۱ تا ۳۲)

صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے الف کو واؤ کے ساتھ لکھنے کی وجہ

لفظ صلوٰۃ اور زکوٰۃ اصل میں صلوۃ اور زکَوۃ تین فتحوں کے ساتھ ہے واؤ متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے واؤ کو الف سے بدل دیا صلوٰۃ ہو گیا اور اس کے الف کو واؤ کے ساتھ لکھا جاتا ہے حالانکہ اس کی کتابت میں قیاس تو یہ تھا کہ الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے جیسے عصا۔ اس کی وجہ شرح فصول اکبری میں یہ ہے کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور ایسے ہی مشکوٰۃ اور الربوٰا میں، ان سب کے الف کو واؤ کے ساتھ لکھا جاتا ہے اس لئے کہ ان کلمات کو تفخیم یعنی الف کو واؤ کی طرف مائل کر کے پڑھا جاتا ہے البتہ جب انکی اضافت کی جاتی ہے تو الف کے ساتھ لکھتے ہیں جیسے صلاتی کُتِبَ الف الصلوٰۃ والزکوٰۃ وکذا الحیوٰۃ والمشکوٰۃ والربوا بالواو لانَّه یُفخم بهااَیْ اِذَا قُرِئَ الفُ هذهٖ الکلمات بالتفخیم یمال الیٰ الواوِ واذَا اُضِیْفَتْ کُتبَتْ بالالِفِ نحو صَلاتَانِ وَصَلاتی (روایہ ص:۳، مصباح ص:۹، بحوالہ فصول اکبری)

عامل جازم کا حرف علت کو ساقط کرنے کی وجہ

حروف علت دو دو حرکتوں سے مرکب ہیں جیسا کہ شروع ہی میں معلوم ہو گیا کہ واؤ دو ضمہ سے مرکب ہے اور الف دو فتحہ اور یا دو کسرہ سے مرکب ہے اور عامل جازم کسی ایک حرکت کو ساقط کرتا ہے دو کو نہیں، لہٰذا حرف علت کو جزم کی وجہ سے نہیں گرانا چاہئے کیونکہ حرف علت دو حرکتوں کا مجموعہ ہے حالانکہ صرفی حضرات بذریعہ جازم اس کو ساقط کرتے ہیں اس کی وجہ صاحب شرح زرّادی لکھتے ہیں کہ یہاں پر دونوں پہلو تعذر اور تعسر کا ہے

Scanned with CamScanner

کیونکہ حرف علت سے ٹکڑا کر کے ساقط کرنا ممکن نہیں تھا اور مکمل حرف علت کو رکھنا عامل جازم کا عمل باعث ابطال ہے لہٰذا لامحالہ تمام حرف علت کو ساقط کر دیا جاتا ہے۔

(نغزک ص:١١٢، بحوالہ حاشیہ دستور المبتدی)

فعل مفتوح الفاء وساکن العین کی جمع افعال کے وزن پر لانے کی وجہ

وہ فعل جس کا فاء کلمہ مفتوح اور عین کلمہ ساکن ہو اس کی جمع افعال کے وزن پر نہیں آتی ہے حالانکہ اس قسم کی جمع سے قرآنی آیات بھری پڑی ہیں اور اسی طرح مصنفین و مؤلفین بھی اس جمع کو استعمال کرتے ہیں جیسے اقوال احوال لہٰذا ضابطہ مذکورہ کے لحاظ سے اس وزن کی جمع غیر درست ہونی چاہئے کیونکہ یہ اجوف ہے مگر ایسا کرنا جواز میں داخل ہے اور اس کی وجہ صاحب نغزک فرماتے ہیں کہ اس قاعدہ کو تسلیم کرتے ہیں مگر یہ قاعدہ غیر اجوف کے ساتھ خاص ہے اس لئے کہ اجوف میں اس قسم کی جمع بہت ملتی ہیں جیسے اثواب ادوار، اعیان بر تقدیر تسلیم ایں منع مختص بغیر اجوف ست زیرا کہ در اجوف ایں قسم بسیار است۔

(نغزک ص:٨٧)

فتحہ کی تنوین الف اور بغیر الف کے ساتھ

فتحہ کی تنوین ہر جگہ الف کے ساتھ لکھی جاتی ہے لیکن یہ الف وصلاً پڑھنے میں نہیں آتا جیسے ناراً، خالداً وغیرہ دو جگہ بغیر الف کے لکھی جاتی ہے ایک تو اس جگہ جہاں ہمزہ الف کے بعد آتا ہے جیسے نداءً جزاءً دعاءً، عطاءً دوسری جگہ جہاں تا ہا کی صورت میں لکھی جاتی ہے جیسے منتشرةً، زابیةً، مطهرةً، لاغیةً یہ دونوں تنوین خواہ وصل کی حالت میں ہوں خواہ وقف کی حالت میں بغیر الف کے لکھی جاتی ہیں راقم الحروف کے نزدیک تیسری جگہ جہاں تینوں اعراب کا احتمال ہو جیسے مفردٍ۔

(عذار القرآن ص:١٢٣ مطبوعہ لاہور)

ہمزہ کا علامت متکلم ہونے کی وجہ

متکلم کے واسطے ہمزہ کا اختیار کرنا اس سبب سے ہے کہ ہمزہ مبدأ کے مخارج سے پیدا ہوتا ہے اور متکلم وہ آدمی ہے کہ کلام کی ابتداء اس سے تعلق رکھتی ہے لہٰذا مناسب ہوا کہ متکلم

Scanned with CamScanner

کی علامت اسی ہمزہ کو مقرر کیا جاوے دوسری وجہ یہ ہے کہ واحد متکلم میں اَنَا ضمیر پوشیدہ ہوتی ہے۔اسی وجہ سے انا کے الف کو لیکر واحد متکلم کی علامت مقرر کردی چنانچہ بعضوں نے یہ وجہ بیان کی ہے۔ (حاشیہ صرف میر ص:۱۳)

اَمَّا کے حرف تفصیل قرار پانے کی وجہ

اس کا حرف تفصیل ہونا یوں بھی قرار پایا ہے کہ اکثر بلکہ بیشتر حالتوں میں وہ ایسے ہی مواقع پر وارد ہوتا ہے جہاں اس کے ذریعہ سے تفصیل مطلوب ہوتی ہے۔ نیز مثلاً اما السفینۃُ فکَانَتْ لمساکین ،واَمَّا الغلامُ والجدار .یا ایسے ہی دوسری آیتوں میں۔

(الاتقان ۱/۴۰۸تا۴۰۹)

اَمَّا کا کلام میں لانے کی وجہ

علامہ جاراللہ زمخشری کہتے ہیں کہ کلام میں اَمَّا کا فائدہ یہ ہے کہ یا تو وہ کلام کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے زیدٌ ذاھبٌ اس کی تاکید مقصود ہو یا یہ کہنا ہو کہ زید لامحالہ جانے والا ہے اور وہ چلنے کی فکر میں ہے اور یہ کہ اس نے چلنے کا عزم کرلیا ہے تو ایسی حالت میں کہا جائے گا اَمَّا زیدٌ فذاھبٌ اسی واسطے سیبویہ نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ مھمایکن من شئی فزیدٌ ذاھبٌ ،یعنی کچھ بھی ہو زید ضرور جائیگا! (الاتقان ص:۱/۴۰۹،اردو)

کسی جگہ سماء اور کسی جگہ سمٰوٰت لانے کی وجہ

سماءٌ کسی جگہ صیغۂ جمع کے ساتھ اور کسی مقام پر مفرد کے صیغہ میں لایا گیا ہے۔جس میں کوئی نہ کوئی نکتہ وباریکی ہے اور میں نے ان باریکیوں کی تشریح اسرار التنزیل میں کی ہے جن کا ماحصل یہ ہے کہ جس جگہ تعداد ظاہر کرنا مراد ہے وہاں سماء کو صیغۂ جمع کے ساتھ ذکر کیا ہے جو کہ عظمت کی وسعت اور کثرت پر دلالت کرتی ہے مثلاً "سَبَّحَ للّٰہ ما فی السمٰوٰتِ" "یعنی تمام آسمانوں کے رہنے والے اپنی کثرت کے لحاظ سے" تسبح لَہُ السمٰوٰت یعنی ہر ایک آسمان مع اپنی تعداد کے اختلاف کے۔قل لاَ یعلَمُ مَنْ فی السمٰوٰتِ والارض الغیب اِلَّااللّٰہ کیونکہ یہاں پر ان سبھوں کو غیب سے لاعلم محض بتانا منظور ہے جو کہ ایک ایک

اسمان میں رہتے ہیں یعنی جملہ اور ہر ایک آسمان وزمین کی مخلوق سے علم غیب کی نفی مطلوب ہے اور جس مقام پر جہت کا بیان مراد ہے وہاں سماءٌ کا لفظ مفرد کے صیغہ میں لایا گیا ہے مثلاً وفی السماءِ رِزْقُکُمْ ءامنتم من فی السّماء ان یخسف بکم الارض. یعنی تمہارے اوپر سے۔ (الاتقان:۱/۵۱۵)

قرآن میں ارضٌ کی جمع نہ آنے کی وجہ

قرآن میں جہاں کہیں بھی ارضٌ کا لفظ آیا ہے وہ مفرد ہی پایا جاتا ہے اس کی جمع کہیں نہیں لائی گئی۔ جس کی وجہ اس کا ثقیل ہونا ہے کہ کیونکہ اس کی جمع ارضُونَ اسی واسطے جس مقام پر تمام زمینوں کا ذکر مقصود ہوا ہے وہاں خداوند کریم نے ومن الارضِ مِثلَهُنَّ فرمایا ہے۔ لیکن راقم الحروف کہتا ہے کہ اس کی دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ چونکہ ارض کی جمع ارضُونَ شاذ ہے اس لئے قرآن میں شاذ کا استعمال نہیں کیا اس کی تائید شیخ رضی الدین استر آبادی کے قول سے بخوبی ہوتی ہے چنانچہ شاذ جمع کے باب میں لکھتے ہیں ومنھا (ای الشاذ من جمع المذکر بالواؤ والنون) اَرَضُونَ وانما فتحت الواء لان الواؤ والنون فی مقَام الالفِ والتاء فکانَهُ قِیلَ اَرَضَات او للتبیه علیٰ انها لیست بجمع سلامةِ حقیقة ویجوز اسکان راء ارضون الخ. (شرح رضی ۲/۱۸۴ ۱۱الاتقان ۱/۵۱۵)

قرآن میں سمٰوٰت جمع اور ارضٌ واحد آنے کی وجہ

قرآن مجید میں سمٰوٰت جمع اور ارضٌ واحد آنے کی وجہ امام فلسفہ علامہ رازی لکھتے ہیں کہ سمٰوٰت کا جمع اس لئے ضروری ہے کہ اس سے متصل کواکب اور شعاعوں کا علم ہو اور ارض (زمین) چونکہ قابلہ ہے اس لئے واحد لانا کافی ہے "ذکر السمٰوٰت بلفظ الجمع والارض بلفظ الواحد الخ." (تفسیر رازی ۲/۱۰۷ طہران)

عربی کلام میں نکرہ استعمال کرنے کی وجہ

تنکیر کے کئی اسباب ہیں (۱) وحدت کے ارادہ سے مثلاً وجآءَ رَجُلٌ مِنْ اَقْصی المدینَةِ یَسْعیٰ یعنی ایک آدمی (رجل واحد) ضَرَبَ اللّٰه مثلاً رجلاً فِیه شرکاء

Scanned with CamScanner

متناکسون ورجلاً سلمالرجلٍ (۲) نوع کا ارداہ مثلاً ھذا ذکرٌ یعنی نوع من الذکر کی ایک نوع ہے وعلیٰ ابصار ھِمْ غِشاوۃٌ یعنی نوع غریبٌ من الغشاوۃ لایتعارفہ النّاس بحیث غطّی مالایتغطیہ شیٔ من الغشاوات ایک عجیب طرح کا پردہ (مانڈہ ماجالا) ہے جس کو لوگ پہچانتے بھی نہیں اور وہ اس طرح آنکھ بند کرلیتا ہے کہ ہر قسم کے جالوں میں سے کوئی بھی اس طرح آنکھ کو ڈھانپ نہیں سکتا ولتجدنھم احْرَصَ علیٰ حیاۃٍ یعنی ایک طرح کی زندگی پر (وہ لوگ سخت حریص ہیں اور وہ آئندہ زمانہ میں درازی عمر کی خواہش ہے کیونکہ ماضی اور حال کے زمانوں میں از دیاد عمر کی حرص درست نہیں ہوسکتی قولہ تعالیٰ واللہ خَلَقَ کُلَّ دابَّۃَ مِنْ مآءٍ میں جو تنوین تنکیر ہے اس سے نوعیت وحدت دونوں معنی ایک ساتھ ہی مفہوم ہوسکتے ہیں یعنی (خدا نے) چوپاؤں کی انواع میں سے ہر ایک نوع کو پالنے کی انواع میں سے ایک نوع کے ذریعہ سے پیدا کیا اور چوپائے کے افراد سے ایک فرد کو نطفوں کے افراد کے ایک فرد سے پیدا کیا۔ (۳) تعظیم کا ارادہ اس معنی میں کہ وہ شئی جس کی نسبت کہا جاتا ہے تعیین اور تعریف کی حد سے بڑھی ہوئی (خارج) ہے یعنی اس کی عظمت کا اندازہ یا اس کی تعریف کرسکنا محال ہے مثلاً فأتوا بحربٍ یعنی بحرب ایِ بحرب (لڑائی کے لئے اور کسی لڑائی کے لئے جس کا بیان نہیں ہوسکتا) ولَھُمْ عذابٌ الیم وسلامٌ علیہ یومَ ولد ،سلامٌ علیٰ ابراھیم .انّ لھم جنابٍ (۴) تکثیر وزیادتی واضح کرنے کے ارادہ سے مثلاً اِنَّ لَنَا لاجراً یعنی وافراً (بہت سا انعام) اور قولہ تعالیٰ فقد کذبَتْ رُسُلٌ ایک ساتھ دونوں وجوہ تعظیم وتکثیر کا احتمال رکھتا ہے یعنی بڑے بڑے رسول جن کی تعداد کثیر تھی وہ بھی جھٹلائے گئے۔ (۵) تحقیر اس معنی میں کہ اس شخص کی شان اس حد تک گرگئی ہے جس کی وجہ سے اس کا معروف ہونا غیر ممکن ہے مثلاً قولہ تعالیٰ وان الظن الاظناً یعنی ایسا حقیر ظن (گمان) جس کی کوئی ہستی نہیں شمار ہوتی ورنہ وہ اس کی پیروی کرتے کیونکہ ان کا یہی چلن ہے کہ وہ ظن کی پیروی کریں اور اس کی دلیل ہے قولہ تعالیٰ ان یتبعون الاالظن اور قولہ تعالیٰ مِنْ ایِّ شیءٍ خلقہ بھی اسی وجہ کی مثال ہے یعنی اس کو ایک حقیر شئی اور ناچیز شئی سے پیدا کیا اور پھر اسی شئی کو اپنے قول "مِنْ نطفۃٍ" سے بھی

Scanned with CamScanner

بیان کر دیا۔ (٦) تقلیل (کمی ظاہر کرنا) ہے مثلاً ورضوانٌ من اللہ اکبر یعنی خدا کی رضاء مندی بھی جنتوں سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے کیونکہ رضاء خداوندی ہی ہر ایک سعادت کی بنیاد ہے قلیلٌ منک یکفینی ولکن قلیلک لایقال لہ قلیلٌ. بڑی تھوڑی ہی عنایت میرے لئے کافی ہے لیکن تیری تھوڑی عنایت کو بھی تھوڑا نہیں کہا جا سکتا اور زمخشری نے قولہ تعالیٰ سبحان الذی اسری لیلاً کی تنوین کو اسی وجہ سے قرار دیا ہے یعنی اس نے اس کے معنی لیلاً قلیلاً تھوڑی سی رات بتائے ہیں اور پھر اس پر اتنا حاشیہ چڑھایا ہے کہ تقلیل کے معنی فی جنس کو اس کے کثیر افراد میں سے ایک فرد کی جانب پھیر دیا ہے نہ یہ کہ کسی ایک ہی فرد کو ناقص کر کے اس کے کسی جزو پر قاصر کر دیا ہے اور کتاب عروس الافراح میں اس کا جواب یوں دیا گیا ہے ''ہم نہیں مانتے کہ لیل کے حقیقی معنی اس کا ساری رات پر اطلاق ہوتا ہے بلکہ رات کا ہر ایک حصہ (اس کے بکثرت اجزاء میں سے) رات ہی کہلاتا ہے اور سکاکی نے اس بات کو بھی اسباب تنکیر میں سے شمار کیا ہے کہ اس کی تنکیر کی حقیقت سے بجز اسی مطلوب شئی کے اور کوئی بات سمجھ میں نہ آئے چنانچہ اس نے اس کی یہ صورت قرار دی ہے کہ ایک امر معلوم سے تجاہل کیا جائے اور دانستہ شخص کو انجان بتائے جائے مثلاً تم کہو هل لکم فی حیوان علیٰ صورۃ انسانٍ یقول کذا؟ اور اسی اصول کی بنیاد پر خداوند کریم نے کفار سے تجاہل عارفانہ کے طریقہ پر خطاب کیا ہے هل ندلکم علی رجل ینبئکم. گویا کہ وہ لوگ اس کو (رسول ﷺ) کو جانتے ہی تھے اور سکاکی کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے تنکیر کے اسباب میں عموم کے قصہ کو بھی شمار کیا ہے، بایں طور کہ وہ نفی کے سیاق میں ہو مثلاً لاریبَ فیهُ، فلارفث، یا شرط کے سیاق میں وارد ہو مثلاً وان احدٌ من ا لمشرکین استجارک؟ یا امتنان (احسان جتانے) کے سیاق میں پڑے جیسے وانزل من السماء ماءً طهوراً. (الاتقان ۱/۵۱۰)

عربی کلام میں اسم معرفہ لانے کی وجہ

معرفہ کے بھی کئی اسباب ہوتے ہیں (۱) ضمیر لانے کے ساتھ اس لئے کہ اس کا مقام تکلم یا خطاب یا غیبت کا مقام ہوتا ہے۔ (۲) علمیت کے ساتھ تا کہ اس کو ابتداء ہی سے

Scanned with CamScanner

ایسے اسم کے ساتھ جو اس کے لئے مخصوص ہے بعینہٖ سامع کے ذہن میں حاضر کرسکیں مثلاً قُل ھو اللہ احدٌ محمدٌ رسول اللہ یا تعظیم یا اہانت کے لئے اور یہ اس موقع پر ہوتا ہے جہاں اس کا علم ان باتوں کو مقتضی ہو چنانچہ تعظیم کی مثال یعقوبؑ کا ان کے لقب اسرائیل کے ساتھ ذکر کرنا ہے جس کی وجہ اس لفظ میں مدح و تعظیم کا پایا جانا ہے یوں کہ وہ خدا کے برگزیدہ یا سری اللہ تھے اہانت کی مثال قولہ تعالیٰ تبت یدا ابی لھب اور اس میں ایک دوسرا نکتہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ اس (ابی لھب) کے ساتھ اس شخص کے جہنمی ہونے کا کنایہ بھی نکلتا ہے (۳) اشارہ کے ساتھ تاکہ معرف کو ازروئے حس کے سامع کے ذہن میں حاضر بنا کر پوری طرح ممیز کر دیا جائے جیسے ھذا خلقُ اللّٰہ فأرونی ماذا خلقَ الذین من دونہ؟ اور اس سے یہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ سامع کی غباوت (کند ذہن) ہونے کی تعریض کی جائے اور دکھایا جائے کہ وہ حسی اشارہ کے شئی کی تمیز نہیں کرسکتا اور یہ بات بھی مذکورہ بالا آیت سے نمایاں ہوتی ہے اور تعریف بالاشارہ کا مدعا مشار الیہ کے نزدیک اور دور ہونے کی حالت کا بیان بھی ہوتا ہے اس لئے حالت قرب کا اظہار کرنے کے واسطے ھذا کو لائے ہیں اور دوری کی حالت نمایاں کرنے کے لئے ذٰلک اور اولئک سے اشارہ کرتے ہیں پھر قرب کے ساتھ اس کی تحقیر کا قصد بھی کیا جاتا ہے مثلاً کفار کا قول أھذا الذی یذکر الھتکم، أھذا الذی بعث اللّٰہ رسولاً اور اشارہ بعید سے اس کی تعظیم بھی مقصود ہوا کرتی ہے ذٰلکَ الکتاب لاریبَ فیہ (۴) موصولیت کے ساتھ تعریف کرنا جس کی یہ وجہ ہے کہ معرف کا ذکر اس کے خاص نام کے ساتھ برا تصور کیا جاتا ہے اور یہ بات یا تو اس کی پردہ داری کی غرض سے ہوتی ہے اس کی توہین کے خیال سے جیسے والذی قَالَ لوالدیہ اُفٍ لکما (۵) معرف باللام معہود خارجی یا ذہنی یا حضوری کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے حقیقتاً یا مجازاً استغراق کے واسطے اور یا الف لام کے ساتھ ماہیت کی تعریف مطلوب ہوتی ہے۔ اضافت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اضافت تعریف کا سب سے بڑھ کر طریقہ ہے اور اس سے مضاف کی تعظیم بھی ہوا کرتی ہے۔ قولہ تعالیٰ انَّ عبادی لَیس لکَ علَیھم سُلطانٌ ولا یرضیٰ لعبادہِ الکفرَ. اور تعریف بالاضافت عموم کے قصد کے لئے بھی آتی ہے۔

(ایضاً ۱/ ۵۱۱ تا ۵۱۲)

وجوہاتِ تسمیہ

اسم کی وجہ تسمیہ

اسم کو اسم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بصریین کے نزدیک یہ مشتق ہے سُمُوٌّ سے جس کے معنی بلندی کے ہیں اور چونکہ اسم اپنے دونوں قسموں (فعل وحرف) پر فائق رہتا ہے اس طور پر کہ یہ مسند اور مسند الیہ دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے اور کوفیین کے نزدیک وَسْمٌ سے جس کے معنی علامت کے ہوتے ہیں چونکہ اسم اپنے مسمّٰی کے لئے علامت ہوتا ہے، مگر مذہب ثانی کا قول سقم سے خالی نہیں۔ (حاشیہ کافیہ ص:۲، المصباح ص:۱۱، الہامیہ ص:۳۳)

فعل کی وجہ تسمیہ

کلمہ کی دوسری قسم فعل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل تلفع سے ماخوذ ہے بمعنی تضمن چونکہ فعل فعل لغوی یعنی مصدر کو بھی شامل ہے جیسے الضرب میں مارنا ایک فعل ہے جو مارنے والے کے قائم مقام ہے اور جو چیز فاعل سے صادر ہو وہ مصدر ہے اس لئے تسمیۃ الدال باسم المدلول کی بناء پر فعل نام رکھدیا گیا۔ الفعل ماخوذ من التلفع و هو التضمن الخ.

(حاشیہ کافیہ ص:۳، الہامیہ ص:۳۵)

حرف کی وجہ تسمیہ

حرف کی وجہ تسمیہ محشی کافیہ غایۃ التحقیق کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حرف ماخوذ ہے طرف الوادی سے یعنی حرف کے معنی لغت میں کنارہ اور طرف کے آتے ہیں جیسے اہل عرب بولتے ہیں "جلستُ حرف الوادی" میں وادی کے کنارہ بیٹھا اور چونکہ حرف کلام کے کنارے میں واقع ہوتا ہے اس لئے کہ یہ اسم اور فعل کے کنار ہوتا ہے۔

(حاشیہ کافیہ ص:۳، بحوالہ غایۃ التحقیق الہامیہ ص:۳۷)

ایک اشکال اور اس کا جواب

حرف کی وجہ تسمیہ پر کسی نے اعتراض کیا ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے حرف کلام کے طرف میں واقع ہوتا ہے بلکہ وسط کلام میں بھی واقع ہوتا ہے جیسے زیدٌ فی الدَّار میں حرف فی

Scanned with CamScanner

درمیان کلام میں واقع ہے اسی طرح اُرِیدُ ان تضرِب میں اَن حرف ناصبہ وسط کلام میں ہے اس کے علاوہ اور بھی مثالیں ہیں لہٰذا جب یہ وسط کلام میں واقع ہوتا ہے تو پھر حرف کا نام طرف میں واقع ہونے کی بناء پر رکھنا غلط ہوا۔

جواب اول

اس اشکال کا جواب صاحب الہامیہ دیتے ہیں کہ حرف کا طرف میں واقع ہونے سے ہمارا وہ مطلب نہیں جو معترض نے سمجھا ہے یعنی آخر اور کنارہ میں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حرف اسم اور فعل کے مقابلہ میں علیحدہ اور کمتر ہے کیونکہ حرف مقصود لذاتہٖ اور مستقل بالمفہومیہ مسند اور مسند الیہ کی طرح نہیں ہوتا بخلاف اسم اور فعل کے کہ دونوں مقصود لذاتہٖ اور مستقل بالمفہومیہ ہوتے ہیں لہٰذا حرف مستقل بالمفہومیہ نہ ہونے کی بنا پر مسند اور مسند الیہ سے ایک طرف اور کنارہ ہو گیا اس لئے اس کا نام حرف رکھا گیا اب وہ اشکال مندفع ہو گیا۔ (ہکذا فی الہامیہ ص:۲۷)

جواب دوم

اس اشکال کا جواب ملا جامیؒ نے اس طرح دیا ہے کہ حرف کو حرف اس لئے کہتے ہیں کہ حرف لغت میں طرف کے معنی میں آتے اور یہ اسم و فعل کے مقابلہ میں ایک جانب ہے کیونکہ یہ دونوں کلام میں عمدہ واقع ہوتے ہیں اور حرف نہیں اسم و فعل کے عمدہ ہونے کی وجہ پیچھے بیان کی جا چکی ہے۔ **سُمی هذا القسمُ حرفاً لان الحرف فی اللغة الطرف وهو فی طرف ای جانب مقابل لاسم والفعل الخ.** (فوائد ضیائیہ ص:۴۲)

مبتداء کی وجہ تسمیہ

باب افتعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کو مبتدا اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے جملہ کی ابتداء ہوتی ہے اور یہ مسند الیہ کا دوسرا نام ہے۔ (المصباح ص:۱۴)

خبر کی وجہ تسمیہ

خبر کو خبر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اسم یعنی مبتدا کے حال کی خبر دیتا ہے اور خبر کا دوسرا نام مسند ہے جیسے زیدٌ عالمٌ میں عالم خبر ہے کیونکہ اسم زید کی حالت یعنی عالمیت کی خبر دے رہا ہے۔
(المصباح: ص۱۴)

Scanned with CamScanner

اسم متمکن کی وجہ تسمیہ

اسم معرب کا دوسرا نام اسم متمکن بھی ہے متمکن تمکن باب تفعل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کے لغوی معنی جگہ دینے والا چونکہ اسم اپنی ذات میں تغییر و تاثیر کے واسطے اپنے عامل کو جگہ دیتا ہے اس لئے اس کا نام اسم متمکن رکھا گیا بمعنی جائے دادن وایں اسم نیز جائے میدہد عامل خود را الخ۔ (حاشیہ نحو میر ص:۷، الہامیہ ص:۴۴)

معرب کی وجہ تسمیہ

معرب باب افعال سے اسم ظرف مکان ہے اس کا مصدر اعراب ہے بمعنی ظاہر ہونے کی جگہ چونکہ اسم معرب میں معانی کا اظہار ہوتا ہے، معانی سے مراد فاعل مفعول مضاف الیہ ہیں اس لئے کہ تبدیلی حرکات یا حروف سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کلمہ اب فاعل اور اب مفعول بن گیا یا اب مضاف الیہ ہو رہا ہے اس لئے ایسے اسم کو لفظ معرب سے اہل عرب تعبیر کرنے لگے۔ (المصباح ص:۳۲، حاشیہ کافیہ ص:۴، الہامیہ ص:۴۵)

مبنی کی وجہ تسمیہ

مبنی بنٰی یبنی سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بروزن مرمی، اصل میں یہ مبنویٌ تھا واؤ اور یا ایک کلمہ میں جمع ہوئے، پہلا ساکن تھا اس لئے واؤ کو یاء سے بدل کر یا کو یا میں ادغام کر دیا اور یا کی مناسبت سے کسرہ دیدیا اس کے معنی بنٰی کیا ہوا اور قرار و عدم تغییر چونکہ مبنی ایک ہی حالت پر برقرار رہتا ہے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اس لئے یہ نام تجویز کیا گیا۔

(المصباح ص:۳۲، مصباح ص:۱۸۳ تا ۱۸۴)

مضارع کی وجہ تسمیہ

باب مفاعلت سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی مشابہت رکھنے والے کے، مضارع کو مضارع اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اسم فاعل کے ساتھ حال اور استقبال میں مشترک ہونے اور سین و سوف کے ساتھ مختص ہونے میں مشابہت رکھتا ہے گویا دونوں شبہوں یعنی مضارع واسم نے ایک پستان سے دودھ پیا ہے اور یہی وجہ تسمیہ شرح رضی میں ہے۔

(شرح رضی ۲/۲۲۶ مطبوعہ بیروت، مصباح ص:۲۴۴)

مشابہت کی تفصیل

اسم فاعل اور مضارع میں مشابہت لفظی و معنوی بھی ہے۔ لفظاً مشابہت تو یہ ہے کہ دونوں حرکت وسکون میں برابر ہیں یعنی جتنے حروف فعل مضارع میں ساکن یا متحرک ہیں اتنے ہی حروف اسم فاعل میں ساکن اور متحرک ہیں جیسے یَضْرِبُ وضَارِبٌ، یَسْتَخْرِجُ ومُسْتَخْرِجٌ اوراسی طرح لام تاکید کے داخل ہونے میں یعنی جس طرح اسم فاعل پر لام آتا ہے اسی طرح لام فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اوراسی طرح عدد حروف میں دونوں برابر ہیں جتنے اسم فاعل میں حروف ہیں اتنے ہی فعل مضارع میں ہوتے ہیں اور معناً مشابہت یہ ہے کہ جس طرح اسم فاعل حال اور استقبال میں مشترک ہے اسی طرح فعل مضارع بھی حال اور استقبال میں مشترک ہے۔ (مصباح ص ۲۴۴ تا ۲۴۵، روایہ ص: ۱۰۸)

افعال ناقصہ کی وجہ تسمیہ

افعال ناقصہ کو ناقصہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دیگر افعال کی طرح صرف فاعل یا اسم پر کلام تام نہیں کرتا بلکہ خبر کے لانے کی ضرورت ہوتی ہے اوراسی طرح افعال تامہ کی طرح حدوث پر دلالت نہیں کرتے اس معنی کی بناء پر انمیں ایک قسم کی نقص و کمی ہے اس لئے اس کا افعال ناقصہ نام رکھا گیا۔ (متوسط بحوالہ حاشیہ کافیہ ص: ۱۰۶، مصباح ص: ۲۶۷)

کلم المجازات کی وجہ تسمیہ

کلم المجازات کا دوسرا نام اسماء شرطیہ ہے ان کو کلم المجازات اس لئے کہتے ہیں کہ مجازات بمعنی بدلہ دینا جزاء دینا، چونکہ یہ دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں اور ایک جملہ دوسرے جملہ کے لئے جزاء ہونے پر دلالت کرتا ہے اس لئے ان اسماء کا کلم المجازات لقب ہوا کلماتیکہ دلالت کنند کہ جملہ ثانیہ جزا جملہ اولیٰ باشد۔

(حاشیہ ہدایت النحو ص: ۸۷، بحوالہ درایہ ص: ۲۲۰، المصباح ص: ۱۲۱)

Scanned with CamScanner

افعال قلوب کی وجہ تسمیہ

افعال قلوب اس وجہ سے نام رکھا گیا کہ یہ افعال اپنے صدور میں جوارح اور اعضاء ظاہری کی طرف محتاج نہیں ہیں بلکہ قوائے باطنی کافی ہیں انما سمیت هٰذہ الافعال افعال القلوب لانها لایحتاج فی صدورها الیٰ الجوارحِ والاعضاء الظاهرۃِ بل یکفی فیها القوۃ العقلیۃ (متوسط بحوالہ حاشیہ کافیہ ص:۱۴۰، تحریر سنبٹ ص:۲۵۱، روایہ ص:۱۱۹، مصباح ص:۲۶۵)

افعال الشک و الیقین کی وجہ تسمیہ

افعال قلوب کا دوسرا نام افعال الشک والیقین اس وجہ سے رکھا گیا کہ ان میں سے بعض شک کیلئے آتے ہیں اور بعض یقین کے واسطے وتسمی افعال الشک والیقین ایضاً لانَّ بعضها للشک وبعضها للیقین۔ (تحریر سنبٹ ص:۲۵۱ تا ۲۵۲، مصباح ص:۲۶۵)

حروف مشبہ بالفعل کی وجہ تسمیہ

حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں اور مشبہ باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے ان حروف کو مشبہ بالفعل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کو فعل کے ساتھ مشابہت لفظی و معنوی ہے، لفظی مشابہت تو یہ ہے کہ جس طرح فعل ماضی مبنی بر فتح ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی مبنی بر فتح ہوتے ہیں اور جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی ثلاثی اور رباعی ہوتے ہیں اور جس طرح فعل متعدی دو اسم کا متقاضی ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی دو اسم کا تقاضا کرتے ہیں اور مشابہت معنوی یہ ہے کہ ان حروف کے معانی فعل جیسے ہیں چنانچہ اِنَّ اور اَنَّ بمعنی اَکَّدْتُ و حَقَّقْتُ ہیں اور کَاَنَّ بمعنی شَبَّهْتُ اور لٰکِنَّ بمعنی اِسْتَدْرَکْتُ اور لَیْتَ بمعنی تَمَنَّیْتَ اور لَعَلَّ بمعنی تَرَجَّیْتُ ہیں۔

(درایہ ص:۲۴۹، تحریر سنبٹ ص:۲۷۰، متوسط بحوالہ کافیہ ص:۱۱۵)

حروف علت کی وجہ تسمیہ

حروف علت تین ہیں جن کا مجموعہ وای آتا ہے ان کو حروف علت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ علت کے معنی بیماری کے آتے ہیں چونکہ ان میں تغیر بہت واقع ہوتا ہے گویا علیل اور

Scanned with CamScanner

رنجور کے مانند ہیں جس کا مزاج بدلتا رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر مصیبت زدہ آدمی کی زبان سے وای کا لفظ نکلتا ہے ہے۔ حروف علت کی وجہ تسمیہ اور عدد کے متعلق شاعر نے کہا ہے...... ؎

حرف علت نام کردم واؤ الف یائے را
ہر کہ را دردے رسد ناچار گوید وائے را

(مصباح ص:۶۳، حاشیہ پنج گنج ص:۳، حاشیہ علم الصیغہ ص:۴)

حروف عاطفہ کی وجہ تسمیہ

عطف کے معنی لغت میں مائل کرنے کے آتے ہیں چونکہ یہ حروف بھی معطوف کو حکم اور اعراب میں معطوف علیہ کی طرف مائل کرتے ہیں اس وجہ سے ان حروف کا نام حروف عاطفہ رکھا گیا۔ العطف فی اللُّغة الامالةُ ولما کانت هٰذهٖ الحروف تمیل المعطوف الیٰ المعطوف علیه سمیت عاطفة (فوائد ضیائیہ ص:، تحریر سنبٹ ص:۱۷۴، مصباح ص:۲۹۸)

حروف تحضیض کی وجہ تسمیہ

یہ چار حروف ہوتے ہیں اَلَّا هلَّا اور لَو لَا اور لَو مَا — تحضیض کے معنی لغت میں ابھارنا اور آمادہ کرنا ہے چونکہ یہ حروف فعل کے کرنے پر ابھارنے اور آمادہ کرنے کیلئے آتے ہیں اس وجہ سے ان کو حروف تحضیض کہتے ہیں۔ (مصباح ص:۲۱۰، فوائد ضیائیہ)

حروف توقع کی وجہ تسمیہ

توقع باب تفعل کا مصدر ہے بمعنی امید والا ہونا، حروف توقع اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ جو متوقع اخبار ہے اس کو اس سے خبر دی جاتی ہے۔ لانهٗ یخبر بها لمتوقع الاخبار اور صاحب روایہ نے اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ اس حرف قد سے اس خبر کی جس کے وجود کی خبر دیجاتی ہے۔ اس کا دوسرا نام حرف تقریب ہے چونکہ یہ ماضی پر داخل ہو کر اس کو زمانۂ حال کی طرف قریب کرتا ہے۔ (روایہ ص:۱۴۴، مصباح ص:۳۱۰، درایہ ص:۱۶۷)

Scanned with CamScanner

حرف ردع کی وجہ تسمیہ

ردع بمعنی زجر و جھڑکنا اور منع کرنا چونکہ کلا زجر اور منع کے لئے موضوع ہے اس وجہ سے کلاَّ کو حرف ردع کہتے ہیں۔ (مصباح ص:۳۱۸، روایہ ص:۱۴۷)

حروف تنبیہ کی وجہ تسمیہ

تنبیہ کے معنی بیدار کرنا کسی چیز پر خبردار کرنا، حروف تنبیہ تین ہیں اَلَا اَمَا ھا یہ حروف جملے کے سرے پر داخل ہوتے ہیں تا کہ مخاطب اس کلام کے کسی جزو سے بھی غفلت نہ کرے جس کو متکلم اس کی طرف القا کرنا چاہتا ہے اور مخاطب کے ذہن میں اچھی طرح متمکن ہو جائے اور چونکہ غرض مذکور پر دلالت کرنے کی وجہ سے جملہ کے شروع میں آتے ہیں اس وجہ سے ان کا نام حروف استفتاح بھی ہے۔ منھا ایقاظ الغافلین علیٰ مضمون الجملة الخ. (تحریر سنبٹ ص:۲۷۶، مصباح ص:۳۰۲، درایہ ص:۲۶۱)

اَمَا کے لغات

حروف تنبیہ میں سے ایک اَمَا بفتح ہمزہ و تخفیف میم ہے اس میں چند لغت ہیں (۱) ھمَا ہمزہ کو بدلنے اور الف کو باقی رکھنے کے ساتھ (۲) عمَا ہمزہ کو عین سے بدلنے اور الف کو باقی رکھنے کے ساتھ (۳) ھم ہمزہ کو ہاء سے بدلنے اور الف کو گرا دینے کے ساتھ (۴) عَم ہمزہ کو عین سے بدلنے اور الف کو گرانے دینے کے ساتھ (۵) اَم فقط الف کو ساقط کرنے کے ساتھ۔ (المنہل بحوالہ حاشیہ ہدایت النحو ص:۱۱۴، مصباح ص:۳۰۲)

حروف ایجاب کی وجہ تسمیہ

ایجاب باب افعال کا مصدر ہے بمعنی جواب دینا اور ثابت کرنا کیونکہ یہ حروف جواب دینے، تصدیق، تحقیق اور اثبات کے واسطے آتے ہیں ایجاب سے مراد مقابل نفی، نفی نہیں بلکہ جواب دینا ہے خواہ ما سبق کی تقریر کے ساتھ ہو خواہ نفی سابق کے اثبات کیساتھ ان حروف ایجاب کا دوسرا نام حروف تصدیق بھی ہے۔ (مصباح ص:۳۰۲، حاشیہ ہدایت النحو ص:۱۱۵)

Scanned with CamScanner

نعم میں چار لغت ہیں

حروف ایجاب میں سے ایک نعم ہے اس میں چار لغت ہیں (۱) نَعَم نون وعین کا فتحہ اور یہ مشہور لغت ہے (۲) نَعِم نون کا فتحہ اور عین کا کسرہ (۳) نَحَمُ نون کا فتحہ عین مفتوحہ کو حاء حطی سے بدل لیتے ہیں (۴) نِعِم نون اور عین کا کسرہ۔ (درایہ ص:۲۶۲، مصباح ص:۲۹۴)

حروف زیادہ کی وجہ تسمیہ

حروف زیادہ سات ہیں چونکہ یہ حروف فی الکتاب کبھی کلام میں زائد آتے ہیں یعنی جب یہ چاہتے ہیں کہ کلام میں کسی حرف کو زائد لائیں تو ان حرفوں میں سے لاتے ہیں اس وجہ سے یہ حروف اس نام کے ساتھ موسوم ہو گئے اور ان حروف کا نام حروف صلہ بھی ہے۔

(مصباح ص:۳۰۶، درایہ ص:۲۶۴)

حروف زیادت کا مطلب

حروف زیادت کا یہ مطلب نہیں کہ یہ ہمیشہ زائد ہوتے ہیں بلکہ ان کے زیادہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو کلام سے حذف کر دیا جائے تو اصل معنی میں کوئی خلل نہ آئے اور ان کے زائد ہونے کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ان کے ذکر میں کچھ فائدہ نہیں کیونکہ کلام عرب میں ان کے فوائد لفظی اور معنوی دونوں ہیں فوائد لفظی لفظ کی فصاحت، تزئین عبارت، تحسین کلام اور وزن شعر کی استقامت اور حسن سجع وغیرہ۔ فائدہ معنوی تاکید معنی ہے اگر یہ حروف دونوں قسم کے فائدوں سے خالی رہتے ہیں تو پھر کلام میں ان کا لانا بے سود ہوگا اور فصاحتِ کلام سے گر جائے گا بالخصوص خالق ارض وسمٰوٰت کے کلام میں حشو زائد لازم آئیگا جو کہ ناروا ہے۔ وَمَعْنی زیادتها انهٗ لایختلُّ اصل المعنی بسقوطها لانها لافائدة لها فی کلام العرب بل لها فوائد الخ۔

(تحریر سنبٹ ص:۲۷۶، روایہ ص:۱۴۱، مصباح ص:۳۰۶)

Scanned with CamScanner

حروف مصدریہ کی وجہ تسمیہ

صاحب مصباح کے قول کے مطابق حروف مصدریہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ حروف جملہ کو مصدر کے حکم میں کر دیتے ہیں اس وجہ سے ان کو حروف مصدریہ کہتے ہیں لیکن محشی ہدایت النحو نے عبدالرحمٰن ملا جامیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حروف مصدریہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ حروف اپنے صلہ کو مصدر کے حکم میں کر دیتے ہیں یعنی اپنے معنی پر صلہ کے رہنے کے باوجود اس پر مصدر کے احکام حاوی ہو جاتے ہیں جیسے بِمَا رَحبَتْ ای بَرُحْبِهَا مصدر کے معنی میں ہے اس لئے ان حروف کو حروف مصدریہ کہتے ہیں۔

(فوائد ضیائیہ ص: حاشیہ ہدایۃ النحو ص: ۱۱۷، مصباح ص: ۳۰۸)

حروف جر کی وجہ تسمیہ

حروف جر کو حروف جار یا جر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ حروف اپنے مدخول کو جر کرتے ہیں بعض نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ جر کے معنی کھینچنا چونکہ یہ حروف بھی معانی افعال کو اپنے مدخول کی طرف کھینچتے ہیں اور ان حروف کا دوسرا نام حروف اضافت بھی ہے چونکہ اضافت کے معنی ہیں ملانا اور یہ حروف فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اپنے معمول سے ملا دیتے ہیں لہٰذا ان حروف کا نام حروف اضافت رکھدیا گیا۔

(تحریر سنبٹ ص: ۲۶۴، روایہ ص: ۱۲۶، مصباح ص: ۲۷۶)

شبہ فعل و معنی فعل کی توضیح

شبہ فعل وہ شئی ہے جو فعل کا سا عمل کرے اور فعل کے مادہ سے ہو جیسے مصدر، اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، افعل التفضیل اور معنی فعل سے مراد وہ ہے جس سے معنی فعل مستنبط ہوتے ہیں اور فعل کے مادہ سے نہ ہو جیسے ظرف، جار مجرور، حرف نداء حرف تنبیہ، اسماء اشارات، اسماء افعال، حروف تمنی و ترجی چنانچہ یہ سب معنی فعل پر دلالت کرتے ہیں۔

(درایہ ص: ۲۴۰، روایہ ص: ۱۲۶)

Scanned with CamScanner

رب میں سولہ ۱۶/ لغات ہیں

حروف جار میں سے ساتواں حرف جر رب ہے اس میں سولہ لغات ہیں جن کو علامہ ہشام صاحب مغنی اللبیب نے بیان کیا ہے اول ضم راءٔ ابن تشدید باء جیسے رُبَّ (۲) ضم را وتخفیف باء جیسے رُبَ (۳) فتح راوتشدید باء جیسے رَبَّ (۴) فتح راوتخفیف باء جیسے رَبَ (۵) ضم راوتشدید باء مع التاء التانیث ساکنہ جیسے رُبَّتْ (۶) ضم راء وتخفیف باء مع تاء تانیت ساکنہ جیسے رُبَتْ (۷) فتح راء وتشدید باء مع تاء مذکور جیسے رَبَّتْ (۸) فتح راء وتخفیف باء مع تاء مذکور جیسے رَبَتْ (۹) ضم راء وتشدید باء مع تاء تانیث متحرکہ جیسے رُبَّتُ (۱۰) ضم راء وتخفیف باء مع تاء مذکور جیسے رُبَتَ (۱۱) فتح راء وتشدید باء مع تاء مذکور جیسے رُبَّتَ (۱۲) فتح راء تخفیف باء مع تاء مذکور جیسے رَبَتَ (۱۳) ضم راء مع سکون باء جیسے رُبْ (۱۴) فتح راء وسکون باء جیسے رَبْ (۱۵) ضم راء مع باء مشددہ جیسے رُبُّ (۱۶) ضم راء مع ضم باء مخففہ جیسے رُبُ

(مغنی اللبیب بحوالہ حاشیہ ہدایۃ النحو ص:۱۰۴، مصباح ص:۲۸۵)

غایات کی وجہ تسمیہ

وہ ظرف جواضافت سے قطع کردیئے جاتے ہیں ان کو غایات کہا جاتا ہے، غایات جمع ہے غایت کی بمعنی منتہیٰ الشئی ان کو غایات اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کو بولنے کے بعد یہ توقع ہوتی ہے کہ ان کا تکلم ان کے مضاف الیہ پر ختم ہوگا جب ان کے مضاف الیہ کو بلاعوض حذف کردیا تو خلاف توقع ان کا تکلم ان پر ختم ہوگیا تو گویا کہ یہ نطق میں غایت ہوگئے اس وجہ سے ان کا نام غایات رکھدیا بخلاف ان کے جن کے مضاف الیہ کو حذف کر کے عوض میں تنوین وغیرہ لے آتے ہیں جیسے کلٌ بعضٌ تو ان کو غایات نہیں کہا جائے گا چونکہ وہاں ان پر غایات تکلم کی نہیں ہوئی ہے بلکہ مضاف الیہ پر ہوئی غایات کی وجہ تسمیہ صاحب روایۃ النحو نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ظروف مقطوع عن الاضافت کا نام غایات اس لئے رکھا گیا ہے کہ کلام کی غایت اور انتہاء ان کا مضاف الیہ تھا لیکن جب اس کو حذف کردیا گیا تو یہ ظرف کلام کی غایت ہوگئے لہٰذا ان کا نام غایات رکھا گیا۔

(مصباح ص:۲۰۶، روایہ ص:۸۷)

ضمیر شان وقصہ کی وجہ تسمیہ

ایسے ضمیر کا نام (جو جملہ سے پہلے بلا مرجع ایک ضمیر غائب ہو) مذکر میں ضمیر شان و مؤنث میں قصہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ دونوں ضمیریں معہود فی الذہن ہی کی جانب لوٹتی ہیں انما یسمیٰ ھٰذا الضمیر ضمیر الشان والقصة لانہٗ عائد الیٰ ماھوا لمعھود فی الذھنِ الخ. (غایۃ التحقیق بحوالہ کافیہ ص:۶۷ درایۃ النحوص:۱۶۴)

نحو کی وجہ تسمیہ

علم نحو کی وجہ تسمیہ کے متعلق مختلف اقوال ہیں ایک وجہ تسمیہ تو یہ ہے کہ نحو لغت میں بمعنی ارادہ بولا جاتا ہے نَحَوْتُہٗ میں نے اس کا ارادہ کیا، تو علم نحو کو نحو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس علم کی تدوین میں کلام عرب کی طرف قصد وارادہ ہے تا کہ وہ حضرات جو اہل لغت میں سے نہیں ہیں فصاحت میں اہل لغت کے ساتھ سامل ہو جائیں۔ (روایۃ النحوص:۷)

دوسری وجہ تسمیہ

اس علم کا نحو نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ابوالاسود دوئلیؒ نے ایک روز ایک مرد سے سنا کہ وہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ بَرِیٌٔ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ کے لام کو جر کے ساتھ پڑھتا ہے، وہ یہ سنکر غصہ ہوئے اور فرمایا کہ اس طرح پڑھنا کفر ہے اس لئے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ مشرکین اور اپنے رسول سے بیزار ہے اس کے بعد وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ بیان کیا اور کہا کہ نحوتُ اَنْ اَضعَ مِیْزَاناً للعربِ لیقوّموا اَلسنتھُمْ یعنی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ اہل عرب کے لئے ایک میزان اور قانون بناؤں جس کے ذریعہ وہ اپنی زبان کو ٹھیک رکھیں حضرت علی نے فرمایا اُقْصُدْہٗ نَحْوَہٗ اس کی طرف تم ارادہ کرو لہٰذا ان قواعد وضوابط کا نام تبرکاً نحو رکھدیا گیا۔[1] (روایہ ص:۷)

---

[1] علم النحو کی تدوین اور وضع بلکہ پوری تاریخی معلومات کے لئے مؤلف کی تصنیف ''تاریخ نحو'' ملاحظہ فرمائیں۔

Scanned with CamScanner

صرف کی وجہ تسمیہ

صرف کے معنی لغت میں کسی شئی کو ایک حال سے دوسری حالت کی طرف پھیرنا گھومانا چونکہ علم الصرف میں ایک لفظ کو مختلف صیغوں میں گردانا جاتا ہے تاکہ اس سے معانی مختلفہ صادر ہوں۔ گردانیدن چیز یست از حالی بحالی۔ (حاشیہ علم الصیغہ ص:۲ صرف میر ص:۲)

رفع کی وجہ تسمیہ

حرکت رفع کی دو وجہ تسمیہ ہیں ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس کے معنی بلندی کے آتے ہیں چنانچہ اسکے تلفظ کے وقت نیچے کا ہونٹ اوپر کو اٹھ جاتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ رفع اپنے اخوین (نصب جر) پر بلند اور عالی مرتبہ ہوتا ہے، کیونکہ یہ عمدۃ کلام فاعل ہونے کی وجہ ہے انما سمی الرفع رفعاً لارتفاع الشفعة السفلیٰ عندالتلفظ بہٖ اولرفعة مرتبتہٖ بین اخوین لکونہٖ علما لماھو عمدۃ الکلام وھو الفاعل (تحفہ خادمیہ بحوالہ تحریر سنبٹ ص:۲۸، غایۃ التحقیق بحوالہ کافیہ ص:۳۰ درایہ ص:۴۰)

نصب کی وجہ تسمیہ

نصب کے معنی لغت میں قائم کرنا، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کے تلفظ کے وقت دونوں لب اپنی حالت پر قائم رہتے ہیں، یا یہ کہ یہ کلام کے اندر فضلہ کو قائم کرتا ہے، نصب سمی نصباً لانتصاب الشفتین علیه عند التلفظ بہٖ او لانہٗ ینصب الفضلة ای یقیمھا فی الکلام من غیر ان یحتاج الیہِ الکلام. الخ. (حوالہ بالا درایہ ص:۴۰)

جر کی وجہ تسمیہ

جر کے معنی لغت میں کھینچنے کے آتے ہیں ایک وجہ تسمیہ تو یہ ہے کہ اس کے تلفظ کے وقت لب زیر لفظ کو نیچے کی طرف کھنچتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا عامل فعل کو یا معنی فعل کو اسم کی طرف کھینچتا ہے سمی الجر جراً لانَّ عاملہٗ یجرُّ الفعل الیٰ الاسم اولان الشفة یجر الی الاسفل عندالتلفظ. (تحفہ خادمیہ بحوالہ تحریر سنبٹ ص:۲۸، درایہ ص:۴۰)

ضمہ کی وجہ تسمیہ

ضم کے معنی لغت میں ملنے ملانے کے آتے ہیں چونکہ اس کے تلفظ کے وقت دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں سمی الضم ضما لحصولہ بضم الشفتین الخ.

(حاشیہ کافیہ ص:۶۴، روایہ ص:۷۷، مصباح ص:۱۸۶، درایہ ص:۱۶۰)

Scanned with CamScanner

فتحہ کی وجہ تسمیہ

فتحہ کو فتحہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی ادائیگی کے وقت دونوں ہونٹ کھل جاتے ہیں لہٰذا اس کا نام فتحہ رکھا گیا سمی لفتح فتحا لانفتاح الفم فی التلفظ (ایضاً)

کسرہ کی وجہ تسمیہ

کسرہ کے تلفظ میں چونکہ نیچے کا ہونٹ منکسر ہوجاتا ہے یعنی اس کے تلفظ میں نیچے کا ہونٹ اوپر کے ہونٹ سے علیٰحدہ ہوجاتا ہے اس لئے اس کا نام کسرہ رکھا گیا۔ سمی الکسر لانکسار الشفة السفلیٰ فی التلفظ (حوالہ بالا)

مثال کی وجہ تسمیہ

معتل فاء کا دوسرا نام مثال ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ "مثال"، مثل (طرح) کے معنی میں ہے چونکہ معتل فاء (وَعَدَ یَسَرَ) قلت تعلیل میں "صحیح" کی طرح ہے اس لئے اس کو مثال کہتے ہیں یعنی جیسے ہفت اقسام کی ایک قسم صحیح میں تعلیل شاذ ونادر ہوتی ہے اسی طرح "مثال" میں تعلیل کم ہوتی اس مماثلث ومشابہت کیوجہ سے معتل فاء کو مثال کہا جاتا ہے "معتل فاء را مثال بایں جہت گویند کہ مثل صحیح است بسبب قلت اعلال دراں"

(حاشیہ علم الصیغہ ص:۴)

اجوف کی وجہ تسمیہ

اجوف کے معنی لغت میں کھوکھلا اور پیٹ کے آتے ہیں چونکہ وہ کلمہ اپنے پیٹ میں حرف علت رکھتا ہے یا اس وجہ سے کہ اس کا جوف حرف صحیح سے کھوکھلا رہتا ہے۔

(حاشیہ صرف میر ص:۶)

معتل کی وجہ تسمیہ

معتل علت سے مشتق ہے چونکہ اس کلمہ میں حرف علت ہوتا ہے اس وجہ سے اسے معتل کہتے ہیں، معتل مشتق است از علت (حاشیہ علم الصیغہ ص:۴)

Scanned with CamScanner

مہموز کی وجہ تسمیہ

مہموز یہ ہمزہ سے ماخوذ ہے چونکہ اس فعل میں فاء عین یالام کلمہ کی جگہ ہمزہ ہوتے ہیں اس وجہ سے اس کا نام مہموز رکھا گیا۔ (حوالہ بالا)

صحیح کی وجہ تسمیہ

صحیح کے معنی لغت میں درست اور اچھا کے آتے ہیں چونکہ جو فعل حروف علت اور دو مکرر حرف یک جنس سے خالی ہوتا ہے تو گویا کہ وہ اچھا ہے اس وجہ سے اس کو صحیح کہتے ہیں۔
(حاشیہ صرف میر ص:۵)

ناقص کی وجہ تسمیہ

ناقص بمعنی کم کے آتے ہیں چونکہ آخر سے حرف علت زیادہ تر ساقط ہو جاتا ہے لہٰذا اس کلمہ کی بنا میں ایک نقصان اور کمی واقع ہو جاتی ہے اس وجہ سے اس کو ناقص کہتے ہیں۔
(صرف میر ص:۶، علم الصیغہ ص:۴)

مضاعف کی وجہ تسمیہ

مضاعف کے معنی لغت میں مکرر اور دوگنا کے آتے ہیں چونکہ اس میں ایک جنس کا دو حرف مکرر آجاتا ہے اس وجہ سے اس کو مضاعف کہا جاتا ہے۔ (صرف میر ص:۵)

لفیف کی وجہ تسمیہ

لفیف کے معنی لغت میں پیچیدہ اور لپٹنے کے آتے ہیں اسی سے لفافہ ہے چونکہ حرف صحیح میں دو حرف علت لپٹ جاتے ہیں اس وجہ سے اس کا نام لفیف رکھا گیا۔ لفیف بمعنی پیچیدہ است الخ۔ (علم الصیغہ ص:۴، صرف میر ص:۷)

جاری مجرای صحیح کی وجہ تسمیہ

چونکہ اعراب لفظی اس حرف علت پر جس کا ماقبل ساکن ہو ثقیل نہیں ہوتا اس لئے کہ خفت سکون ثقالت حرکت کے معارض ہوتی ہے لہٰذا اس کو صحیح کا قائم مقام کیا گیا اور چونکہ اس میں قدر ثقل باقی رہتا ہے اس لئے وہ مکمل صحیح بھی نہیں ہو سکتا۔ (روایۃ النحو ص:۱۹)

Scanned with CamScanner

ترکیباتِ مشکلہ

لاَاِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ

رکن الدین: استادِ محترم کلمۂ توحید لاَاِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ کی ترکیب کس طرح ہوگی استثناء نہیں مان سکتے کیونکہ استثناء متصل کی صورت میں اللّٰہ کا اِلٰہ میں داخل ہونا پایا جائے گا جو کہ معبود ان باطلہ میں ادخال اور معبود کا متعدد ہونا لازم آئے گا اور منقطع کی صورت میں معبود حقیقی اللہ کا استثناء اور خروج لازم آئے گا جو کلمۂ توحید کے منافی ہے۔

ثاقب: اس کی ترکیب یوں ہے لاَ حرف نفی جنس اِلٰہ موصوف اِلاَّ بمعنی غیر صفت مضاف اسم جلال اللّٰہ مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر اِلٰہ موصوف کی صفت، موصوف صفت سے ملکر لاء نفی جنس کا اسم ''معبود'' خبر محذوف لاء نفی جنس اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا، اس صورت میں موصوف صفت میں مطابقت بھی ہے کیونکہ اِلٰہ نکرہ موصوف اور اِلاَّ اللّٰہ صفت نکرہ اس لئے کہ غیر مثل میں کثرت ابہام ہوتی ہے جو بوقت اضافت بھی نکرہ رہ جاتا ہے، دوسری ترکیب اِلٰہ اسم اور معبود کی ضمیر سے اللّٰہ بدل قرار دیا جاسکتا ہے مگر یہ مرجوح قول ہے۔ (اعراب القرآن ۲۶/۲۲۴)

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ

مُحَمَّدٌ مبتدا رسول مضاف اسم جلال اللّٰہ مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر خبر مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔ دوسری ترکیب جس کو صاحب اعراب القرآن علامہ محمد الصافی نے بیان کیا ہے محمد موصوف رسول مضاف اللّٰہ مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر صفت، موصوف صفت سے ملکر مبتدا اور خبر محذوف بَشَرٌ مبتدا اپنی خبر محذوف سے ملکر جملہ اسمیہ ہوا، مگر راقم کہتا ہے کہ ترکیب اول راجح اور ترکیب ثانی مرجوح کیونکہ یہ مستقل جملہ ہے اور ترکیب ثانی میں مستقل جملہ نہیں بنتا۔

Scanned with CamScanner

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صَلّٰی فعل ماضی معروف اللّٰہ فاعل علی حرف جار ہ ضمیر محلًا مجرور جار مجرور سے ملکر صلّٰی کے متعلق صلّٰی فعل فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ حرف عطف سَلَّمَ فعل ماضی معروف ضمیر ھو پوشیدہ (مرجع اللّٰہ) فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

مَدَّ ظِلُّهُ الْعَالِي

مدّ فعل مجہول ظلّ مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر موصوف ہوا العالی صفت کا موصوف اپنی صفت سے ملکر نائب فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

زِيْدَ مَجْدُكُمْ

زِیْدَ فعل مجہول مجد مضاف کم مضاف الیہ، مضاف، مضاف الیہ سے ملکر نائب فاعل فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے ملکر جملہ انشائیہ، زیدت معالیکم کی بھی یہی ترکیب ہے

دَامَتْ بَرَكَاتُهُمْ

دَامت فعل ماضی مؤنث معروف برکات مضاف ھُمْ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

رحمۃ مصدر مضاف اللّٰہ اسم جلال مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدا علیٰ حرف جار ہٖ ضمیر محلًا مجرور جار مجرور سے ملکر متعلق ہوا نازِلَۃٌ محذوف کے نازلۃ اپنے فاعل محذوف اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر ہوئی، متبدا خبر سے ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

رَضِیَ فعل ماضی معروف اللّٰہ فاعل عن حرف جار ہٗ ضمیر محلًا مجرور جار مجرور سے ملکر متعلق ہوا رضی فعل کا فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ۔

قُدِّسَ سِرُّہٗ

قدس فعل ماضی مجہول سرّ مضاف ۂ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر نائب فاعل فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ۔

غُفِرَلَہٗ

غفر فعل ماضی مجہول اس کا مصدر المغفرۃ نائب فاعل ل حرف جارۂ ضمیر مجرور جار مجرور سے ملکر متعلق ہوا غفر کا، غفر فعل نائب فاعل متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

حَفِظَہُ اللّٰہ

حفظ فعل ماضی معروف ۂ ضمیر مفعول بہ مقدم اللہ اسم جلال فاعل مؤخر فعل اپنے فاعل مؤخر اور مفعول بہ مقدم سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

سَلَّمَہٗ

سلّم فعل ماضی معروف ضمیر ھُوَ پوشیدہ فاعل مرجع اللہ ۂ ضمیر مفعول بہ فعل فاعل مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ

سبحان مصدر مضاف رب مضاف الیہ مضاف یاء ضمیر مضاف الیہ مرکب اضافی ہوکر موصوف العظیم صفت موصوف صفت سے ملکر مضاف الیہ سبحان مصدر کا، سبحان مصدر اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول مطلق ہوا فعل محذوف سبّحتُ کا فعل اپنے فاعل مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ

نوَّرَ فعل ماضی معروف اللہ اس کا فاعل مَرْقَدَ مضاف ۂ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول بہ، فعل فاعل مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

Scanned with CamScanner

اَللّٰهُ اَکْبَرُ

اللہ اسم جلال مبتدا اکبر صیغہ اسم تفضیل شبہ فعل ضمیر پوشیدہ فاعل من حرف جار کُلّ مضاف شئیٌ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر متعلق ہوا اکبر کا اکبر اپنے محذوف فاعل اور متعلق سے ملکر خبر مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

السّلام صیغہ صفت علیٰ حرف جار کُمْ ضمیر محلًا مجرور جار جار مجرور سے ملکر متعلق ہوا السلام کے السلام اپنے متعلق سے ملکر مبتدا اول واؤ حرف عطف رحمۃ مصدر مضاف اللّٰہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدا ثانی واؤ حرف عطف برکات مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدا ثالث تینوں مبتدا نازلٌ محذوف خبر سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

يُوسُفُ زَلِيخَا

منادیٰ مرخم ہے حرف ندا محذوف یوسف کی اصل فاء ترخیم کی گئی، موجودہ فِ (ق) کے وزن پر وَفاءٌ سے مشتق ہے تقدیر عبارت یایوسوفِ زلیخا. اے یوسف زلیخا سے وفاداری کر۔

اَنَّ زَيْدٌ كَرِيْمٍ

سوال:۔ یہ جملہ غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ شروع کلام میں اِنَ بکسرا الهمزہ آتا ہے نیز ان کے بعد منصوب ہونا چاہئے مگر مرفوع ہے اور کریم کو مرفوع ہونا چاہئے تو مجرور ہے؟

جواب:۔ آپ مغالطہ میں پڑ گئے یہ جملہ فعلیہ ہے اور اَنَّ اَنِیْنَ بمعنی رونا سے مشتق ہے زیداس کا فاعل اور کریم کا کاف تشبیہ اور لفظ رِیمٍ (ہرن کا بچہ) سے مرکب ہے یعنی زید ہرن کے بچہ کی طرح رویا۔

Scanned with CamScanner

یَابَابُلِ

سوال:۔بابل مفرد معرفہ مبنی علی الضم ہونا چاہئے مکسور کیوں ہے؟

جواب:۔بابل منادیٰ مرخم ہے چوتھا حرف یعنی لام حذف کردیا گیا اور لام مکسور جو نظر آرہا ہے۔الوَلایۃ سے صیغہ امر ہے اصل میں یَابَابُلُ لِ تھا اے بابل متولی بنجا۔

یَامُنِیْرَ

یہ بھی منادیٰ مرخم ہے چوتھا حرف (ر) کو حذف کردیا گیا اور بفتح الراء الرویہ سے صیغہ امر ہے اصل میں یامنیر رَ تھا اے منیر تو دیکھ۔

اَلْمُسْلِمُ کَافِرٌ

سرور:استادِ محترم!مسلمان کافر کیسے ہوسکتا ہے؟

ثاقب:عزیزم!کافر یہاں چھپانے والا یعنی کاشتکار کے معنی میں ہے کیونکہ زمین میں وہ بیج کو چھپاتا ہے اور مسلمان کاشتکار ہوتا ہے لہٰذا اشکال کی کیابات ہے۔

Scanned with CamScanner

فرق کا بیان

علم اور فن میں فرق

علم وفن میں فرق یہ ہے کہ علم وفن میں نظری اور عملی کا فرق ہے یعنی علم کسی چیز کے خالص جان لینے کا نام ہے۔ کسی بھی علم کے لئے قواعد، اصول ربط وتعلق کو سمجھ لینا کافی ہے اور عملی میدان میں مشق کے ذریعہ اس پر حاوی ہونے کا نام فن ہے حصول فن کے لئے اعضاء جسمانی کی مشق ضروری ہے، چنانچہ علم نحو، صرف، نجوم، یہ سب علوم ہیں اور فن تجوید، سپہ گری، لوہاری، نجاری یہ سب فنون ہیں۔ (تذکرۃ قاریان ہند ص:۱۲ مطبوعہ کراچی)

جملہ اور کلام میں فرق

مذہب مختار کے مطابق دونوں مترادف کلمے ہیں لیکن بعض حضرات کے نزدیک دونوں میں فرق ہے۔ جس کو محشی کافیہ نے علامہ ابن ہشام نحوی کی گرانقدر تصنیف مغنی اللبیب کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ جملہ میں مطلق اسناد اصلی کی شمولیت ہوتی ہے خواہ وہ مقصود لذاتہ ہو یا نہ ہو اور کلام میں اسناد اصلی مع مقصود لذاتہ ہوتی ہے یعنی دونوں میں عام خاص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے اس اعتبار سے ہر کلام جملہ ہوسکتا ہے لیکن ہر جملہ کلام نہیں ہوسکتا کیونکہ خاص میں عام متضمن ہوتا ہے لیکن عام میں خاص نہیں پایا جاتا۔ **الاسناد فی تعریف الکلام هو الاسناد المقصود لذاته والاسناد فی تعریف الجملة الخ.**

(تحریر سنبٹ ص:۱۶ معنی اللبیب بحوالہ کافیہ ص:۳۰، شرح رضی ۱/۱۸)

سالم اور صحیح میں فرق

اکثر علماء صَرف کے نزدیک دونوں مترادف ہیں اور بعض لوگوں نے دونوں میں فرق بیان کیا ہے کہ صحیح وہ ہے جس میں امور ثلثہ یعنی حروف اصلی کی جگہ ہمزہ اور حرف علت اور مضاعف کے انتفاء کی شرط ہو اور سالم وہ ہے جس میں فقط حرف علت نہ ہو خواہ ہمزہ اور تضعیف ہو یا نہ ہو اور بعض حضرات نے اس کا برعکس کیا ہے کہ صحیح وہ ہے جس میں فقط

Scanned with CamScanner

حرف علت کی انتفاء ہو خواہ ہمزہ اور تضعیف ہو یا نہ ہو اور سالم وہ ہے جس میں ہمزہ اور حرف علت اور مضاعف نہ ہو" باید دانست کہ سالم پیش اکثر علماء صرف مرادف صحیح است وبعضے الخ"
(نغزک ص:۱۳)

اسم تفضیل اور مبالغہ میں فرق

صیغۂ مبالغہ اور اسم تفضیل کے معنی میں فرق یہ ہے کہ صیغۂ مبالغہ میں معنی فاعلیت کی زیادتی بغیر کسی تقابل کے فی حدذاتہ مقصود ہوتی ہے کسی دوسرے کا لحاظ نہیں جیسے علامہ بہت زیادہ جاننے والا اور اسم تفضیل میں زیادتی دوسرے کے مقابلہ میں ہوتی ہے جیسے زیدٌ افضلُ من عمرو. زید عمرو سے زیادہ اچھا ہے اسی طرح اللہ اکبر اللہ ہر چیز سے بڑا ہے اس میں معنی نسبت مقدر ہے۔ فرق در صیغۂ مبالغہ و اسم تفضیل انیست کہ در صیغہ مبالغہ منظور زیادت می باشد الخ۔
(علم الصیغہ ص:۱۶)

صرف اور تصریف میں فرق

متأخرین کے نزدیک صرف اور تصریف دونوں مترادف لفظ ہیں مگر امام النحو سیبویہ کہتے ہیں کہ تصریف صرف کا جز ہے اور صرف نحو کا جز ہے۔
(حاشیہ صرف میر ص:۳، شرح شافیہ ص:۶ ج:۱)

تمنی اور ترجی میں فرق

تمنی اور ترجی میں باہم فرق یہ ہے کہ تمنی ممکنات اور ممتنعات دونوں کے لئے آتا ہے یعنی تمنی میں امکان شرط ضروری نہیں ناممکن شئی کے لئے بھی تمنا کی جاسکتی ہے جیسے يٰلَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا اور ترجی میں امکان متمنّٰی شرط ہے یعنی جس کا حصول ممکن ہو جیسے لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ یہی وجہ ہے کہ لَعَلَّ الشَّبَابَ يَعُوْدُ کہنا درست نہیں کیونکہ جوانی کا عود کر جانا ممکن نہیں بلکہ ممتنع ہے۔

(شرح ماۃ عامل ص:۱۹، مصباح ص:۲۹۶)

Scanned with CamScanner

صحیح نحوی و صحیح صرفی میں فرق

صحیح کی تعریف میں کثیر اور مختلف اقوال ہیں مگر اختصار کے مدنظر فقط صرفی اور نحوی کے مابین فرق کو سپرد قلم کرتے ہیں نحویوں کی اصطلاح میں صحیح اسے کہتے ہیں جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو خواہ اول یا وسط کلمہ میں ہو یا نہ ہو جیسے زید وحید اور صرفیوں کے نزدیک صحیح وہ ہے جس کے حروف اصلی کی جگہ میں ہمزہ اور حرف علت اور تضعیف نہ ہو جیسے ضَرَبَ لہٰذا صحیح نحوی اور صحیح صرفی کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے صحیح نحوی عام ہے اور صحیح صرفی خاص۔ الصحیح عند النحاة لایکون فی اٰخرہٖ حرف علة واما الصحیح الصرفیین ما سلمت حروف الاصلیة الخ. (الہامیہ ص: ۴۸ روایہ ص: ۱۹)

اَمَّا بالفتح اور اِمَّا بالکسر میں فرق

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اول یعنی اَمَّا بالفتح یہ حرف شرط ہے جو تفصیل کے لئے آتا ہے اور اس کے جواب پر فاء کا آنا ضروری ہے اور ابتداء کلام میں ہو تو یہی مستانفہ کہلاتا ہے اور اِمَّا بالکسر یہ حرف عطف ہے اگر ایک اِمَّا کے بعد دوبارہ یا تو حرف اَو آ رہا ہو یا اِمَّا ہی آ رہا ہو تو اس صورت میں اِمَّا بالکسر حرف عطف ہوگا جیسے باری تعالیٰ کا قول اِمَّا شَاکِراً وَّاِمَّا کَفُوراً اور اگر اما کے بعد فاء آ رہا ہو یا کچھ نہ آ رہا ہو تو اَمَّا بالفتح ہوگا جیسے اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِیْ الْجَنَّةِ اور اَمَّا بَعْدُ.

اَوَ بفتح الواو اور اَوْ بسکون الواو میں فرق

اَوَ اور اَوْ میں فرق یہ ہے کہ اَوَ اصل میں وَأ ہے چونکہ ہمزہ صدارت کلام کا مقتضی ہوتا ہے اس لئے ہمزہ کو واؤ پر مقدم کردیا جاتا ہے جیسے اَوَ لَایَعْلَمُوْنَ اصل میں وَألَایَعلمُوْنَ یعنی اور کیا وہ لوگ نہیں جانتے اور اَوْ بالسکون یہ حرف عطف ہے۔

مثال اور نظیر میں فرق

نظیر اس جزئی کو کہا جاتا ہے جو ماقبل کی وضاحت کرے اور اس کا فرد نہ ہو مثلاً کہا جائے کُلُّ فَاعِلٍ مَرْفُوعٌ جیسے زَیْدٌ عَالِمٌ میں زید مرفوع ہے چونکہ زید مرفوع تو ہے مگر

فاعل نہیں بلکہ مبتدا ہے تو یہ ممثل لہٗ کا فرد نہیں اور مثال اس جزئی کو کہتے ہیں جو ماقبل کی وضاحت کردے اور اس کا فرد بھی ہو یعنی اگر مثال ممثل لہٗ کے افراد میں سے ہو تو اس کو مثال کہا جاتا ہے جیسے کُلُّ فاعلٍ مرفُوْعٌ کَزَیْدٍ فِیْ ضَرَبَ زَیْدٌ تو زید یہاں مرفوع بھی ہے اور فاعل بھی ہے وَفِیْ الْمَثِیْلِ یَکُوْنُ المثل فی افراد الممثل لہٗ الخ۔

(الکلام المنظم ص:۴۷، شرح مولوی مبین ۱/۱۸)

ما اور لاء نفی میں فرق

مَا ماضی اور مضارع دونوں پر داخل ہوتا ہے اور لا مضارع ہی پر داخل ہوتا ہے ماضی پر لا کے داخل ہونے کے لئے کئی شرطیں ہیں (۱) لا کے تکرار کے ساتھ جیسے فَلاَ صَدَّقَ وَلاَ صَلّٰی (۲) مقام دعاء (۳) جواب قسم۔ (علم الصیغہ، میزان ص:۶)

لا نفی اور لا نہی میں فرق

لاء نفی میں نہ کرنے یا نہ ہو کی خبر مقصود ہوتی ہے اور لاء نہی میں انشاء۔ (علم الصیغہ ص:۸)

لا نہی اور لم میں فرق

یہ دونوں اپنے مابعد کو جزم دیتے ہیں اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ لم کا مدخول جملہ خبریہ ہوتا ہے جو صدق اور کذب کا احتمال رکھتا ہے اور لا نہی کا مدخول جملہ انشائیہ ہوتا ہے جو صدق و کذب کے احتمال سے منزہ ہوتا ہے۔ (علم الصیغہ ص:۸)

لم اور لما میں فرق

لَمْ اور لَمَّا دونوں مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتے ہیں مگر دونوں میں فرق کئی طرح ہے (۱) لَمْ مطلقاً نفی کے لئے آتا ہے اور لَمَّا نفی استغراق یعنی نفی وقت انتفاء سے لیکر وقت تکلم تک تمام ازمنہ سابقہ کو شامل ہوتی ہے۔ (۲) اور لمّا کا استعمال اکثر اس فعل میں ہوتا ہے جس کے وقوع کی توقع ہوتی ہے۔ (۳) لمّا کے فعل کا حذف کرنا جب کہ اس پر کوئی قرینہ موجود ہو تو جائز ہے بخلاف لم کے کہ اس میں حذف کرنا جائز نہیں۔ (۴) لمّا پر حروف شرط داخل نہیں ہوتے بخلاف لم کے۔ (ہدایت النحو ص:۸۷ مصباح ص:۲۵۴)

Scanned with CamScanner

لام کَیْ اور لام جحد میں فرق

لام کَیْ اور لام جحد دونوں میں لفظی اور معنوی فرق ہے، لفظی فرق یہ ہے کہ لام جحد ہمیشہ کان نفی کے بعد آتا ہے بخلاف لام کَیْ کے، اور معنوی فرق یہ ہے کہ لام کَیْ علت اور سبب کے لئے آتا ہے اور اس لام کے گرنے سے معنی میں خلل پیدا ہوتا ہے بخلاف لام جحد کے یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الخ. وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُظْلِمَھُمْ

(منہل بحوالہ ہدایت النحوص:۸۵)

نون ثقلیہ و نون خفیفہ میں فرق

نون ثقیلہ نون مشددہ کو کہتے ہیں اور یہ مضارع کے تمام صیغوں میں آتا ہے اور نون خفیفہ نون ساکن کو کہتے ہیں اور یہ آٹھ صیغوں میں آتے ہیں یعنی جن صیغوں میں ماقبل نون تقیلہ الف ہوگا وہاں نون خفیفہ نہیں لایا جائے گا کیونکہ الف اور نون میں اجتماع ساکنین لازم آئے گا اور یہ دونوں مستقبل کے ساتھ خاص ہو جاتے ہیں۔

(علم الصیغہ ص:۹، مع زیادۃ)

شاذ و نادر میں فرق

شاذ کہتے ہیں جو خلاف قیاس ہو اور یہ کلام عرب میں زیادہ ہے اور نادر وہ ہے جو موافق قیاس ہو لیکن اس کا وجود قلیل ہو۔ (التعریفات ص:۱۲۰)

اسم فاعل اور صفت مشبہ میں فرق

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ معنی مصدری پر دلالت کرنے والا اسم فاعل میں صفت عارضی ہوتی ہے یعنی شروع سے نہ ہو بلکہ کسی خاص وقت میں وہ متصف ہو جاتا ہے اور یہ حدوث پر دلالت کرتا ہے استمرار پر نہیں مثلاً حائضٌ و طالقٌ تو مراد یہ ہوگا کہ وہ عورت پہلے حائضہ اور مطلقہ نہیں تھی بلکہ اب ہوگئی اور کسی وقت ختم ہو جائے گی اور صفت مشبہ میں لازمی اور دائمی صفت ہوتی ہے جیسے زیدٌ حسنٌ و کریمٌ مراد اس سے یہ ہوگا کہ زید میں صفت

Scanned with CamScanner

حسن اور صفت کرم شروع سے پائی گئی یعنی اس میں یہ صفت دائمی اور پائیداری ہے اس میں صفت حسن یا کرم ابھی پیدا نہیں ہوئی بلکہ استمراری ہے اسی طرح اسم فاعل کے صیغے قیاسی ہیں اور صفت مشبہ کے صیغے سماعی ہیں اسم فاعل حال یا استقبال سے مشروط ہو کر عمل کرتا ہے اور صفت مشبہ مطلقاً بغیر زمانۂ حال یا استقبال کے فعل لازم کا سا عمل کرتا ہے اس لئے کہ یہ بمعنی ثبوت و دوام ہوتا ہے اور زمانہ حال یا استقبال حدوث کو مستلزم ہے۔

(روایۃ النحوص:۱۰۳، مصباح ص:۲۳۵)

لام امر اور لام تاکید میں فرق

لام امر اس لام کو کہتے ہیں جس سے وجود فعل طلب کیا جائے اور یہ لام ہمیشہ مکسور ہوتا ہے مگر جب یہ لام حروف عاطفہ واؤ، فاء اور ثم کے بعد آتا ہے تو وہ لام ساکن کر دیا جاتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ فليصلوا ثم لْيَقْضُوا اور حاضر معروف کے صیغوں کے علاوہ مضارع کے تمام صیغوں میں آتا ہے اور لام تاکید مفتوح ہوتا ہے اور اس کے معنی البتہ اور اذعان کے آتے ہیں اور یہ لام اسم اور فعل دونوں پر آتا ہے۔ جیسے لَزَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو اور اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ. (بدر منیر ص:۷۰ تا ۱۱۵، ایضاح المطالب ص:۱۵۵)

فاعل و اسم فاعل میں فرق

اسم فاعل اس اسم کو کہتے ہیں جو فعل مصدر سے اس ذات کے لئے مشتق ہو جس کے ساتھ یہ فعل بطریق حدوث و تجدد قائم ہو اور فاعل وہ اسم ہے جس کے ساتھ فعل قائم ہو خواہ صادر ہو یا نہ ہو اور یہ محض ذات و تشخص پر دلالت کرتا ہے جیسے قتل زیدٌ عمرواً ومَاتَ خالدٌ

(ایضاح ص:۱۳۰ تا ۱۳۷)

صیغہ فاعلٌ وفعیلٌ میں فرق

فاعل کا صیغہ بطریق حدوث دلالت کرتا ہے اور صیغہ فاعل بروزن فعیل استمرار و مداومت پر دلالت کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات فعیلٌ کے وزن پر آتی ہیں تاکہ تجدد اور حدوث نہ لازم آئے۔ (علم الصیغہ ص:۱۲)

Scanned with CamScanner

عمر بالضم اور عمرو بالفتح میں فرق

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ عمر بالضم بغیر واؤ کے ہوتا ہے اور عمرو بالفتح واؤ کے ساتھ آتا ہے۔ (مؤلف)

ضمہ، فتحہ، کسرہ وضم، فتح، کسر میں فرق

ضمہ فتحہ کسرہ یہ تینوں جب تا کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں تو ان کا اطلاق معرب اور مبنی دونوں کی حرکتوں پر ہوتا ہے اور جب یہ تینوں تاء سے مجرد اور خالی ہوں تو مبنی کے ہی القاب ہوتے ہیں معرب کے نہیں جیسا کہ رفع نصب جر کا اطلاق فقط حرکات وحروف معرب ہی پر ہوتا ہے اور معرب و مبنی کی حرکات کا مخصوص القاب کے ساتھ نام رکھنا نحاۃ بصرہ کے نزدیک ہے اور نحاۃ کوفہ معرب کی حرکات کا اطلاق مبنی کی حرکات پر کرتے ہیں اور مبنی کی حرکات کا اطلاق معرب کی حرکات پر کرتے ہیں ان کے یہاں اطلاق میں کوئی تخصیص نہیں۔ والکوفیون لایفعلون بین القاب المبنی والمعرب فیستعملون القاب المبنی فی المعرب وبالعکس.

(تحریر سنبٹ ص: ۱۹۱ تا ۲۹، روایۃ النحو ص: ۷۷، مصباح: ص ۵۹ تا ۱۸۶)

فائدہ

محشی ہدایت النحو نحات بصرہ کے نزدیک القاب معرب و مبنی میں فرق کو واضح کرنے کے بعد کتاب المنہل کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حق اور صحیح بات یہ ہے کہ بصریین معرب میں مرفوع منصوب مجرور استعمال کرتے ہیں اور مبنی میں مضموم مفتوح مکسور کہتے ہیں اور ضم فتح کسر القاب معرب و مبنی دونوں ہیں چنانچہ مبنی میں کہتے ہیں حیث مبنی بر ضم است اور زید درحالت رفع بضم می باشد۔ (ہدایت النحو ص: ۵۴)

لام جار مکسور و مفتوح میں فرق

بذاتہ لام جارہ کبھی مفتوح ہوتا ہے اور کبھی مکسور اس کی تفصیل یہ ہے کہ لام جارہ جب اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے تو وہ مکسور ہوتا ہے جیسے لِزَیْدٍ اور جب ضمیر واحد متکلم پر داخل ہوگا

Scanned with CamScanner

تب بھی مکسور ہوگا جیسے لی اور یاء متکلم کے علاوہ اسم مضمر پر داخل ہو تو لام جار مفتوح ہوگا جیسے لَنَالَکُمْ اسی طرح اگر منادی پر یہ لام داخل ہو تو تب بھی مفتوح ہوگا جیسے یالَزِیْدٍ

(المصباح ص:۸۲، بدر منیر ص:۵۹)

لِمَ اور لَمْ میں فرق

لِمَ بالکسر اور لَمْ بالفتح دونوں میں فرق یہ ہے کہ لِمَ اصل میں لِمَا یعنی لام جارہ اور مائے نفی سے مرکب ہے اور قاعدہ ہے کہ جب ماء نفی پر حرف جارہ داخل ہو جائے تو ما کے الف کو حذف کر دیتے ہیں اور اس کے معنی کیوں کے آتے ہیں جیسے باری تعالیٰ کا فرمان لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ پارہ:۲۸، جس کو تم خود نہیں کرتے تو دوسروں کو کیوں کہتے ہو اور لَمْ حروف جازم میں سے ایک حرف ہے جو معنیٰ نفی کے لئے آتا ہے۔ (مؤلف)

(اعراب القرآن ص:۲۱۵ مطبوعہ بیروت)

اِنَّ مکسورہ و اَنَّ مفتوحہ میں فرق

اِنَّ مکسورہ جملہ کے معنی کو نہیں بدلتا بلکہ معنی جملہ کو مؤکد کرتا ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ میں تاکید قیام زید ہے اور اَنَّ مفتوحہ اپنے مابعد اسم و خبر سے ملکر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں اسناد تام ہوتی ہے۔ (روایۃ النحوص:۱۳۳)

محذوف و مقدر میں فرق

علامہ محمد اعلیٰ تھانوی اپنی تصنیف کشاف اصطلاحات الفنون میں لکھتے ہیں کہ محذوف و مقدر مترادف اصطلاحات ہیں اور ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہوتے ہیں اور ان میں بعض حضرات یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ محذوف اس پوشیدہ کلمہ کو کہتے ہیں جس کی پوشیدگی سے لفظ میں اثر پڑتا ہو اور مقدر اس خفاء کو کہتے ہیں جس سے الفاظ میں کوئی اثر نہ پڑے۔ المقدر یستعمل فی الحذف باطلاق احدھما مکان الأخر والفرق بینهٗ وبین الحذف ان المقدر مابقی اثرہ فی اللفظ الخ اور ملا جامی فوائد ضیائیہ میں لکھتے ہیں کہ لفظ سے کسی شئی کو حذف کر دینے اور نیت میں باقی رکھنے کو مقدر کہتے ہیں۔

(کشاف اصطلاحات الفنون:۱۱۸۰/۲ مطبوعہ پاکستان، فوائد ضیائیہ ص:۱۲۷)

Scanned with CamScanner

انزال و تنزیل میں فرق

انزال کہتے ہیں ایک دم مجموعی طور پر نازل کرنے کو اور تنزیل کہتے ہیں تھوڑا تھوڑا آہستہ آہستہ وقت ضرورت اتارنے کو، قرآن کی یہ دونوں صفتیں ہیں اس کا انزال اول من اللوح الیٰ سماء الدنیا جملۃ تماما ہوا ہے اس لئے بعض جگہ اس کو انزال سے تعبیر کیا گیا اور پوری مدت تبلیغ و نبوت میں یعنی ۲۳ رسال میں تھوڑا تھوڑا اترتا رہا اس لئے اس کو تنزیل سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ (التعریفات ص:۶۴)

غرض و غایت میں فرق

بعض لوگوں کے نزدیک دونوں مترادف ہیں اور بعض لوگوں نے دونوں میں اتحاد ذاتی اور تغایر اعتباری ثابت کیا ہے چنانچہ علامہ عبدالنبی احمد نگری دستور العلماء میں لکھتے ہیں کہ کسی شئی یا فعل کا مرتب ہونا فاعل کے اقدام کا باعث ہو تو اسے غرض کہتے ہیں اور جس کی وجہ سے شئی کا وجود ہو وہ غایت ہے۔ الغرض ان مایترتب علیه فعلٌ ان کان الخ. الغایة مالاجله وجود الشئی مثلاً ذہن کا خطاء لفظی سے محفوظ رہنا تحصیل علم نحو پر مرتب ہے غایت کہلائے گا اور چونکہ یہ اس کی تحصیل پر باعث و معرض ہے غرض کہلائے گا بالفاظ دیگر قلم خریدنے کے لئے بازار جانا تو غرض ہے۔ اور قلم خرید لینا یہ غایت ہے۔

(التعریفات ص:۱۵۷، دستور العلماء، مصباح ص:۲۲)

متیٰ و ایان میں فرق

ان دونوں کے باہمی فرق کو صاحب منہل و صاحب درایہ نے یوں بیان کیا ہے کہ متیٰ زمانہ ماضی و مستقبل امور عظیمہ و غیر عظیمہ دونوں میں مستعمل ہوتا ہے اور ایان صرف زمانہ مستقبل و امور عظام کیلئے آتا ہے۔ (منہل بحوالہ درایہ ص:۱۸۰، درایہ ص:۸۹، مصباح ص:۲۰۹)

انواع و اصناف و اقسام میں فرق

یہ تینوں الفاظ کثرت سے نحو کی کتابوں میں مستعمل ہوتے ہیں تینوں میں فرق یہ ہے کہ جزئیات جو کلی کے تحت ہوتے ہیں ان میں اگر تباین ذاتی ہے تو اسے انواع کہتے ہیں

Scanned with CamScanner

اور اگر تباین عارضی ہے تو اسے اصناف کہتے ہیں اور اگر تباین ذاتی وعارضی دونوں ہیں تو اسے اقسام سے تعبیر کریں گے ان الجزئیات المندرجة تحت الکلی الخ.
(التعریفات ص:۱۷۱)

مفرد اور واحد میں فرق

دونوں میں فرق یہ ہے کہ مفرد کبھی حقیقی واقع ہوتا ہے اور کبھی اعتباری اور کبھی اس کا وقوع تمام جنسوں پر ہوتا ہے اور واحد صرف واحد حقیقی پر واقع ہوتا ہے ان المفرد قدیکون حقیقاً وقد یکون اعتباریاً. (تعریفات ص:۲۱۹)

اِنْ اور اِذْ میں فرق

ابن ابی حاتم نے السدی کے طریق پر ابو مالک سے نقل کیا ہے کہ اِنْ بکسر الف قرآن کریم میں لم یکن (نہیں تھا) معنی میں ہے اور جس مقام پر اِذْ آیا ہے اس کے معنی فقد کان (بیشک تھا) کے ہوں گے۔ (الاتقان ۱/۳۸۹)

اذا و ان شرطیہ میں فرق

اِذا اِنْ شرطیہ کے خلاف یقینی۔ مظنون اور کثیر الوقوع باتوں پر خصوصیت سے داخل ہوا کرتا ہے۔ اور اِنْ بالخصوص مشکوک اور موہوم اور نادر باتوں پر آتا ہے اسی وجہ سے خداوند کریم نے فرمایا ہے اذاقمتم الی الصلوٰة فاغسلوا وجوهکم اور پھر ارشاد کیا ہے وان کنتم جنباً فاطهروا ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند کریم نے وضوء کے بارے میں جو بار بار اور کثیر الوقوع ہے لفظ اذا کو لایا اور غسل جنابت کے واسطے جس کا وقوع نادر ہے حرف اِنْ کو وارد کیا کیونکہ جنابت، حدث کی نسبت کم ہوا کرتی ہے اسی طرح ارشاد ہے فاذا جاء تهم الحسنة وان تصبهم سیئة یطیر اور فرمایا واذا الناس رحمةً فرحوابها وان تصبهم سیئة بماقدمت. ان مذکورہ مثالوں میں پروردگار عالم نے نیکی کی جانب میں اذا کو لایا ہے کیونکہ بندوں پر خدا کی نعمتیں بکثرت اور یقینی ہیں اور بدی کی جانب اِنْ وارد کیا اس لئے کہ بدی کم واقع ہونے والی اور مشکوک چیز ہے۔

Scanned with CamScanner

اشکال: دو آیتیں مذکورہ قاعدے کے خلاف ہیں پہلی آیت ولئن متم اورافان مَاتَ ہے کہ ان میں باوجود موت کے یقیناً واقع ہونے والی شئی ہونے کے اِنْ وارد کیا ہے۔ دوسری آیت واذا مس الناس ضرٌّ دعوا ربھم مینبین الیہ ثم اذا الایۃ. ان میں دونوں طرف اذا وارد ہے پہلی آیت کے اشکال کو علامہ زمخشری نے یہ کہہ کر ختم کیا ہے کہ موت کا وقت چونکہ معلوم نہیں ہوسکتا اس لئے اس کو غیر یقینی شئی کے قائم مقام بنایا اور دوسری مثال کے اشکال کو علامہ سکاکیؒ نے یوں رفع کیا ہے کہ اس مقام میں ملامت کرنے اور خوف دلانے کے ارادے سے خداوند کریم نے اذا کو استعمال کیا تاکہ بندے ڈریں اور اس بات کو معلوم کریں کہ ان کو ضرور کچھ عذاب بھگتنا ہوگا پھر یہ تفصیل (کمی عذاب) لفظ مس سے ماخوذ ہوتی ہے اور لفظ ضُرٌّ کے نکرہ بنانے سے بھی۔ اب رہی یہ بات کہ قولہ تعالیٰ واذا انعمنا علی الانسان اعرضَ. واذا مسہ الشر فذو دعاءٍ عریضٍ اس کی نسبت یہ جواب دیا جائیگا کہ مسہ میں جو ضمیر ہے وہ مغرور روگردانی کرنے والے کی جانب پھرتی ہے نہ کہ مطلق انسان کی طرف اور اذا کا لفظ یہاں اس امر سے آگاہ بنانے کے واسطے لایا گیا ہے کہ ایسا متکبر روگردانی کرنے والا شخص یقیناً شر میں مبتلا کیا جائیگا۔ الجوینی کہتا ہے کہ میرے خیال میں یہ بات آئی ہے کہ اذا بوجہ ظرف اور شرط مردود ہونے متقین اور مشکوک دونوں پر آسکتا ہے یعنی شرط ہونے کے لحاظ سے اسکو مشکوک پر اور ظرف ہونے کی وجہ سے مثل تمام ظروف کے متقین پر اس کا دخول موزوں ہے۔ (الاتقان: ۱؍۲۹۴ تا ۲۹۵)

دوسرا فرق

عموم کا فائدہ دینے میں بھی اذا ،اِنْ کے برعکس اور خلاف ہے ابن عصفور نحوی کہتے ہیں کہ اگر تم یہ کہو کہ اذا قام زیدٌ وقام عمرٌو تو اس سے یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ جس جس وقت زید کھڑا ہوا اسی وقت عمرو بھی کھڑا ہوا اور یہی بات صحیح ہے اور "اذا" میں اگر مشروط بہا معدوم ہو تو جزاء فی الحال واقع ہو جائیگی مگر اِنْ میں جزاء کا وقوع فی الحال اس وقت تک نہ ہوگا جب تک کہ مشروط بہا کے وجود سے مایوسی کا ثبوت نہ ہو جائے اور اذا میں اس کی جزاء ہمیشہ اس کی شرط کے عقب میں آتی ہے اور اس سے متصل ہی رہتی ہے یوں کہ نہ تو اس

پر جزاء کی تقدیم ہوتی ہے اور نہ تاخیر مگر اِنْ اس کے خلاف ہے اور اِذا اپنے مدخول کو جزم نہیں دیتا جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محض شرط ہی کے لئے نہیں آتا۔ (ایضاً)

اذنْ و اذا میں فرق

میں نے اپنے شیخ علامہ کافیجی کو قولہ تعالیٰ ولئن اطعتم بشراً مثلکم انّکم اذا لخسرون. کے بارے میں یہ کہتے سنا کہ ہے کہ اس مقام میں جو لفظ اذاً آیا ہے یہ معہودہ ومقررہ لفظ اذن نہیں بلکہ اذا شرطیہ ہے اور جو جملہ اس کی جانب مضاف ہوتا تھا وہ حذف کر کے اس کے عوض میں تنوین لائی گئی ہے جیسا کہ یومئذٍ میں ہے۔ میں شیخ کے اس بیان کو نہایت عمدہ خیال کرتا اور سمجھتا تھا کہ یہ باریکی انہی نے سب سے پہلے نکالی ہے مگر بعد میں مجھ کو زرکشی کی کتاب البرہان دیکھنے کا اتفاق ہوا تو میں نے دیکھا کہ علامہ موصوف نے اذاً کے دونوں مذکورہ بالا معنوں کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ دو اور بعض پچھلے زمانہ کے علماء نے اذن کے ایک تیسرے معنی اور بھی بیان کئے ہیں اور دو معنی یہ ہیں کہ اذنْ کا لفظ اذا کلمہ ظرف زمان ماضی اور اس کے بعد آنے والے ایک تحقیقی یا تقدیری جملہ سے مرکب ہے، مگر وہ جملہ تخفیف کے خیال سے حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے عوض میں "حینئذٍ" کی طرح تنوین لائی گئی۔ غرضیکہ یہ اذاً فعل مضارع کو نصب دینے والا عامل ہرگز نہیں کیونکہ اذنْ ناصبہ فعل مضارع کے ساتھ مخصوص ہے اور یہی سبب ہے کہ وہ مضارع میں عمل کرتا ہے کیونکہ عمل کرنا مخصوص عامل ہی کا کام ہے لیکن یہ اذاً مضارع پر آنے کے لئے مخصوص نہیں بلکہ فعل ماضی پر بھی آجاتا ہے جیسے اذاً لاتینٰھم .اذاً لامسکتم اور اذاً لارزقناک اور اسم پر بھی آیا کرتا ہے مثلاً اذاً لمن المقربینّ. زرکشی کہتا ہے کہ ان معنوں کو علماء نحو نے بیان نہیں کیا ہے مگر یہ ان کے اس بیان کا قیاس ہے جو کہ انہوں نے اذْ کے بارے میں کہا ہے، "ابوحیان کی کتاب تذکرہ میں وارد ہے" اس سے علم الدین القمنی نے بیان کیا کہ قاضی تقی الدین بن زرین کی رائے تھی کہ "اذا" ایک حذف شدہ جملہ کے عوض میں آتا ہے اور یہ کسی نحوی عالم کا قول نہیں جوینی کا قول ہے "میرے خیال میں جو شخص "انا اتیک" کہے اس کے جواب میں اذنْ اکرمُک رفع کے ساتھ کہنا جائز ہے یعنی اس معنی میں کہ "اذا اتیتنی

اکرمک'' مگر یہاں سے اپنتی جملہ فعلیہ حذف کر کے اس کے عوض میں صرف تنوین لے آئے اور الف بوجہ دو ساکن حروف کے اکیجا جمع ہونے کے گر گیا۔ جوینی کہتا ہے اس بارے میں علماء نحو پر یہ اعتراض صحیح نہیں ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس مثال میں فعل کے اذنْ ناصبہ کے ساتھ منصوب ہونے پر اتفاق رائے کر لیا ہے کیونکہ ان کی مراد اصلی یہ ہے کہ ایسا وہیں ہو سکتا ہے جہاں اذنْ فعل مضارع کو نصب دینے والا حرف ہو اور اگر اذا کو ظرف زمان اور تنوین کو اس کے بعد والے جملہ کے عوض میں لائی گئی تصور کریں تو اس مذکورۂ بالا امر سے اذنْ کے بعد فعل کو رفع دیئے جانے کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ بہت سے نحویوں نے مَنْ کے بعد کو شرطیہ مان کر جزم اور موصولہ ماننے کی حالت میں رفع بھی دیا ہے۔ مذکورہ بالا اصحاب کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے بھی اسی مرکز کے گرد چکر کاٹا ہے جس کے گرد شیخ کافیجی گھومتا رہا ہے اور سب کا مقصد قریب قریب ایک ہی ہے لیکن ان صاحبوں میں سے ایک بھی ایسے نہیں جو علم نحو کے مشہور اور مسلم الثبوت عالم ہوں یا ایسے ہوں کہ نحوی قواعد کے بارے میں ان کا قول مستند قرار دیا جائے ہاں بعض نحوی اس طرف ضرور گئے ہیں کہ اذنْ ناصبہ کی اصل اسم ہے اور اذنْ اکرمک کی تقدیر عبارت اذاً جئتنی اکرمک تھی مگر جملہ (جئتنی) کو حذف کر کے اس کے معاوضہ میں تنوین لا رکھی اور اَنْ کو مضمر کیا گیا۔ اور بعض دوسرے علماء نحو اس طرف گئے ہیں کہ اذنْ ایک مرکب لفظ ہے جو اذا اور اَنْ سے مل کر بنا ہے اور یہ دونوں قول ابن ہشام نے کتاب المغنی میں بیان کئے ہیں۔ (ایضاً ار ۳۹۷ تا ۳۹۸)

جمہور کہتے ہیں کہ اذنْ پر نون سے تبدیل شدہ الف کے ساتھ کہا جاتا ہے اور اسی پر قاریوں کا بھی اجماع ہے اور ایک گروہ نے جس میں سے مازنی اور مبرد بھی ہیں غیر قرآن میں اذَنْ پر صرف حرف نون کے ساتھ وقف کرنا جائز رکھا ہے یعنی لَنْ اور اَنْ کی طرح چنانچہ اسی اختلاف وقف کی بنیاد پر اس کی کتابت میں بھی یہ اختلاف ہے کہ پہلی حالت کے وقف کے لحاظ سے اس کو الف کے ساتھ اذاً لکھتے ہیں جیسا کہ مصحفوں میں لکھا گیا ہے اور دوسری وقفی حالت کے اعتبار سے حرف نون کے ساتھ اذَنْ لکھا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں

کہ قرآن میں اس پر وقف کرنے اور اس کی کتابت کی نسبت الف ہی کے ساتھ ہونے پر اجماع آیا ہے۔ اور اس کا الف کے ساتھ لکھا جانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسم منون ہے اور ایسا حرف نہیں جس کے آخر میں نون آتا ہو خاص کر اس لحاظ سے کہ قرآن میں اذاً ناصب فعل مضارع واقع ہی نہیں ہوا ہے لہٰذا درست اور مناسب یہی ہے کہ یہ معنی اس کے لئے ثابت کئے جائیں جیسا کہ شیخ کافیجی اس جانب مائل ہوا ہے یا جیسا کہ اس کے پیشتر علماء کا قول بیان کیا گیا ہے۔ (ایضاً: ۳۹۸/۱، ۳۹۹)

حتیٰ و الیٰ میں فرق

دونوں میں چند امور باہمی فرق عیاں کرتے ہیں مثلاً حتیٰ ان باتوں میں منفرد ہے کہ وہ محض اسم ظاہر کو جر دیتا ہے اور اس آخر مسبوق کو جو کوئی اجزاء رکھتا ہے اور اس کا مجرور جزء اخیر کے ساتھ ملاتی ہے جیسے قولہ تعالیٰ سلامٌ هي حتىٰ مطلع الفجر اس مثال میں حتیٰ نے مطلع کو جر دیا ہے کہ جو رات کے آخری حصہ فجر سے ملاتی ہے اور وہ اپنے قبل فعل کے تھوڑا تھوڑا شروع ہو چلنے کا فائدہ دیتا ہے اور اس کے مقابل میں ابتداء غایت کی ضرورت نہیں ہوتی اور اس کے بعد اَنْ مقدرہ کے باعث سے مضارع منصوب واقع ہوتا ہے اور اس حالت میں مضارع منصوب مع اَنْ مقدرہ کے دونوں مصدر مجرور کی تاویل میں ہوتے ہیں پھر اس وقت حتیٰ کے تین معانی آتے ہیں ایک یہ کہ وہ الیٰ کا مترادف ہوتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ ان نبرح عليه عاكفين حتّى يرجع الينا موسىٰ الخ. یعنی موسیٰ کے واپس آنے تک دوسرے یہ کہ حتیٰ، تعلیلہ کا مترادف ہوتا ہے مثلاً قولہ تعالیٰ و لايزالون يقاتلونكم حتى يردوكم اور لاتنفقوا علىٰ من حتىٰ ينفضوا اسی ترادف کا محتمل قولہ تعالیٰ فقاتلوا التى تبغى حتى يبغى بھی ہے اور تیسرے یہ کہ وہ استثناء میں ''الا'' کا مترادف ہوتا ہے ابن مالک وغیرہ نے اس کی مثال میں قولہ تعالیٰ و مايعلمانِ حتى يقولا کو پیش کیا ہے۔

(ایضاً: ۴۳۲/۱ تا ۴۳۴)

حتّیٰ کی لغت

حتّیٰ کی حاء کو (ع)۔(عین) سے بدل کر عتّیٰ پڑھنا یہ قبیلۂ ہذیل کی لغت ہے۔ اور ابن مسعودؓ نے اسے یونہی پڑھا ہے۔(ایضاً:۴۳۴)

سین و سوف میں فرق

سین حرف ہے اس کا دخول مضارع کے لئے خاص ہے جب یہ مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس کو خالص استقبال کے معنی میں کر دیتا ہے پھر خود بمنزلہ اس کے ایک اجزء کے ہو جاتا ہے اسی واسطے اس کو مضارع میں کوئی عمل نہیں دیا گیا بصرہ والے اس طرف گئے ہیں کہ ''سوف'' کے ساتھ آنے کے مقابلہ میں اگر فعل مضارع سین کے ساتھ وارد کیا جائے تو اس میں بہ نسبت ''سوف'' کے استقبال کی مدت زیادہ تنگ ہوتی ہے اہل اعراب (نحویین) اس کو حرف تنفیس سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے معنی توسیع و وسعت کے ہیں کیونکہ سین فعل مضارع کو ایک بے حد تنگ زمانہ یعنی حال سے دوسرے وسیع زمانہ استقبال کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔(۴۳۷)

لا اور لَنْ کے ساتھ نفی کرنے میں فرق

لن حرف نفی اور حرف نصب اور حرف استقبال ہے لا کے ساتھ نفی لانے سے اس کے ساتھ نفی کرنا زیادہ بلیغ ہے اس واسطے کہ یہ تاکید نفی کے لئے آتا ہے جیسا کہ زمخشری اور ابن الخباز نے بیان کیا ہے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اس بات سے انکار کرنے کو کٹ حجتی بتایا ہے غرضیکہ لن ''انی أفعَلُ کی نفی کے واسطے ہے نہ کہ أفعَل کی نفی کے واسطے جیسا کہ لم اور لما میں ہے بعض علماء کا بیان ہے کہ اہل عرب مظنون (گمان کی گئی بات) کی نفی لَن کے ساتھ اور مشکوک امر کی نفی لا کے ساتھ نفی کیا کرتے ہیں اس کو زملکانی نے اپنی کتاب تبیان میں لکھا ہے اور زمخشری نے بھی یہی کہا ہے کہ لَن تابید (ہمیشگی) نفی کے لئے وارد ہوتا ہے جیسا کہ قولہ تعالیٰ لن یخلقوا ذباباً اور ولَنْ تفعلوا میں ہے۔ ابن مالک کہتا ہے زمخشری کو ایسا کہنے پر اس بات نے آمادہ بنایا کہ وہ ''لَن ترانی'' کے بارے میں خدا کا دیدار ناممکن

ہونے کا اعتقاد رکھتا تھا مگر کسی نے زمخشری کے اس قول کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر لَنْ تابید نفی کا فائدہ دیا کرتا تو "لَنْ اُکلم الیومَ انسیا" میں لَنْ کا منفی الیومَ کی قید سے مقید نہ بنایا گیا ہوتا اور لَنْ نبرحَ علیہ عاکفین حتیٰ یرجع الینا موسیٰ میں وقت کی قید لگانا صحیح نہ ہوتا (اور یہ کہ لَنْ یتمنوہُ ابداً میں لَن کے ساتھ ابداً کا وارد کرنا بے وجہ تکرار ہوتا ہے جسے دراصل ہونا نہ چاہئے۔ اور لن یَخْلُقُوا ذباباً میں تابید کا فائدہ بیرونی حالات اور گرد و پیش کے قرائن کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اور ابن عطیہ نے لنْ کے تابید نفی کا فائدہ دینے کی بابت زمخشری کی رائے سے موافقت کی ہے۔ ابن مالک قولہ تعالیٰ لَنْ ترانی کے معانی میں بیان کرتا ہے۔ "اگر ہم اس نفی کی تابید کے قائل رہیں تو یہ بات اس معنی کو شامل ہوگی کہ موسیٰ علیہ السلام کبھی خدا کے دیدار سے مشرف ہی نہ ہوں گے حتی کہ آخرت میں بھی ان کو دیدار الٰہی حاصل نہ ہوگا لیکن متواتر حدیث میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ اہل جنت خداوند کریم کے دیدار پر فائز ہوں گے اور ابن زملکانی زمخشری کے قول سے بالکل خلاف یوں لکھتے ہیں کہ لن اس شئی کی نفی کے لئے آتا ہے جو قریب ہو اور عدم امتداد نفی کا فائدہ دیتا ہے اسی واسطے اس کے ساتھ نفی کا امتداد نہیں ہوتا اور اس کا راز یہ ہے کہ الفاظ معنوں کے ہم شکل ہوا کرتے ہیں اسی واسطے "لا" جس کے آخر میں الف ہے اس میں امتداد نفی کے معنی ممکن ہیں اس لئے کہ الف کے ساتھ آواز کی کشش ممکن ہے مگر لَنْ کے آخر میں نون ہے جس کے ساتھ امتداد صوت (کشش آواز) ممکن نہیں پس ہر ایک لفظ اپنے معنی سے مطابق ہوگا اسی واسطے خداوند کریم نے جہاں مطلقاً نفی کا ارادہ نہیں کیا وہاں لَنْ کو وارد کیا ہے کہ اس سے محض ایک شئی کی دنیا میں نفی کرنا مقصود ہے چنانچہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا لَنْ ترانی (یعنی تم دنیا میں مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے) اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "لاتدرکہ الابصار" (کہ یہاں علی الاطلاق ادراک معلوم کر سکنے) کی نفی کر دی گئی ہے اور ادراک رویت (دیکھنے) کے مغائر ہے یعنی معلوم کرنا امر دیگر ہے اور آنکھ سے دیکھنا دوسری چیز ہے۔ کہا گیا کہ لن دعاء کے واسطے بھی آتا ہے اور اس کی مثال قولہ تعالیٰ ربِّ بما انعمت علی فلنْ اکون الآیہ ہے۔ (ایضا: ۱/۳۶۸ تا ۳۶۹)

عِنْدَ، لَدیٰ ولَدُنْ میں چھ فرق

ان میں باہمی چھ وجوہ پر فرق ہوتا ہے (۱) عِندَ اور لَدیٰ میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ ابتداء غایت کے محل میں اور دوسرے موقعوں پر برابر آ سکتے ہیں مگر لَدُنْ صرف ابتداء غایت کے موقع پر آنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور دیگر مقامات پر نہیں آ سکتا (۲) عند اور لدیٰ فضلہ (کلام کے زائد حصے) ہوتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ " وعندنا كتابٌ حفيظٌ اور لَدينا كتابٌ ينطقُ بالحق"، مگر لَدُن فضلہ نہیں ہوتا (۳) لدُنَ کا مجرور بمن ہونا اس سے کہیں زائد ہے کہ وہ منصوب آئے یہاں تک کہ وہ قرآن شریف میں کسی جگہ منصوب آیا ہی نہیں عندَ کا مجرور ہونا بھی زائد ہے اور لدیٰ کا جر دیا جانا ممتنع ہے (۴) عندَ اور لدیٰ معرب ہوتے ہیں اور لدن مبنی ہے اکثر اہل عرب کی زبانوں میں (۵و۶) لدنُ کبھی مضاف نہیں ہوتا اور گاہے جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور عند اور لدیٰ اس کے خلاف ہیں۔" راغب کہتا ہے" لدنُ بہ نسبت عند کے خاص تر اور بلیغ تر دونوں ہے کیونکہ وہ نہایت (کنارہ) فعل کی ابتداء پر دلالت کرتا ہے اور دو وجہوں سے عندَ بہ نسبت لدنُ کے امکن (زیادہ منصرف ہونے والا) ہے ایک یہ کہ وہ لدیٰ کے خلاف اعیان (الفاظ) اور معانی دونوں کا ظرف ہوتا ہے دوم یہ کہ عند حاضر و غائب دونوں میں مستعمل ہوتا مگر لدیٰ کا استعمال صرف حاضر میں ہوتا ہے ان دونوں وجوہ کو ابن السنجریؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ (ایضاً:۱/۴۴۶ تا ۴۴۷)

امَّا اور اَوْ کے درمیان فرق

امَّا کے ساتھ جس امر کے لئے وہ آیا ہے اسی کے لحاظ سے بنائے کلام شروع ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس کی تکرار واجب ہوئی اور حرف او کے ساتھ کلام کا آغاز یقین اور وثوق کے لحاظ سے ہو کر پھر بعد میں اس کلام پر ابہام یا کوئی دوسری بات طاری ہوتی ہے اسی واسطے اس کی تکرار نہیں کیجاتی۔ (ایضاً:۱/۴۱۰)

عطف بیان اور بدل میں فرق

بدل کو ایضاح پر دلالت کرنے کے لئے ایک ایسے اسم کے ساتھ وضع کیا گیا ہے جو کہ اسی کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے اور عطف بیان اس کے خلاف اس معنی پر دلالت کرنے

Scanned with CamScanner

کے لئے وضع کیا گیا ہے جو کہ اس کے متبوع میں حاصل ہوتے ہیں اور ابن کیسان نے بدل اور عطف بیان کے مابین یہ فرق بتایا ہے کہ بدل خود ہی مقصود اصلی ہوا کرتا ہے یعنی گویا کہ بدل کو مبدل منہ کے عوض میں مقرر کر دیتے ہیں اور عطف بیان اور اس کا معطوف یہ دونوں اپنی اپنی جگہ مقصود ہوتے ہیں۔ (الاتقان:۱/۱۷۷)

عطف بیان اور نعت میں فرق

ابن مالک شرح کافیہ میں لکھتے ہیں کہ عطف بیان اپنے متبوع کی تکمیل کے بارے میں نعت کا قائم مقام بنتا ہے مگر اس میں اور نعت میں فرق اتنا ہے کہ یہ اپنے متبوع کی تکمیل صرف شرح اور تبیین کے ساتھ کیا کرتا ہے نہ کہ متبوع میں پائے جانے والے کسی معنی یا سببیہ پر دال ہو کر اپنی دلالت کی تقویت میں تاکید کا قائم مقام ہوتا ہے مگر اس سے اس قدر فرق بھی رکھتا ہے کہ یہ مجاز کا توہم رفع نہیں کرتا اور استقلال کی صلاحیت رکھنے میں بدل کا قائم مقام ہوتا ہے لیکن اس سے یہ امتیازی فرق پاتا ہے کہ اس سے اطراح کی نیت نہیں ہوا کرتی۔عطف بیان کی مثالیں یہ ہیں۔''فیہ آیاتٌ بیناتٌ مقامُ ابراهیمَ''اور من شجرةٍ مباركةٍ زيتونةٍ. (الاتقان:۲/۱۸۷)

غلط اور غلت میں فرق

غلت بالتاء المثناة لامثلثه. ابن الاعرابی اور اصمعی کہتے ہیں کہ غلط اور غلت ایک ہی معنی میں ہیں ابوعمرو کہتے ہیں کہ حساب میں غلطی کو غلت اور گفتگو و بات میں غلطی کو غلطی۔

(الکنز المدفون:۳۳۰)

Scanned with CamScanner

اصطلاحات ضروریہ

چند اصطلاحی الفاظ جن کا جاننا نہایت ضروری اور فہم دراست کے لئے معین ہونے کے باعث درج کئے جاتے ہیں تا کہ افہام وتفہیم میں طلباء کے لئے دشواری نہ ہو۔

مقسم

مفعل کے وزن پر اسم ظرف کا صیغہ ہے مقسم وہ شئی ہے جس کو تقسیم کیا جائے

قسم

قسم وہ شئی ہے جو کسی کے تحت میں مندرج ہو اور اس سے خاص کر لیا گیا ہو۔

قسیم

قسیم وہ شئی ہے جو کسی شئی کے مقابل ہو اور وہ مقابل مع شئی مذکور کسی دوسری شئی عام کے تحت میں ہو جیسے اسم کہ یہ کلمہ سے خاص ہے اور کلمہ کے تحت شامل ہے لہٰذا اسم کلمہ کی قسم ہے اور کلمہ اس کا مقسم اور چونکہ اسم کے مقابل فعل اور حرف ہیں اور یہ دونوں امر عام یعنی کلمہ کے نیچے مندرج ہیں لہٰذا اسم فعل وحرف کے اعتبار سے قسیم ہے۔ قسم الشئی مایکون مندرجاً تحتہٗ واخص منہ کالاسم الخ. (التعریفات ص:۱۷۱، مصباح ص ۳۷ تا ۲۸)

عہد ذہنی

عہد ذہنی وہ الف لام ہے جس کا ذکر سابق اور ماقبل میں نہ ہوا ہو یعنی خارج میں کوئی فرد معین نہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فَأَخافُ ان یاکلہُ الذئب الخ. پارہ:۱۲ر میں ڈرتا ہوں کہ اس کو بھیڑیا کھالیں یہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لخت جگر گوشۂ دل حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں اس وقت فرمایا تھا جب کہ ان کے بھائی کھیلنے کے حیلہ سے اپنے ہمراہ لیجارہے تھے تو اس آیت میں ذئب بھیڑیا سے خارج میں کوئی فرد معین مراد نہیں ہے اور نہ ہی اس سے پہلے ذئب سے متعلق کوئی تذکرہ آیا ہے۔

(التعریفات ص:۱۵۵ مطبوعہ دیوبند)

Scanned with CamScanner

عہد خارجی

وہ الف لام ہے جس کا سابق اور ماقبل میں تذکرہ آیا ہو یعنی خارج میں معین افراد ہوں جیسے قولہ تعالیٰ فعصیٰ فرعونُ الرسولَ الایہ پ ۲۹ ر یعنی فرعون نے معین رسول حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی کی اس الف لام کے ذریعہ رسول کی تعیین ہوئی کیونکہ سابقہ آیت ۔اِنَّا اَرۡسَلۡنَا اِلیٰ فِرۡعَوۡن رسولاً میں ذکر آچکا ہے اور یہ طے شدہ ہے کہ فرعون کے پاس حضرت موسیٰ ایمان کی دعوت لیکر حاضر ہوئے تھے۔ (ایضاً)

معجمہ

نقطہ والے حروف والفاظ کو کہتے ہیں اگر نیچے دو نقطے ہوں گے تو مثناۃ تحتانیہ سے تعبیر کیا جائیگا اور اوپر کے دو نقطوں کو فوقانیہ سے تعبیر کیا جائیگا اور تین نقطے والے حروف کو مثلث کہیں گے۔ (لسان العرب: ۹/۴۹، تاج العروس: ۱۷/۴۶۵، لغات کشوری ص: ۴۷۹)

مہملہ

مصطلحین بغیر نقطہ والے حروف کو بتلانے کے لئے مہملہ سے تعبیر کرتے ہیں مثلاً اعمش کے متعلق کہیں گے بفتح الھمزہ وسکون عین المہملہ ، وقس علیٰ ہذا۔

(لغات کشوری ص: ۵۱۷، کشاف اصطلاحات الفنون: ۲/۱۵۲۴)

تداخل

تداخل صرف کی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں جس کا فعل ماضی کسی اور باب سے ہو اور فعل مضارع دوسرے باب سے ہو یعنی دونوں کا باب الگ الگ ہو جیسے باب حَسِبَ یَحۡسَبُ کو صرفیوں نے تداخل کے باب سے مانا ہے کیونکہ اس کا ماضی کسی باب سے اور مضارع دوسرے باب سے ہے۔ ثاقب

Scanned with CamScanner

تعریفاتِ غریبہ

تعریف کی تعریف

تعریف وہ شئی ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کی حقیقت بیان کی جائے۔ مایبین بہ حقیقة الشئی. (اوراق ثاقب)

موضوع کی تعریف

کسی فن کا موضوع وہ شئی کہلاتی ہے جس شئی کے عوارض ذاتیہ سے اس فن میں بحث کی جائے جیسے علم النحو کے لئے کلمہ اور کلام ہے کیونکہ ان ہی دونوں کے احوال سے معرب اور مبنی کے متعلق بحث کی جاتی ہے اور علم طب کے لئے انسان کا بدن موضوع ہے اس لئے کہ صحت وسقم بدن سے اندازہ ہوتا ہے مایبحث فیہ عن عوارضہ الذاتیة الخ (التعریفات ص:۲۳۲)

عوارض ذاتیہ کی تعریف

کسی شئی کو عوارض لاحق ہوں گے یا تو اس کی ذات کی وجہ سے جیسے تعجب لاحق ہوتا ہے، ذاتِ انسان کی وجہ سے یا عوارض لاحق ہوں گے اس کی جزو کی وجہ سے جیسے حرکت بالارادہ انسان کو لاحق ہوتا ہے حیوان ہونے کے واسطے سے یا عوارض لاحق ہوں گے امر خارج مساوی کی وجہ سے جیسے ضحک انسان کو تعجب کے واسطہ سے لاحق ہوتا ہے العوارض الذاتیة هی التی تلحق الشئی لما هو هو کالتعجب الخ. (التعریفات ص:۱۵۵)

علم کی تعریف

علم ایسے نام کو کہتے ہیں جس میں اَب یا اِبن نہ ہو اور ذات معین وتشخص پر دلالت کرتا ہو جیسے خالد وغیرہ۔ (کشاف اصطلاحات الفنون:۲/۱۰۵۱)

لقب کی تعریف

علم کے بعد انسان کا ایسے لفظ سے نام رکھنا جس میں مدح یا ذم کا معنی پایا جاتا ہو جیسے جمال الدین وغیرہ مایسمّٰی بہ الانسان بعد اسمه العلم من لفظ یدل علیٰ المدح او الذم لمعنی فیه. (التعریفات ص:۱۸۹، مرقاة:۹/۱۰۴، مشکوٰة نصف ص:۴۰۷)

کنیت کی تعریف

اگر علم کے شروع میں لفظ اب یا ام یا ابن یا بنت ہو تو اس نام کو کنیت کہتے ہیں جیسے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اور علامہ ابن حاجب ام حبیبہ وغیرہ چنانچہ علامہ میر سید شریف جرجانی اپنی عمدہ تصنیف کتاب التعریفات میں رقم طراز ہیں الکنیۃ ماصدّر بأبٍ او امٍ او ابنٍ او بنتٍ. (التعریفات ص:۱۸۳، مرقاۃ:۹/۱۰۴، مشکوٰۃ نصف:۴۰۷)

صیغہ کی تعریف

حروف و حرکات کو ایک خاص طریقے سے ترتیب دیکر جو شکل بنتی ہے اس کو صیغہ کہتے ہیں جیسے نَفَسَ میں، ترتیب خاص از حروف و حرکات را صیغہ گویند۔

(میزان الصرف جدید ص:۵، کشاف اصطلاحات الفنون:۱/۸۳۵)

نون وقایہ کی تعریف

وقایہ کے معنی لغت میں محفوظ رکھنے اور بچانے کے آتے ہیں یہ نون چونکہ یائے متکلم کے ماقبل حرف کو کسرہ دینے کے بجائے خود یہ نون مکسور ہوتا ہے کیونکہ ایک طرف تو یاء متکلم اپنے ماقبل کسرہ چاہتی ہے اور دوسری طرف فعل ماضی کا آخری حرف مبنی بر فتح ہونے کی وجہ سے مکسور نہیں ہوسکتا اس لئے ایسی صورت میں دونوں کے مابین ایک الف نون لاتے ہیں جو فعل ماضی کو مکسور ہونے سے بچالیتا ہے اور علیٰ حالہ مبنی بر فتح پر برقرار رکھتا ہے اس نون کو نون وقایہ کہتے ہیں، وایں نون را نون واقایہ ازاں گویند کہ آخر فعل را از کسرہ کہ بسبب یائے متکلم الخ۔ (علم الصیغہ ص:۸۵، المصباح ص:۳۲، شرح مأۃ ص:۱۸، شرح رضی:۲/۲۱)

نون اعرابی کی تعریف

نون اعرابی اس نون کو کہتے ہیں جو رفع کے بدلے میں لایا جائے یعنی یہ نون فعل مضارع کے مرفوع ہونے کی علامت ہے اور یہ نون فعل مضارع کے سات صیغوں میں آتا ہے، چار تثنیہ دو جمع مذکر غائب و حاضر اور ایک واحد مؤنث حاضر نون اعرابی نونیکہ بعوض رفع آوردہ شود الخ۔ (میزان جدید ص:۱۳ تا ۱۴)

Scanned with CamScanner

نون تاکید کی تعریف

نون تاکید وہ نون ہے جو کلام میں مضبوطی اور پائیداری پیدا کرنے کے لئے مضارع کے آخر میں آتا ہے۔ جیسے لَیَفْعَلَنَّ، آں نونیکہ برائے قوی کردن سخن درآخر مضارع الخ۔
(ایضاً ص:۳۴، درایۃ النحو ص:۲۷۷)

نون ضمیر کی تعریف

فعل مضارع کے جمع مؤنث غائب و جمع مؤنث حاضر کے آخر میں جو نون ہوتا ہے اسے نون ضمیر کہتے ہیں یہ نون ہر حالت میں باقی رہتا ہے نون اعرابی کی طرح حذف نہیں کیا جاتا۔ (مقدمہ میزان ص:۳ مطبوعہ امدادیہ)

نون قطنی کی تعریف و تفصیل

جو تنوین بغیر الف کے لکھی جاتی ہے اور اس کے بعد جہاں کہیں ایک الف زائد ہو جو حقیقت میں ہمزہ بصورت الف لکھی جاتی ہے جس کو ہمزہ وصل کہتے ہیں اگر الف کے بعد جزم یا تشدید والا حرف آ جائے تو وہاں تنوین پر حرکت دیتے ہیں جو امام عاصم کے نزدیک کسرہ ہوتی ہے یعنی نون ساکن جو دو فتحوں یا دو ضموں یا دو کسروں کی صورت میں لکھا گیا ہے اسے نون قطنی کہتے ہیں اور اس کو آگے کے حرف سے جس پر جزم یا تشدید ہے ملا کر پڑھا جائے گا متاخرین ناواقف لوگوں کے لئے ہمزہ وصل کے نیچے ایک چھوٹا سا نون لکھ دیتے ہیں اگر یہ نون نہ بھی لکھا ہو تو بموجب قاعدہ کے نون قطنی پڑھنا چاہئے اور حرف منون اسی حرکت سے پڑھا جائے گا جس حرکت سے منون ہے یعنی دو زبر ہیں تو ایک زبر، دو زیر ہیں تو ایک زیر، دو پیش ہیں تو ایک پیش پڑھا جائے گا مثلاً مکسور منون کی صورت میں کَرَمَادِ اشْتَدَّتْ کو کَرَمَادِ ناشتدت پارہ:۱۳/ مُبِيْنِ اُقْتُلُوا کو مُبِيْنِ ناقتلوا پارہ ۱۲/ اور مضموم منون اَمْوَالٌ اقترفتموها کو اموال ناقترفتموها پارہ ۱۰/ اور قل هو الله اَحَدُن اللّٰهُ الصمد پارہ:۳۰/۔ (عذار القرآن ص:۱۲۳، مطبوعہ لاہور)

ظرف مستقر کی تعریف

جس کا عامل لفظوں میں مذکور نہ ہو بلکہ مقدر ہو تو اس کو ظرف مستقر کہتے ہیں جیسے زیدفی الدار اس مثال میں زید کا عامل حصل مقدر ہے۔ (التعریفات ص:۱۴۰)

Scanned with CamScanner

ظرف لغو کی تعریف

ظرف وہ ہے جس کا عامل لفظوں میں مذکور ہو جیسے زیدٌ حَصَلَ فی الدَّارِ اس میں زیدٌ مرفوع کا عامل حَصَلَ لفظاً موجود ہے۔ (التعریفات ص:۱۳۹)

ماء کافہ کی تعریف

کفَّ یکُفُّ سے کافہ بتشدید فاء اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی روکنے والا کیونکہ یہ ما انَّ وغیرہ کو نصب کے عمل سے روک دیتا ہے اور اسم پر لزوم داخلہ کو ختم کر دیتا ہے چنانچہ ماء کافہ کی وجہ سے اِنَّ فعل پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اِنَّما حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ پارہ ۲/ر وَاِنَّمَا اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پارہ ۱۶/ر۔ (روایہ ص:۱۳۳، مصباح ص:۲۹۰، کافیہ ص:۱۱۶)

کلام موجب کی تعریف

کلام موجب اس کو کہتے ہیں جس میں نفی نہی استفہام نہ ہو جیسے جاء نی القوم الاَّ زیداً

(متوسط بحوالہ کافیہ ص:۴۵)

مستثنیٰ مفرغ کی تعریف

باب تفعیل مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی خالی کیا ہوا اس سے مراد وہ مستثنیٰ ہے جو کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو جیسے ماجاء نی الازیدٌ. ھو الذی ترک منهُ المستثنیٰ منهُ الخ. (کتاب التعریفات ص:۲۰۹، المصباح ص:۱۶۰)

بین بین قریب کی تعریف

ہمزہ کو اپنے مخرج اور حرکت کے موافق حرف علت کے درمیان پڑھنا یعنی آواز میں دونوں حرف ہمزہ اور حرف علت کی آواز کا شائبہ ہو جیسے سَأَلَ سَئِمَ لَؤُمَ، سَأَلَ کے ہمزہ کو ہمزہ اور الف کے درمیان پڑھنا اور سَئِمَ کے ہمزہ کو ہمزہ اور یاء کے درمیان پڑھنا اور لَؤُمَ کے ہمزہ کو ہمزہ اور واؤ کے درمیان پڑھنا یہ بین بین قریب ہے۔

(کتاب التعریفات ص:۴۴، نغز ک ص:۲۲، علم الصیغہ ص:۳۲)

Scanned with CamScanner

بین بین بعید کی تعریف

اور ہمزہ کو اپنے مخرج اور ماقبل کی حرکت کے موافق حرف علت کے مخرج کے درمیان پڑھنا بین بین بعید ہے جیسے مثال مذکور میں سئم کے ہمزہ اور الف کے درمیان پڑھنا اور لؤم کے ہمزہ کو ہمزہ اور الف کے درمیان پڑھنا اور سائل میں دونوں بین بین کی صورت میں ایک ہی طرح پڑھا جائے گا کیونکہ اس پر دونوں تعریف صادق آرہی ہیں اس لئے کہ خود ہمزہ مفتوح اور ماقبل بھی مفتوح البتہ اس کی تیسری منفرد مثال سُئِلَ ہے اس کے ہمزہ کو ہمزہ اور واؤ کے درمیان پڑھنا یہ بین بین بعید ہے۔ (حوالہ بالا)

الحاق کی تعریف

کسی مثال کو کسی ہم وزن مثال پر بڑھا دینا تا کہ اس کا حکم ملحق بہ کا سا ہو جائے جیسے جلْبَبَہٗ کو باب دَحْرَجَہٗ کے وزن پر الحاق جعل مثال علیٰ مثالٍ ازید لیعامل الخ.

(کتاب التعریفات ص: ۳۰، کشاف ۱۳۰۲/۲)

ہمزۂ اصلیہ کی تعریف

جو ہمزہ فاء یا عین یا لام کلمہ کی جگہ واقع ہو اس کو ہمزہ اصلیہ کہتے ہیں جیسے اَمَرَ، سَأَلَ، بَدَأَ (میزان الصرف جدید ص: ۴۰)

ہمزۂ زائدہ کی تعریف

جو ہمزہ فاء یا عین یا لام کلمہ کی جگہ نہ ہو بلکہ ان تینوں مقامات سے ہٹ کر ہو۔

(کتاب التعریفات ص: ۳۰)

ہمزۂ وصلیہ کی تعریف

ہمزہ زائدہ متحرکہ جو ابتداء بالسکون سے بچنے کے لئے شروع کلمہ میں لایا گیا ہو اور درمیان میں آنے کی وجہ سے گر جائے جیسے اُنْصُرْ (حوالہ بالا)

Scanned with CamScanner

ہمزہ قطعیہ کی تعریف

ہمزۂ زائدہ متحرکہ جو اضافہ معنی کے لئے شروع کلمہ میں لایا گیا ہو جیسے اَنْصُرُ اور ہمزہ باب افعال اور یہ ہمزہ درمیان میں آنے کی وجہ سے نہیں گرتا ہے سوائے مضارع کے۔

(کتاب التعریفات ص:۳۰)

الف فاصل کی تعریف

وہ الف جو نون ضمیر اور نون ثقیلہ کے درمیان فرق و جدا کرنے کے واسطے فقط صیغہ جمع مؤنث غائب و حاضر میں آتا ہے تا کہ پے در پے تین نونوں کا اجتماع لازم نہ آئے جو کہ قبیح ہے۔ (ایضاح ص:۳۶)

صرف کبیر کی تعریف

ایک مصدر سے ایک فعل یا ایک اسم مشتق کے تمام صیغوں کے مجموعہ کو صرف کبیر کہتے ہیں جیسے فعل فعلا فعلوا فعلت الخ. (میزان جدید ص:۹)

صرف صغیر کی تعریف

ایک مصدر سے اسماء وافعال کے بعض صیغوں کے مجموعہ کو کہتے ہیں جیسے نَصَرَ یَنْصُرُ نَصْراً فهو نَاصِرٌ الخ. (ایضاً)

مشابہت کی تعریف

کسی دو شئی کا ایسے وصف میں شریک ہونا جو کسی ایک کے لئے لازم اور مشہور ہو جیسے بہادر آدمی کی مشابہت شیر سے شجاعت میں کیونکہ یہ صفتِ شجاعت دونوں کے لئے لزوم اور مشہور ہے فالمشابهة عبارة عن الخ. (تحریر سنبٹ ص:۱۹۰)

مناسبت کی تعریف

کسی دو شئی کا ایسے وصف میں مشترک ہونا جو دونوں کے لئے لازم ہو خواہ اس صفت کے ساتھ مشہور ہو یا نہ ہو جیسے شجاعت اور نجار۔ (ایضاً)

Scanned with CamScanner

مجانست کی تعریف

کسی دو شئی کا جنس میں مشترک ہونے کو مجانست کہتے ہیں جیسے صفت حیوانیت میں انسان کا جنس فرس گھوڑے میں شریک ہونا جب کہ دونوں الگ جنس سے متعلق ہیں مگر چونکہ دونوں وصف حیوانیت میں شریک ہیں۔ (ایضاً)

مماثلت کی تعریف

کسی دو شئی کا نوع میں مشترک ہونا یہ مماثلت کہلاتا ہے جیسے زید اور عمر کی شرکت نوع انسانیت میں۔ (تحریر سنبٹ ص:۱۹۱)

مشاکلت کی تعریف

مشاکلت کہلاتا ہے دو شئی کا صورت میں مشترک ہونا جیسے ایک خاص ہیئت میں شیر کی تصویر دیوار پر نقش ہونا والمشاکلت عبارۃ عن اشتراک الشیئین فی صورت کمشارکۃ الاسد المنقوش الخ. (حوالہ بالا)

ابدال کی تعریف

ثقل کو دور کرنے کے لئے ایک حرف کی جگہ دوسرے حرف کے رکھنے کا نام ابدال ہے یہ کلام عرب میں کثیر الوقوع ہے جیسے مَدَحَ میں مَدَہَ جَدَّ کو جَدَ، فَاضَ کو فَاظَ اور صَراط کو سراط وغیرہ (کشاف:۱/۱۳۵، الطریف ص:۱۸، التعریفات ص:۳)

ادغام کی تعریف

اس کے معنی لغت میں کسی چیز کو کسی چیز میں داخل کرنے کے آتے ہیں چنانچہ اہل عرب بولتے ہیں "اَدْغَمْتُ الثِّیَابَ فِیْ الوِعَاءِ" جب کسی تھیلے میں کپڑے کو رکھتے ہیں اور اصطلاح میں کہتے ہیں اول حرف کو ساکن کر کے دوسرے میں چپکا دینا داخل کر دینا جیسے ذَبَّ، مَدَّ وغیرہ۔ (التعریفات ص:۱۰، کشاف:۱/۵۰۱)

Scanned with CamScanner

قلب کی تعریف

صاحب الطریف ابومنصور ثعالبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اہل عرب کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کلمہ میں تقدیم وتاخیر الٹ پھیر کرتے ہیں اسی کو اصطلاح میں قلب مکانی کہا جاتا ہے جیسے جَذَبَ کو جَبَذَ اور ضَبَّ کو بَضَّ ،بَکَلَ کو لَبَکَ استعمال کرتے ہیں مِنْ سُنَنِ العربِ القلب فی الکلمۃ. (الطریف ص:۱۸، کشاف:۲/۱۱۷)

اسم مرہ کی تعریف

اسم مرہ وہ مصدر ہے جوایک مرتبہ کسی فعل کے وقوع کوظاہر کرے اور عموماً اسم مرہ کا وزن فَعْلَۃٌ کے وزن پرآتا ہے جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبَۃً میں نے ایک مرتبہ مارا اور دوسرے ابواب سے جس باب کا اسم مرہ بنایا جائے تو اسی باب کے مصدر کے وزن پر تاء کی زیادتی کردیتے ہیں جیسے التفت التفاتۃ انطلقت انطلاقۃً وغیرہ۔ (علم الصیغہ ص:۱۵ مع اضافہ)

اسم نوع کی تعریف

اسم نوع وہ مصدر ہے جوفعل کی ہیئت اور نوعیت کو بتلائے جیسے صبغۃً ایک قسم کا رنگ اسم نوع کا وزن ثلاثی مجرد سے فِعْلَۃٌ کے وزن پرآتا ہے جیسے جَلَسْتُ جِلْسَۃَ القارِیٔ ومشیٔ مِشْیَۃَ المحتال. (ایضاً)

مصدر میمی کی تعریف

وہ مصدر ہے جس کے شروع میں میم ہو اور یہ عموماً ثلاثی مجرد سے مَفْعَلٌ کے وزن پرآتا ہے جیسے مَنْظَرٌ مَضْرَبٌ مَرْمیٰ مگر اس قاعدہ سے سات الفاظ (۱) مجئی (۲) مرجع (۳) مسیر (۴) مصیر (۵) مشیب (۶) مِرفق (۷) مقتل، مستثنیٰ ہیں اور مثال وادی سے مَفْعِلٌ کے وزن پر خواہ مضارع کا عین کلمہ مسکور ہو یا مفتوح جیسے مودِدٌ مَوْعِدٌ مَوْجِلٌ اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم مفعول کے وزن پر جیسے مُضْطَبَرٌ مُزْدَحَمٌ وغیرہ۔ (الطریف ص:۱۳)

فاعل عددی کی تعریف

فاعل کا وہ صیغہ جو اعداد میں مرتبہ اور درجہ کے واسطے آتا ہے جیسے خامِسٌ بمعنی

Scanned with CamScanner

پانچواں اور عاشِرٌ بمعنی دسواں مگر مرکبات میں جزء اول کو فاعلؔ کے وزن پر لاتے ہیں اور جزء ثانی کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں جیسے حادِیَ عَشَرَ ثانی عشر اورعقود میں عدد اور مرتبہ دونوں کے لئے آتا ہے جیسے عشرون بیس اور بیسواں بھی۔ (ایضاً ص:١٦)

فاعل نسبتی کی تعریف

فاعلؔ کا وہ وزن جو نسبت بیان کرنے کیلئے آتا ہے اس کو فاعل نسبتی اور فاعل ذی کذا بھی کہتے ہیں جیسے تَامِرٌ وَلاَ بِنٌ کھجور والا، دودھ والا اور اسی معنی میں تمّار اور لبّان بھی ہیں۔ (ایضاً)

اسم جمع کی تعریف

اسم جمع وہ ہے جس سے جمع کے معنی ظاہر ہوں اور اس مادہ سے اس کا مفرد نہ ہو جیسے رھطٌ، خیلٌ، غنمٌ وغیرہ

شبہ جمع کی تعریف

شبہ جمع وہ ہے جو جمع کے معنی کو ظاہر کرے اور واحد و جمع میں تا یا یاء نسبتی کی وجہ سے فرق ہو جیسے تمر وتمرۃ، سحاب وسحابۃٌ اور رومی ومجوسی وغیرہ مگر تاء سے امتیاز غیر ذوی العقول اور یاء نسبتی سے امتیاز ذوی العقول کے لئے ہے۔

جمع الجمع کی تعریف

یعنی جمع کی جمع جیسے اَسَاوِرُ، اَسوِرَۃٌ جمع قلت کی جمع ہے اور اسورۃ سوارٌ بمعنی کنگن کی جمع ہے اور اقاویل اقوال کی جمع ہے اور اقوال قول کی جمع ہے۔

جمع منتہی الجموع کی تعریف

وہ جمع ہے جس پر جمع تکسیر منتہیٰ ہو گئی ہو اس کے بعد کوئی دوسری جمع نہ آئے جیسے اَسَارِیْرُ، اَبَابِیْبُ وغیرہ اور الف جمع کے بعد ایک حرف ہو تو وہ مشدد ہو گا جیسے دوابّ اور اگر دو حرف ہوں تو آخر سے ماقبل والا حرف مکسور ہو گا جیسے اَقَاوِمُ اور اگر تین حرف ہوں تو بیچ والا حرف ساکن ہو گا جیسے مَصَابِیْحُ.

Scanned with CamScanner

جمع من غیر لفظہ کی تعریف

جس واحد کی جمع دوسرے لفظ سے ہو اس لفظ سے نہ ہو تو اس جمع کو اصطلاح میں جمع من غیر لفظہ کہتے ہیں جیسے اُولٰئِکَ ذَالِکَ کی جمع ہے اسی طرح نِسَاءٌ اِمْرَأَۃٌ کی جمع ہے غَنَمٌ شَاۃٌ کی جمع ہے۔ (الطریف ص:۹)

جمع اعتباری کی تعریف

جمع اعتباری اس جمع کو کہتے ہیں کہ جس کے واحد اور جمع میں کوئی فرق نہ ہو محض اعتبار کر لیا گیا ہو جیسے فُلْکٌ قرآن مجید میں واحد اور جمع دونوں استعمال ہوا ہے جیسے فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ پارہ:۲۶/ و الْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ پارہ:۲ اسی طرح عَدُوٌّ فَاِنَّھُمْ عَدُوٌّ لِّیْ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ الخ پارہ:۱۹ وقال تعالیٰ وَاِنْ کَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّکُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ پارہ:۵ (ایضاً ص:۱۰)

افعال عامہ کی تعریف

وہ افعال جو عموماً جار مجرور کے متعلق ہوتے ہیں..........

افعال عموم نزد اربابِ عقول

کون[۱] است ثبوت[۲] است وجود[۳] است وحصول[۴]

اشتقاقِ صغیر کی تعریف

اشتقاق صغیر یہ ہے کہ دو لفظوں کا حروف اور ترتیب میں تناسب ہو جیسے اَلضَّرْبُ مصدر سے ضَرَبَ۔ (التعریفات ص:۲۳)

اشتقاقِ کبیر کی تعریف

اشتقاق کبیر یہ ہے کہ دو لفظوں کے درمیان لفظاً اور معناً تناسب ہو ترتیب میں نہ ہو جیسے الجذب سے جبذ۔ (ایضاً)

افعال متصرفہ کی تعریف

افعال متصرفہ وہ افعال ہیں جن سے ماضی اور مضارع وامر کے صیغے مشتق ہوتے ہوں جیسے کتب یکتب اُکْتُبْ اور افعال غیر متصرفہ جن سے یہ فائدے نہ ہوں جیسے عسیٰ بمعنی قَرُبَ وغیرہ۔ (میزان جدید ص:۵۲)

Scanned with CamScanner

مطرد کی تعریف

مطرد اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی آگے پیچھے آنا اور اصطلاح میں ثلاثی مجرد کے مشہور ابواب خمسہ نصر ضرب سمع فتح کرم کو کہتے ہیں۔ (ایضاً ص:۱۵)

شاذ کی تعریف

ثلاثی مجرد کے وہ ابواب جو غیر مشہور اور قلیل الاستعمال ہیں جیسے باب حَسِبَ، فَضِلَ باب کَادَ۔ (ایضاً)

اضافتِ مقلوبی کی تعریف

وہ ترکیب اضافی ہے جس میں مضاف الیہ پہلے اور مضاف بعد میں ہو جیسے پندنامہ، پیغمبر انقلاب۔ (مؤلف)

شبہ مضاف کی تعریف

مشابہ مضاف وہ ہے جو مضاف نہ ہو اور اس کے معنی دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر تمام نہ ہوتے ہوں جیسے یَا طَالِعًا جَبَلاً (اے پہاڑ کے چڑھنے والے) میں طالعاً کے معنی بغیر جبلاً کے تمام نہیں ہوتے کیونکہ چڑھنے کے لئے کوئی جگہ ہونی چاہئے جس کا ذکر ضروری ہے اسی طرح یا خیراً من زید میں خیراً مشابہ مضاف ہے۔ (روایہ ص:۵۱)

عطف نسق کی تعریف

نسق بفتح سین یہ عرب کا قول نغر نسق سے ماخوذ ہے جس کے معنی دانت برابر کرنے کے ہیں چونکہ حروف عاطفہ کے توسط سے تابع ومتبوع اعراب میں برابر ہو جاتے ہیں اس وجہ سے عطف بالحروف کو عطف نسق کہتے ہیں یا اس وجہ سے کہ نسق کے معنی ترتیب دینا ہیں چونکہ چند مقام میں معطوف معطوف علیہ کے بعد ترتیب سے آتا ہے جیسے جاء نی زید فعمرو ثم بکر یعنی پہلے زید آیا پھر عمرو پھر بکر۔ (ہدایت النحو ص:۴۹)

افعال منسلخہ کی تعریف

افعال مقاربہ ہی کا دوسرا نام افعال منسلخہ ہے چونکہ افعال منسلخہ میں وضع اول کے مطابق زمانہ پایا جاتا تھا اگرچہ وضع ثانی میں نہیں پایا جاتا ہے۔ (شرح عبدالرزاق)

Scanned with CamScanner

مبنی للفاعل کی تعریف

مبنی للفاعل فعل معروف کو کہتے ہیں یعنی فعل معروف جس کا فاعل ہو۔ (فوائد ضیائیہ)

مبنی للمفعول کی تعریف

مبنی للمفعول فعل مجہول کا نام ہے یعنی جو کہ مفعول کا اقتضاء کرتا ہو جیسے اھتدیٰ مصدر مبنی للمفعول ہے۔ (ایضاً)

بتاویل مفرد کی تعریف

جملہ کو مفرد کے حکم میں کرنے کو بتاویل مفرد کہتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ خبر کو مصدر بنا کر اس کو اسم کی طرف مضاف کیا جائے بَلَغَنِیْ اَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ میں قائم خبر ہے اس کا مصدر قیام نکال کر مضاف کر دیں یعنی بَلَغَنِیْ مِنْ قِیَامِ زَیْدٍ اسی طرح یَوْمَ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ میں نفع الصّٰدقین، یا جزو خبر کے مصدر کو اسم کی طرف مضاف کیا جائے جیسے بَلَغَنِیْ اَنَّ زَیْدًا اَنْ تُعَلِّمُوْہُ یُکْرِمُکَ (مجھے یہ خبر ملی ہے کہ اگر تم زید کو تعلیم دو گے تو وہ تیرا اکرام کرے گا) کو بَلَغَنِیْ اِکْرَامَ زَیْدٍ عِنْدَ تَعْلِیْمِکَ اِیَّاہُ کے معنی میں کر لیا جائے گا اور یہ تاویل مفرد ہے۔ (مصباح ص: ۲۹۰)

جملہ معترضہ کی تعریف

وہ جملہ ہے جو جملہ مستقلہ کے اجزاء کے درمیان ایسے معنی کو ثابت کرے جو جملہ یا اجزاء جملہ سے تعلق رکھتا ہو اور یہ جملہ اکثر شرط و جزاء فعل فاعل مفعول یا مبتدا وخبر کے درمیان آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِیْ الخ. پارہ: ۱ ر میں لَنْ تَفْعَلُوْا جملہ معترضہ ہے اس وجہ سے کہ یہ شرط و جزاء کے درمیان ہے اسی طرح زید طال عمرہٗ قائم میں طال عمرہٗ جملہ معترضہ ہے، اسی طرح اِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوْتَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ پارہ: ۲۷۔ (التعریفات ص: ۷۴، عمدۃ المرام ص: ۱۲)

Scanned with CamScanner

جملہ مستانفہ کی تعریف

وہ جملہ ہے جس سے نیا کلام شروع کیا جائے اسی کا دوسرا نام جملہ ابتدائیہ ہے جیسے قول خداوندی اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ پارہ:۱/اور دوسری مثال الکلمة علیٰ ثلثة اقسام (عمدۃ المرام ص:۲۱)

جملہ مبینہ کی تعریف

جملہ مبینہ وہ جملہ ہے جو مجمل کلام سابق کی تفسیر وتوضیح کرے جیسے الکلمة ثلثة اقسام اسم وفعل وحرف اسی طرح کلام الٰہی اِنَّ مَثَل عِیْسیٰ عندالله کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ پارہ:۳/اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح حضرت آدمؑ بغیر ماں باپ کے آب وگل سے بنے اسی طرح حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے خاک مخلوق سے وجود میں آئے لہٰذا کلام سابق مجمل تھا اس کی توضیح خلقهٗ من ترابٍ نے کی یہی جملہ مبینہ ہے اسی کا دوسرا نام جملہ تفسیریہ بھی ہے۔
(جمل ص:۱، عمدۃ المرام ص:۱۳۰)

جملہ معللہ کی تعریف

وہ ہے جو اپنے ماقبل کی علت بنے جیسے فرمان نبوی ﷺ لَا تَصُوْمُوْا فِیْ هٰذِهِ الْاَیَّامِ فَاِنَّهَا اَیَّامُ اَکْلٍ وَشُرْبٍ وبِعَالٍ یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ مع ایام تشریق میں روزہ مت رکھو اس لئے کہ وہ کھانے پینے اور ہمبستری کا دن ہے۔ (جمل ص:۱)

جملہ نتیجیہ کی تعریف

وہ جملہ ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے جیسے الجزم مختص بالافعال والخفض مختص بالاسماء فلیس بالافعال خفضٌ ولافی الاسماء جزم یعنی جزم فعل اور جر اسم کی خاصیت ہے لہٰذا فعل مجرور اور اسم مجزوم نہیں ہوگا۔ (ایضاً ص:۲)

مرکب امتزاجی کی تعریف

مرکب امتزاجی مرکب منع صرف کا نام ہے یعنی جس کا دوسرا جز کسی حرف کو شامل نہ ہو جیسے بَعْلَبَکّ و حَضَرَمُوْت. (عمدۃ المرام ص:۳)

تحقیقاتِ عجیبہ

اَللّٰھُمَّ

مذہب بصریین کے مطابق اصل میں یااللّٰہُ تھا حرف نداء بسبب کثرت استعمال حذف کردیااوراس کے عوض میم مشدد بغرض تعظیم آخر میں لاحق کردی گئی میم مشدد کواس وجہ سے لاتے ہیں کہ ھُم ضمیر غائب کے ساتھ مشتبہ نہ ہواور آخر میں اس لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ تیمن بذکر اللہ ابتداءً فوت نہ ہوجائے۔(فرائد نجیبہ ص:۸،مطبوعہ۱۳۶۵ھ)

وَمِنْ ثَمَّ

یہ لفظ مرکب ہے من جار تعلیلیہ اورثم اسم اشارہ سے کلام عرب میں مکان حسی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے اس کی تفسیر کبھی مِنْ ھُنَاکَ مَکان مجازی سے کی جاتی ہے اور کبھی اس کی تفسیر من ھنا سے مکان قریب کے لئے کی جاتی ہے۔

(فرائد نجیبہ ص:۶ مطبوعہ۱۳۶۵ھ)

اَیْضاً

آض یئیض باب باع یبیع کا مصدر ہے افعال ناقصہ میں سے کبھی بمعنی رجع اس وقت تامہ ہوتا ہے اور کبھی بمعنی صارَ اس وقت ناقصہ ہوتا ہے ترکیب میں چند احتمال ہیں ایک یہ بتاویل مشتق حال ہے ماقبل مقدر قال کی ضمیر سے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ مفعول مطلق ہے آض فعل مقدر سے یعنی آض اَیْضاً، تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ آض فعل مقدر کی ضمیر مستتر فاعل سے حال اول قول مرجوح ہے اس کا استعمال نسبت توافق میں ہوتا ہے۔

(حوالہ بالاص:۵تا۶)

ھَلُمَّ جَرًّا

یہ اسم فعل بمعنی اِئت ہے لفظ ھَلُمَّ کے متعلق نحویوں کا اختلاف ہے خلیل نحوی کے نزدیک یہ مرکب ہے ہاء تنبیہ سے جس کا الف اختصار کی وجہ سے حذف کردیا گیا اور لَمَّ

Scanned with CamScanner

مفتوح الفاء سے جو بمعنی رجع اور مقاربہ کے ہے اور بعض کے نزدیک ہاء مذکورہ اور لَمَّ مضموم الفاء بمعنی ضم سے مرکب ہے کیفیت ترکیب میں بعض کوفی کہتے ہیں کہ یہ لفظ اصل میں هَلْ اور اُمَّ سے بقاعدہٗ قَدْفَلَحَ تعلیل کر کے هَلُمَّ کرلیا گیا اور بعض کوفیوں کا یہ مسلک ہے کہ هَلُمَّ اصل میں هَلا اُمَّ بتخفیف اللام تھا بوجہ حصول تخفیف کے هَلاَ کا الف خلاف قیاس حذف کردیا گیا۔ (ایضاً ص: ۳ تا ۴)

لَامَحَالَةَ

بفتح المیم مصدر میمی ہے بمعنی انتقال من حالٍ اِلٰی حالٍ اور یہ لام اسم جو بسبب نکرہ مفرد ہونے کے مبنی علی الفتح ہے اور خبر اس کی موجودگی میں محذوف ہوتی ہے۔ (ایضاً ص ۱۸)

لَابُدَّ

وَجَبَ اور لَزِمَ اور لا مفارقہ کے معنی میں آتا ہے اس کی ترکیب میں دو قول ہیں سیبویہ کے نزدیک یہ لفظ اگرچہ حرفِ نفی اور بد سے مرکب ہے مگر شدت اتصال کی وجہ سے مثل مفرد کے ہوگیا ہے جیسے حَبَّذَا لہٰذا سیبویہ اس کو مبتدا اور مابعد کو خبر قرار دیتے ہیں اور جمہور کے نزدیک لانفی جنس اور بُدَّ بسبب نکرہ مفرد ہونے کے اس کا اسم ہے اور اس کی خبر اکثر محذوف ہوتی ہے اور کبھی مذکور بھی۔ (ایضاً ص: ۱۷)

لَا سِیَّمَا

اس میں لانفی جنس کا ہے اور سِیّ وزناً ومعناً مثلُ کے مانند ہے کہا جاتا ہے هُمَا سینان ای مثلان اس کی اصل سِوْیٌ یاسِیْوٌ تھی تعلیل کے بعد سِیٌّ ہوگیا۔ اور یہ لام اسم ہے اس کا ما زائدہ یا موصولہ یا موصوفہ ہوگا اس کی خبر کے متعلق جمہور نحات محذوف موجودٌ کے قائل ہیں اور امام اخفش کے نزدیک اس کی خبر لفظ ما ہے لاسیّما کے مابعد تینوں اعراب جاری ہوسکتے ہیں اور کبھی لاسیّما کا لا لفظوں سے حذف کردیا جاتا ہے تخفیف کی وجہ سے لیکن مقصود کے اعتبار سے باقی رہتا ہے۔ (ایضاً ص: ۱۰ تا ۱۱)

Scanned with CamScanner

اَلْبَتَّة

بمعنیٰ قطع بتّ یبتّ سے مصدر ہے کلام عرب میں الف لام اور بغیر الف لام دونوں طریقے سے مستعمل ہے اور یہ کسی شئی کے حتمی امور کے لئے آتا ہے البتہ ہمزہ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ ہمزہ قطعی ہے، چنانچہ علامہ کرمانی نے بعض کتب میں اس کی تصریح بھی کی ہے مگر قیاس کے اعتبار سے یہ ہمزہ وصلی ہے قطعی نہیں اس لئے کہ لفظ البتۃ ثلاثی مجرد کا مصدر ہے اور مصادر ثلاثیہ کے ہمزات وصلی ہوا کرتے ہیں نہ کہ قطعی ترکیب میں فعل مقدر بت سے مفعول مطلق کی بناء پر منصوب ہے یعنی بت البتة بمعنیٰ قطع قطعاً۔

(ص:۱۹تا۲۰)

فَصَاعِداً

اس میں فاء عاطفہ ہے معطوف علیہ اور عامل وذوالحال تینوں مقدر ہیں اور حال کی بناء پر منصوب ہوتا ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے اذکر العدد نازلاً فصاعداً یا فعل مقدر سے مفعول مطلق کی بناء پر منصوب ہوتا ہے اس صورت میں فاء زائدہ اور لازمہ ہے اس لئے کہ کلام عرب میں اس کا استعمال بغیر فاء اور ثم کے نہیں ہوتا۔ (ص:۳۰)

اَصْلاً

یہ ظرف کی بناء پر منصوب ہوتا ہے اس کا الف وقف کے لئے یا تنوین کے عوض میں ہے محل نفی میں تاکید نفی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

جمیعاً

یہ حال کی بناپر منصوب ہوتا ہے جیسے خرجنا جَمِیْعًا اَیْ حَالَ کونِہٖ مجتمعین (۳۱)

معاً

اس میں نحویوں کے دوقول ہیں جمہور کے نزدیک یہ معرب ہے اور ظرفیت کی بناء پر لازم النصب اور باعتبار اعراب کے عدم التصرف ہے یعنی سواء نصب کے کوئی اور اعراب

Scanned with CamScanner

قبول نہیں کرتا اور سیبویہ کے نزدیک اس کی وضع حرف کی سی وضع ہونے کی وجہ سے مبنی علی السکون ہے مگر راجح قول یہی ہے کہ یہ معرب ہے۔ بعض نے اس کی حالیت کی بناء پر منصوب قرار دیا ہے معاً وجمیعاً کے حال ہونے کی صورت میں فرق یہ ہے کہ معاً میں اجمتاع فی الفعل وقت واحد میں شرط ہے۔ اور جمیعاً یہ شرط نہیں، هٰذا صرّح الشیخ الرضی فی شرحہ فانظر ھُناک اِن شئت. (فرائد نجیبہ ص: ۳۰ تا ۳۱)

سواءٌ

اسم مصدر ہے یہ بھی مصدر کے مثل کسی موصوف کا صفت واقع ہوتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ اِلٰی کلمة سواء پارہ: ۱/۱۳ اس کی ترکیب میں نحات کا اختلاف ہے صاحب مفصل کہتے ہیں کہ سواء خبر مقدم جو فعل اس کے بعد واقع ہوتا ہے وہ بتاویل اسم ہو کر مبتداء مؤخر ہوتا ہے علامہ دمامینی نے سیرافی سے ایک قول نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سواءٌ کے بعد جو دو فعل مذکور ہوتے ہیں وہ یا تو استفہام غیر استفہام کے ساتھ مذکور ہوں گے تقدیر اول پر احد الفعلین کا عطف آخر پر اَوْ کے ساتھ ناجائز ہے۔ جیسے سواءٌ علیٰ اقمت اَو قعدت اور صورت ثانیہ میں جائز ہے اور شارح رضی کہتے ہیں کہ احد الفعلین کا عطف آخر پر علی الاطلاق جائز ہے خواہ ہمزہ مذکور ہو یا نہ ہو اَمْ کے ذریعہ عطف ہو یا اَوْ کے ذریعہ سے
(ایضاً ص: ۲۴)

فقط

فقط علامہ تفتازانی نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ اسماء افعال میں سے ہیں بمعنی اِنْتہ اکثر اس کے شروع میں فاذکر کی جاتی ہے جو کہ زائدہ ہے محض تزئین اور تحسین کی وجہ سے لائی جاتی ہے اور یہ فاء شرط محذوف پر دال ہے اور اسی شرط محذوف کیلئے اس فاء کے بعد جزاء واقع ہوتی ہے علامہ دمامینی کا قول ہے کہ یہ فاء عاطفہ ہے معطوف علیہ اس کا مقدر ہے اور ابن ہشام نے حواشی تسہیل میں ذکر کیا ہے کہ اس کا استعمال کلام عرب میں بغیر فاء کے نہیں پایا جاتا اور یہ فاء زائدہ ہے۔ (ایضاً ص: ۲۱)

Scanned with CamScanner

وَلَوْ کَانَ کَذَا

اس واؤ کے متعلق نحویوں کے مختلف اقوال ہیں بعض کے نزدیک واؤ حالیہ اور لَوْ بمعنی اِنْ وصلیہ ہے شرطیہ نہیں بلکہ معنیٰ شرط سے خالی کیا گیا ہے اسی وجہ سے یہ جزاء کی طرف محتاج نہیں ہوتا اور بعض کے نزدیک یہ واؤ عاطفہ ہے اور جملہ سابقہ دال پر جواب ہے اور بعض کے نزدیک یہ واؤ اعتراضیہ ہے۔ (ایضاح:۳۱)

بِصْرِیِّیْن

بغیر نسبت کی صورت میں بصرہ بفتح الباء پڑھا جاتا ہے مگر نسبت کے وقت باء کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں چنانچہ علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ بعض بصریین کی رائے یہ ہے کہ بصرہ کی طرف نسبت کرنے میں ھاء کو ساقط کر کے باپر کسرہ وجوبی لگا کر بِصری یا بِصریین کہتے ہیں جیسے اور مقامات کی طرف نسبت کرنے میں حروف وحرکات کی تبدیلی آتی ہے رَیّ سے لاَرِی اور تہامہ سے تہام صاحب تاج العروس لکھتے ہیں کہ بصرہ میں چار لغات ہیں (۱) بفتح الباء وسکون الصاد (۲) بکسرالصاد وبفتح الباء (۳) بضم الباء (۴) منسوب کی صورت میں بکسر الباء۔ بصری بفتح الباء شاذ ہے انما قیل فی النسب الیها بصری بکسر الباء فوجوب کسر الیاء فی البصری الخ.

(المعجم البلدان:۱/۵۱۱،تاج العروس:۶/۹۳ مطبوعہ بیروت)

جَلَالَیْن

رکن الدین: استاذ محترم لفظ جلالین عوامل لفظیہ سے خالی ہونے کی بناء پر حالت رفعی میں ہے لہٰذا اس کو جلالان ہونا چاہئے۔ جلالین کیا یہ سماعاً ہے؟

ثاقب: عزیزم یہ عوامل لفظیہ سے خالی نہیں ہے اور نہ ہی یہ سماعاً ہے، بلکہ یہ قیاساً ہے یہ مضاف الیہ ہونے کی بناء پر حالت جری میں ہے اس کا مضاف لفظ تفسیر مذکور ہے پوری عبارت یوں ہے تفسیر جلالین لہٰذا یہ درست ترکیب ہے۔

Scanned with CamScanner

اِذما اور اذا ما

ابن ہشام نحوی نے اپنی کتاب مغنی میں اذما کا ذکر کیا ہے مگر اذاما کا کوئی ذکر نہیں کیا لیکن شیخ بہاؤالدین السبکی نے کتاب عروس الافراح میں اذا ما کا بیان حروف شرط کے ضمن میں کیا ہے۔ اِذما قرآن کے اندر کہیں بھی نہیں آیا۔ اس کے بارے میں سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ ایک حرف ہے اور مبرد وغیرہ ائمہ فن نحو کہتے ہیں نہیں وہ ظرفیہ پر باقی ہے۔ اب رہا اذاما تو یہ قرآن میں قولہ تعالیٰ و اذا ما غضبوا. اور اذا ما اتوک لتحملھم میں واقع ہے اور اس نے اس بات میں کوئی اعتراض نہیں دیکھا کہ ان کو ظرفیہ پر باقی رہنے دیا جائے یا حرفیہ کی طرف پھیر دیا جائے اور محتمل ہے کہ اذما میں دونوں قول جاری کئے جاسکیں یعنی احتمال ہوتا ہے کہ اس کے ظرفیہ پر باقی رہنے کا وثوق کیا جائے یوں کہ وہ ''اذا ما'' کے خلاف مرکب ہونے سے بہت دور پڑا ہے۔ (الاتقان: ۳۹۴/۱)

اللّٰہ کا الف الام

اسم اللہ تعالیٰ میں جو الف لام ہے اس کی بابت مختلف اقوال آئے ہیں سیبویہ کہتے ہیں کہ یہ الف لام حذف شدہ ہمزہ کے عوض میں اس بناء پر آیا ہے کہ اللہ کی اصل أله تھی اس پر الف لام داخل کیا تو ہمزہ کی حرکت نقل کئے کے ماقبل یعنی لام کو دی اور اور لام میں ادغام کر دیا الفارسی کا قول ہے کہ اس بات پر جو (سیبویہ) نے کہی ہے اللہ کے ہمزہ کا قطعی اور لازمی ہونا بھی دلالت کرتا ہے اور دوسرے علماء کا بیان ہے کہ یہ الف ولام تفخیم اور تعظیم کی غرض سے تعریف کو زائد کرنے والا ہے اور الٰہ کی اصل ''اولاہ'' تھی اور ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ الف زائدہ اور لازم ہے تعریف کے لئے نہیں بعض یہ کہتے ہیں الٰہ کی اصل صرف کنایہ کی ''ھا'' تھی اس پر لام ملک زیادہ کیا گیا پھر تعظیم کے لحاظ سے اس پر الف لام کا اضافہ کیا اور توکید کے خیال سے اس کی تفخیم (پر کر کے پڑھنا) کی یوں اللہ ہو گیا۔ خلیل اور بہت سے دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ کلمہ کی نبیاد ہی اللہ ہے اور وہ اسم علم ہے جس کا اشتقاق اور جس کی اصل کچھ بھی نہیں۔

Scanned with CamScanner

کوفین نے بالعموم اور بعض بصرہ کے لوگوں نے بھی مع متاخرین کے گروہ کثیر کے الف لام کا ضمیر مضاف الیہ کے قائم مقام ہونا جائز رکھا ہے اور اس قاعدہ پر فانّ الجنۃ ھی الماوٰی کو بطور مثال پیش کیا ہے اور اس امر کی ممانعت کرنے والے یہاں "لہٗ" ضمیر منفصل کو مقدر بتاتے ہیں یعنی (ھی لہٗ الماوٰی) عبارت کی اصل قرار دیتے ہیں (مترجم) اور زمخشری نے اسم ظاہر مضاف کی نیابت میں بھی الف لام کا آنا جائز بتایا ہے وہ اس کی مثال وعلم آدم الاسماء کلھا کو پیش کرتے اور کہتے ہیں کہ اصل میں "اسماء المسمیاتِ" تھا۔ (ایضاً: ص ۴۰۱ تا ۴۰۲)

ثُمَّ کا واؤ اور فاء کے قائم مقام ہونا

نحویان کوفہ ثُمَّ کو فعل شرط کے بعد اس کے ساتھ قرین بتائے ہوئے فعل مضارع کو نصب دینے کے جواز میں واؤ اور فاء کا قائم مقام بناتے ہیں اور اسی اصول کے لحاظ سے حسنؒ کی قراءت "ومن یخرج من بیتہٖ مھاجراً الی اللّٰہ ثُمَّ یدرکہ الموت" یدرک کے نصب کے ساتھ روایت کی ہے۔ (ایضاً ص: ۴۳۱)

حیث کی تحقیق

حیث ظرف مکان ہے اخفش نحوی کہتے ہیں کہ یہ ظرف زمان بھی واقع ہوتا ہے اور غایات سے مشابہ کرنے کے لئے مبنی علی الضم آتا ہے کیونکہ جملوں کی طرف اضافت کرنا ایسا ہے جیسے کہ اضافت ہوئی ہی نہیں۔ اسی واسطے زجاج نے قولہ تعالیٰ "من حَیثُ لاترونھُم" کے بارے میں کہا ہے کہ حَیثُ کا مابعد اس کا صلہ ہے اور اس کی جانب مضاف کبھی نہیں یعنی یہ کہ حَیثُ اپنے بعد والے جملہ کی طرف مضاف نہیں لہٰذا وہ جملہ مابعد حیث کے لئے صلہ ہو گیا یعنی ایک زائد جملہ متعلقہ کے طور پر اور جو کہ اس کا جزو نہیں ہے اور فارسی نے زجاج کے بیان کا مطلب یہ سمجھا کہ وہ حَیثُ کو موصولہ قرار دیتے ہیں چنانچہ اسی باعث اس نے زجاج کی تردید کیلئے کمر باندھی حالانکہ غلطی خود اسی کی ہے۔ اہل عرب میں سے بعض قبائل حیث کو معرب رکھتے ہیں اور چند قبائل ایسے ہیں جو اسے التقاء ساکنین کے باعث کسرہ پر مبنی اور بغرض تخفیف فتحہ پر مبنی ٹھہراتے ہیں اور ان دونوں امور کا احتمال ان

Scanned with CamScanner

لوگوں کی قرأت کرسکتی ہے جنہوں نے "مِنْ حَيْثُ لَايَعْلَمُوْنَ" کسرہ کے ساتھ اللہ اعلم حَيْثُ يجعلُ رسالة فتحہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ مشہور بات یہ ہے کہ حیث کی تصریف نہیں ہوتی اور ایک قوم نے اخیر کی آیت میں حیثُ کا باعتبار وسعت ظروف مفعول بہ ہونا جائز رکھا ہے اور کہا ہے کہ وہ ظرف نہیں ہوسکتا اس واسطے کہ اسے ظرف رکھا جائے تو اس سے ماننا پڑے گا کہ خداوند کریم کو ایک مکان میں بہ نسبت دوسرے مکان زیادہ علم ہوتا ہے اور یہ بات صحیح نہیں بلکہ علم باری ہر جگہ یکساں اور کامل اور یہ وجہ بھی ہے کہ اس آیت کے معنی ہیں اللہ خاص اس مکان کو جانتا ہے جو وضع رسالت کا مستحق ہے نہ یہ کہ وہ صرف اس مکان میں کسی شئ کو جانتا ہے چنانچہ اس اعتبار پر حیثُ فعل محذوف کو یَعْلَمُ فعل محذوف سے نصب دیا ہے اور اس بات کی دلیل کہ حیثُ کا نصب یَعلم کے فعل محذوف سے ہوا اور خود اعلم سے نہیں ہوا یہ ہے کہ افعل التفضیل کا صیغہ بغیر اس کی تاویل عالِمٌ (صیغہ اسم فاعل) کے ساتھ کی جائے مفعول بہ کو ہرگز نصب نہیں دے سکتا اور ابوحیان کا بیان ہے کہ ظاہر امر یہ ہے کہ حیثُ کو مجازی ظرفیت پر قائم رکھا جائے اور اَعْلَمُ کو اس معنی کا متضمن مانا جائے جو کہ ظرف کی جانب متعدی ہوتا ہے اس حالت میں تقدیری عبارت یوں ہوگی اللّٰہ اَنْفَذَ علماً حیثُ یَجْعل یعنی خدا اس موضع میں نافذ العلم ہے (اس کا علم اس پر حاوی ہے)

(الاتقان: ۱/۴۳۵)

رُوَیدَ

یہ اسم ہے اس کے ساتھ جب کبھی تکلم ہوتا ہے تو صیغۂ تصغیر ہی استعمال میں آتا ہے اور اس کے ساتھ دوسروں کو حکم دیا جاتا ہے روید لفظ رود کی تصغیر ہے جس کے معنی چھوڑنے اور مہلت دینے کے ہیں۔ (مزید تحقیق کیلئے دیکھئے، ایضاً: ۱/۴۳۶)

حاشا کے حرف جر نہ ہونے کی دلیل

یہ تنزیہ کے معنی میں اسم ہے قولہ تعالیٰ حاشاللّٰہ ماعلمنا علیہ من سوء اور حاشا للّٰہ ماھذا بشراً میں فعل وحرف نہیں اس کی دلیل بعض قاریوں کا اس کو حاشاً للّٰہ تنوین کے ساتھ پڑھا ہے جیسا کہ براءۃً للّٰہ کہا جاتا ہے اور ابن مسعودؓ نے معاذا للّٰہ وسبحان

Scanned with CamScanner

اللہ کی طرح اس کو باضافت حاشا للہ پڑھا ہے پھر قراءت سبعہ میں اس پر لام جارہ کا دخول بھی اس کے اسم ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر یہ حرف جر ہوتا تو حرف جر پر دوسرے حرف جر کے داخل ہونے کی کیا وجہ تھی جو ایک ناجائز امر ہے اور قراء سبعہ کی قراءتوں میں اس کو تنوین دینا اس لئے ترک کر دیا گیا کہ یہ لفظاً اس حاشا کے مشابہ ہے جو کہ حرف ہے ایک قوم اس کے مبنی ہونے کے سبب سے اس اسم کو فعل بتاتی ہے اور اس کے معنی ابرّا اور تبرأت بیان کرتا ہے۔ مگر بعض لغتوں میں اس کے معرب پائے جانے کی وجہ سے یہ قول رد کر دیا گیا ہے مبرّد اور ابن جنّی کا قول ہے کہ یہ فعل ہے اور آیت مذکورہ میں اس کے معنی یہ ہیں کہ جانب یوسف المعصیة لاجل اللہ یعنی یوسف نے خدا کے لئے گناہ کرنے سے پہلو تہی کیا مگر یہ تاویل دوسری آیت میں فٹ نہیں آتی فارسی کہتے ہیں کہ "حاشا" فعل ہے جو کہ الحشاء سے مشتق ہے جس کے معنی ناحیہ کنارہ) کے آتے ہیں اور حاشا کے معنی یہ ہوتے کہ صار فی ناحیة یعنی وہ اس چیز سے دور ہوا جس کے ساتھ اسے متہم کیا گیا تھا اور اس کام سے کنارہ کشی کی وہ اس میں آلودہ اور اس سے ملوث نہیں ہوا اور قرآن شریف میں بھی حاشا صرف استثنائیہ واقع ہوا ہے۔ (الاتقان ۱/۴۳۲)

عَنْ سے پہلے مِنْ آنے پر وہ اسم ہوتا ہے

جس وقت حرف عَنْ پر مِنْ (اس سے پہلے) داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں عَنْ اسم ہو جاتا ہے اور ابن ہشام نحوی نے اس قبیل سے قولہ تعالیٰ ثم لآتینهم من بین ایدیهم ومن خلفهم وعن ایمانهم و شمائلهم کو گردانا ہے اور کہا ہے کہ اس حالت میں اس کی تقدیر یہ ہوگی کہ وہ عَنْ مِنْ کے مجرور پر معطوف ہے نہ کہ مِنْ اور اس کے مجرور دونوں پر

(الاتقان ۱/۴۴۲)

ایٌّ کی تحقیق

فتحہ اور تشدید کے ساتھ کئی وجوہ پر مستعمل ہے اول شرطیہ جس طرح قولہ تعالیٰ "ایهما الاجلینِ قَضَیْتَ فلاعدوان" اور قولہ تعالیٰ ایاما تدعُوا فَلَهُ الاسماء الحسنیٰ میں ہے۔ دوم استفہامیہ جیسا کہ قولہ تعالیٰ ایُّکم زادتهُ هذهٖ ایمانا میں اور اس سے صرف انی

Scanned with CamScanner

باتوں کو دریافت کیا جاتا ہے جو کہ کسی ایسے امر میں دو باہم شریک ہونے والی چیزوں کو ایک دوسرے سے ممتاز بناتی ہیں کیونکہ وہ امر دونوں کیلئے یکساں عام ہوتا ہے قولہ تعالیٰ ایُّ الفریقین خیرٌ مقاماً (یعنی ہم یا محمد کے اصحاب) سوم موصوفہ قولہ تعالیٰ لننزعنَّ من کُلِّ شِیعۃٍ ایھم اَشَدُّ میں ہے اور اور ایُّ ان تینوں وجوہ میں اسم معرب ہوتا ہے ہاں وجہ سوم یعنی موصوفہ ہونے کی حالت میں اگر اس کا عائد ضمیر) حذف کر کے اسے مضاف کر دیا جائے تو اس وقت وہ مبنی علی الضم ہو جاتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت میں ہے مگر اخفش نحوی نے اس حالت میں بھی اسے معرب ہی مانا ہے اور اس اعتبار پر بعض قاریوں کی قرأت میں اس آیت کو نصب کے ساتھ روایت کیا ہے اور ضمہ کے ساتھ قرأت ہونے کی تاویل کی ہے اور حکایت کا اعتبار کیا گیا ہے اخفش کے سوا اور کسی نے اسکے متعلق فعل ہونے کی تاویل پیش کی ہے اور زمخشریؒ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس مقام میں ایُّ مبتدا محذوف کی خبر ہے کیونکہ تقدیر کلام لننزعنَّ بعضَ کل شیعۃٍ (بے شک ہم گروہ میں سے بعض کو نکالیں گے) تھی پس گویا کہ سوال کیا گیا کہ وہ بعض کون میں تو اس کے جواب میں کہا گیا ھو الذی اشد (وہی جو سب سے بڑھ کر سخت ہے) پھر اس کے بعد وہ دونوں مبتدا جو ایُّ کو دو آگے پیچھے طرف سے گھیرے ہوئے تھے حذف کر دیئے گئے اور ابن الطراوہ کا قول ہے کہ اس آیت میں لفظ ایُّ مبنی اور اضافت سے قطع شدہ واقع ہوا ہے اور یہ کہ ھم اشدُّ مبتدا اور خبر ہیں اور مبتدا "ھم" بطور ضمیر متصل کے ایُّ کے ساتھ ملا ہوا آیا ہے اور اسی کا قول ہے کہ اجماع کے لحاظ سے جس وقت ایُّ مضاف نہ ہو تو وہ معرب ہوتا ہے چہارم یہ کہ ایُّ اسم معرف باللام کی نداء سے ملنے والا کلمہ ہوتا ہے جیسے یا ایھا الناس اور یا ایھا النبی. (الاتقان: ۴۲۲/۱ و ۴۲۳)

عسیٰ فعل ماضی یا مضارع

ابن الدہان کہتے ہیں کہ عسیٰ فعل ہے جو لفظاً اور معناً دونوں طرح پر فعل ماضی ہے کیونکہ اس سے کسی زمانہ آئندہ میں حاصل ہونے والی چیز کی طمع مفہوم ہوتی ہے اور ایک گروہ کا قول ہے کہ عَسیٰ لفظ کے اعتبار سے فعل ماضی مگر معنی کے لحاظ سے فعل مستقبل ہے کیونکہ اس کے ساتھ اس طمع (خواہش) کی خبر دیجاتی ہے جس کے زمانہ آئندہ میں واقع ہونے کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ (ایضاً: ۴۲۵/۱)

Scanned with CamScanner

قرآن میں ک و مثل کو یکجا جمع کرنے کی وجہ

ابن جنی کہتے ہیں کہ "لیس کمثله شیئ" میں کاف اس لئے زائدہ کیا گیا تا کہ نفی مثل کی تاکید ہو جائے کیونکہ حرف کی زیادتی بمنزلہ اس کے ہوتی ہے گویا جملہ کو دوبارہ دہرادیا۔ راغب کا قول ہے کہ "کاف" اور مثل کے مابین جمع کرنے کی وجہ صرف نفی کی تاکید کرنا ہے اور اس بات پر آگاہ کرنا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ نہ مثل کا اور نہ کاف کا دونوں ہی کا استعمال صحیح نہیں چنانچہ لیسَ کے ساتھ ان دونوں امروں کی ایک ساتھ نفی کردی گئی اور ابن فورک کا قول ہے کہ "کاف" زائدہ ہر گز نہیں اور آیت کے معنی میں "لیس مثل مثله شیئ" اور جب کہ مثل کے تماثل کی نفی کردی گئی تو فی الحقیقت خدا تعالیٰ کا کوئی مثل نہیں رہا، اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام کہتے ہیں کہ "مثل" بولتے ہیں اور اس سے ذات مراد لیتے ہیں جیسے تم کہو" مثلک لایفعل هذا" یعنی تم اس کو نہ کرو گے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔ ولم اقل مثلک اعنی به سواک یا فرداً بلامشبه اے یکتا جس کا کوئی مشابہ نہیں ہے میں نے مثلک سے یہ مراد لیکر نہیں کہا کہ اس سے تیرے سوا کسی اور ذات کو مانتا ہوں اور خود خداوند کریم ہی نے فرمایا ہے "فَاِنْ اٰمنُوْا بمثل ماامنتم به فقد اهتدوا یعنی بالذی امنتم به ایاه. لان ایمانهم لامثل لهٗ "اسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو کیوں کہ ان لوگوں کا ایمان کامل نہیں ہے اس لحاظ سے آیت کی تقدیر کلام یہ ہوگی کہ لیس کذاته شیئ۔ (اس کی ذات جیسی کوئی چیز نہیں) راغب کہتے ہیں کہ "اس مقام پر لفظ مثل صفت کے معنیٰ میں آیا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ "لیس کصفته صفة" خدا کی صفت جیسی کوئی صفت ہی نہیں اور اس سے یہ تنبیہ مقصود تھی کہ اگر چہ خدا کی صفت ایسی بہت سی باتوں کے ساتھ کی گئی ہے جن سے انسان کی صفت بھی کی جاتی ہے مگر یہ صفتیں جو خدا کے لئے ہیں ان صفتوں کی طرح (ناقص) نہیں جو کہ انسانوں کی بابت استعمال کی جاتی ہیں۔ وللہ المثل الاعلیٰ۔

(الاتقان: ۴۵۲/۱ تا ۴۵۳)

Scanned with CamScanner

بطور اسم ''مثل'' کے معنی میں کاف کا استعمال

حرف کاف مثل کے معنی میں اسم بھی وارد ہوا کرتا ہے اور ایسے موقع پر وہ محل اعراب میں ہوتا ہے اور اس کی طرف ضمیر لوٹائی جاتی ہے زمخشری نے قولہ تعالیٰ کھیئة الطیر فانفخ فیہ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس میں جو ضمیر آئی ہے اس کا مرجع "کھیئة " کا حرف کاف ہے یعنی اس سے مراد ہے کہ میں اس مماثل (ہمشکل) صورت میں پھونک ماردیتا ہوں تو وہ تمام دیگر چڑیوں کی طرح ہو جاتی ہے۔ (ایضا:۱/۴۵۳)

ذٰلک، ایّاک ارأیتک وغیرہ میں کاف کی حیثیت

ذٰلک۔ یعنی اسم اشارہ اور اس کی فروع یا اسی کی مانند اور الفاظ میں ''کاف'' خطاب کا حرف ہے اور اس کے لئے کوئی محل اعراب کا نہیں اور لفظ ایّاکَ میں جو کاف ہے اس کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ حرف ہے اور یہ قول بھی وارد ہوا ہے کہ نہیں وہ اسم ہے اور ایّا کا مضاف الیہ ہے اور ارایتکَ میں جو کاف ہے اس کی بابت بھی مختلف اقوال آئے ہیں کوئی حرف کے قائل ہیں اور کسی نے کہا ہے کہ وہ اسم ہے جو ایک قول کے لحاظ سے محل رفع میں اور دوسرے قول کی بناء پر محل نصب میں واقع ہے مگر ان دونوں اقوال میں سے پہلا قول راجح تر ہے۔ (الاتقان:۱/۴۵۳ تا ۴۵۴)

کَاَیِّنْ

ایک اسم کاف تشبیہ اور ایِّ تنوین والی سے مرکب ہے اور تعداد میں زیادتی ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ کَاَیِّنْ مِنْ نبی قَاتَلَ معهٗ ربیون کثیر میں ہے۔ اس میں کئی لغتیں ہیں۔ (۱) کائِنٌ بروزن تابعٌ اس طرح جہاں بھی واقع ہوا ہے ابن کثیر نے اس کی قرأت کی ہے۔ (۲) کَأْیٍ بروزن کعبٍ اس کے ساتھ "وکأیٍ منْ نبی قاتَلَ" پڑھا گیا ہے اور کَاَیِّنْ مبنی ہے اس کے لئے صدر کلام میں آنا لازم ہے جیسے ابہام کے لئے صدر کلام لازم ہوتا اور وہ تمیز کا محتاج رہتا ہے اس کی تمیز بیشتر من کے ساتھ مجرور بمن ہوتی ہے اور ابن عصفور کہتے ہیں کہ لازمی طور پر مجرور ہی آتی ہے۔ (ایضا:۱/۴۵۶)

Scanned with CamScanner

لکنْ مخففہ

تخفیف کے ساتھ دوطرح پر آتا ہے اول لکنْ ثقیلہ سے تخفیف ہوکر اور یہ حرف ابتداء ہے کچھ عمل نہیں کرتا بلکہ صرف استدراک کا فائدہ کرتا ہے اور عاطفہ بھی نہیں یوں کہ وہ قولہ تعالیٰ ولکنْ کانوا ھم الظالمین میں حرف عطف کے نزدیک آیا ہے اور اگر عاطفہ ہوتا تو کبھی نہ آتا اس واسطے سے کہ دو عطف کے حروف ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے اور دوم عاطفہ ہوتا ہے مگر جب کہ اس کے بعد کوئی مفرد آئے اور یہ لکنْ بھی استدراک ہی کیلئے آتا ہے۔ مثلاً قولہ تعالیٰ لکِنِ اللہ یشھد. لکن الرسول. لکن الذین اتقوا ربھم.

(الاتقان: ۱/۴۶۶)

لکنَّ مشددہ

بتشدید نون حرف ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے استدراک کے لئے آتا ہے جس کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ اس کے مابعد کی جانب ایک ایسا حکم منسوب ہوتا ہے جو اس کے ماقبل کے حکم سے مخالف ہو اسی واسطے ضروری ہے کہ لکنَّ کے ماقبل کوئی ایسا کلام آئے جو اس کے مابعد سے مخالف یا مناقض ہو اس کی مثال ہے قولہ تعالیٰ وما کَفَرَ سلیمان ولٰکِنَّ الشیاطینَ کفروا اور گاہے وہ صرف تو کید کے لئے استدراک سے مجرد ہوکر آتا ہے یہ قول کتاب بسیط کے مصنف کا ہے اس نے استدراک کی تعریف یہ کی ہے کہ جس چیز کے ثبوت میں وہم واقع ہو اس کو رفع کردے جیسے "مازیدٌ شجاعاً لکنہٗ کریمٌ" کہ شجاعت و کرم دونوں باتیں قریب قریب ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں لہٰذا ان دونوں میں سے ایک بات کی نفی کرنے سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ دوسری بات کی نفی بھی کردی گئی ہے اور تو کید کی مثال "لوجاء نی اکرمتہٗ لکنہٗ لم یجئنی" ہے کہ یہاں پر لکنَّ نے اس امر (امتناع) کی تاکید کردی جس کا فائدہ لو سے حاصل ہوا تھا ابن عصفور نے قول مختار یہ قرار دیا ہے کہ لکنَّ ساتھ ہی ساتھ دونوں معنوں (تو کید و استدراک) کے لئے آتا ہے اور یہی بات پسندیدہ ہے جس طرح لفظ کانَّ تشبیہ موکد کے لئے آتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ

Scanned with CamScanner

بعض لوگوں نے کہا کہ لکنَّ دراصل لکنْ اِنْ (دوکلموں) سے مرکب ہے ہمزہ تخفیف کے لئے گرادیا گیا اور لکنَّ کا دوسرا نون دو ساکن حرفوں کے اکٹھا ہونے کی باعث گر گیا۔

(الاتقان:۱/۳۶۵،۳۶۶)

عسٰی فعل جامد ہے یا مشتق

عسٰی فعل جامد ہے اور اس کی گردان نہیں آتی یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں نے اس کو حرف کہدیا اور اس کے معنی ترجی فی المحبوب (پسندیدہ بات کی آرزو کرنا) اور اشفاق فی المکروہ (ناپسندیدہ بات سے ڈرنا) قرار دیئے ہیں اور یہ دونوں معنی قولہ تعالیٰ "وعسیٰ انْ تکرھوا شئیاً وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئًا وھو شرٌ لکم" میں اکٹھا ہو گئے ہیں۔ ابن فارس کا بیان ہے کہ عسیٰ قرب اور نزدیک ہو جانے کے معنی میں آتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ "قل عسیٰ ان یکونَ رَدِفَ لکم." (ایضاً:۱/۴۴۳)

عسٰی بطور خبر صیغۂ واحد اور بطور استفہام صیغۂ جمع کیساتھ آتا ہے

کسائی نحوی کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں بھی عسیٰ بطور خبر آیا ہے وہ صیغہ واحد ہی کے ساتھ واقع ہوا ہے جیسا کہ سابق آیت میں ہے تو اس کی توجیہ "عسی الاثران یکون کذا" کے معنی سے کی گئی ہے اور جس جگہ عسیٰ کا وقوع استفہام کے معنی میں ہوا ہے اس کو جمع کے صیغہ میں لاتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ " فھل عسیتم ان تولیتم" ابو عبیدہؒ کا قول ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ آیا تم نے اس بات کو جان لیا؟ اور آیا تم اس کو آزما چکے ہو؟ (ایضاً:۱/۴۴۳)

قرآن میں عسیٰ ہر جگہ وجوب کے لئے آیا ہے

ابن ابی حاتم اور بیہقی وغیرہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کل عسیٰ فی القرآن فھی واجبۃ، قرآن میں جتنی جگہ پر عسیٰ آیا ہے وہ واجب ہی کے معنی میں آیا ہے (اور شافعیؒ کا قول ہے کہ یقال عَسیٰ مِنَ اللہِ واجبۃٌ کہا جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے عسیٰ کہا جانا بمعنی امر واجب کے ہے) ابن الانباری کہتے ہیں کہ عسیٰ قرآن

Scanned with CamScanner

مجید میں واجب ہی ہے مگر دو جگہیں اس امر سے مستثنیٰ ہیں موضع اول یہ ہے قولہ تعالیٰ عسیٰ ربکم ان یرحمکم یعنی بنی النضیر پر رحم کرے پھر خدا نے ان پر رحم نہیں فرمایا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے جنگ کر کے انہیں سزائیں دیں موضع دوم یہ ہے قولہ تعالیٰ عسیٰ ربهٗ ان طلقکنَّ ان یبدلهٗ ازواجاً الآیۃ کہ وہ تبدیل واقع نہیں ہوئی اور بعض لوگوں نے اس استثناء کو باطل قرار دے کر قاعدہ میں عمومیت وجوب بحال رکھی ہے کیونکہ مثال اول میں رحمت داخل ہونے کے لئے ان لوگوں پر دوبارہ بدکرداری کی طرف عود کرنے کی شرط لگادی گئی تھی جیسا کہ فرمایا "وان عُدْتُم عُدنا "اور اس میں شک نہیں کہ بنی النضیر کے یہود نے دوبارہ شرارت آغاز کی اس لئے ان کو سزا دیا جانا واجب ہو گیا اور دوسری مثال میں بیویوں کی تبدیلی رسول اللہ ﷺ کے طلاق دینے سے مشروط تھی اور جب کہ آپ ؑ نے امہات المومنین کو طلاق نہیں دی اس واسطے تبدیلی واجب نہیں ہوئی۔

(ایضا:۱/۴۴۳تا۴۴۴)

لا بمعنی ''غیر'' بطور اسم

لا، غیر کے معنی میں اسم ہو کر بھی وارد ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کا اعراب اس کے مابعد میں ظاہر ہوا کرتا ہے اس کی مثال یہ ہے قولہ تعالیٰ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین. لامقطوعة ولاممنوعةٍ لافارضٌ ولابِکر

فائدہ

کبھی لا کا الف حذف بھی کر دیا جاتا ہے اور اس کی مثال ابن جنی نے قولہ تعالیٰ والتقوا فتنةً لاتصیبنّ الذین خاصة کو بحذف الف لتصیبنّ قرأت کی ہے۔

(ایضا:۱/۴۶۴)

لاجرم

یہ لفظ قران مجید میں پانچ جگہوں پر آیا ہے اور اس طرح کہ اس کے بعد اس سے ساتھ ہی ملا ہوا اَنَّ اور اس کا اسم بھی واقع ہے اور لَاجَرَمَ کے بعد کوئی فعل نہیں آیا ہے اس

Scanned with CamScanner

کے بارے میں بھی اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ اس میں بوجہ اس بیان کے جو پہلے گذر چکا لا نافیہ ہے اور جرمَ فعل ہے جس کے معنی ہیں حقاً اور اَنَّ مع اس جملہ کے جو ان کے حیز میں ہے موضع رفع میں پڑا ہے اور کسی کے نزدیک اس میں لا زائد ہے اور جرمَ کے معنی ہیں۔ کَسَبَ (یعنی یہ کہ) ان کے عمل نے (ان لوگوں کیلئے) ندامت و پشمانی کمائی اور انَّ کے حیز میں واقع ہونے والا جملہ موضع نصب میں پڑا ہے اور کوئی یہ رائے دیتا ہے کہ لا اور جرمَ دونوں دو کلمے ہیں جو باہم ترکیب پا گئے (مرکب بنائی) اور اب اس کے معنی ہو گئے حقًا اور کہا گیا ہے کہ لَا جرمَ کے معنی ہیں لا بُدَّ اور اس کا مابعد بوجہ سقوط حرف جر کے موضع نصب میں آ پڑا ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ فراء نحوی کا قول ہے کہ یہ لابُدّ اور لامحالہ کے معنی میں تھا کثرت استعمال کے باعث حقاً کے معنی میں ہو گیا چنانچہ اہل عرب کہتے ہیں کہ لاجرمَ انک محسن بمعنی حقاً انک محسنٌ اس سلسلہ میں نحویوں کے مختلف اقوال ہیں (۱) لاحرف نفی ہے اور جرمَ قطَعَ کے معنی میں ہے چنانچہ لاجرم کے معنی لاقطع (۲) زجاج نحوی کا فرمان ہے کہ کلمہ لانفی ہے جو کفار کے ظن کے ازالہ کے لئے اور جرم کسب کے معنی میں ہے۔ (۳) سیبویہ و اخفش کہتے ہیں کہ اس میں لا کفار کے زعم کی تردید کے لئے ہے اور جرم کے معنی حق وضع کے ہے۔ صاحب تفسیر ابو سعود لکھتے ہیں کہ لاجرمَ میں تین وجوہ ہیں اول یہ کہ لا نافیہ اور جرم حق کے معنی میں فعل ہے اور ان مع اس جملہ کے جو اس کے خبر میں ہے، اس کا فاعل ہے یہی سیبویہ کا مذہب ہے۔ بمعنی کسب اور اس کا مابعد مفعول اور اس کا فاعل وہ ہوگا جن پہ کلام دلالت کرے گا یعنی خسران اس صورت میں معنی ہوں گے کہ اس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا سوائے اظہار خسران کے۔ سوم لاجرمَ بمعنی لابُدَّ کفار کے لئے آخرت میں جہنم ضروری ہے۔ دیکھئے۔

(تفسیر ابی سعود: ۴/ ۱۹۷، التفسیر الکبیر ۱۷/ ۲۰۸ طہران)

اَلآنَ

یہ زمانہ حاضر کا اسم ہے کبھی کبھی اس کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی از روئے مجاز استعمال کر لیا جاتا ہے اور بہت سے لوگوں کا قول یہ ہے کہ دونوں زمانوں کا جملہ ہے یعنی اس

Scanned with CamScanner

کا ایک کنارہ زمانہ ماضی ہے اور دوسرا کنارہ زمانہ مستقبل سے متصل ہے اور کبھی اس کے ساتھ ان دونوں میں سے قریب تر زمانہٗ کے جانب تجاوز کیا جاتا ہے ابن مالک کہتے ہیں کہ اَلانَ اس وقت کا اسم ہے جو بتمامہ موجود ہوتا ہے جیسے نطق (تلفظ) کی حالت میں فعل انشاء کا وقت کہ اس کو زبان کے ساتھ ادا کرنے کے ساتھ ہی جب کہ وہ لفظ پورا ہوا ہو یا ہنوز اس کا کچھ ہی حصہ تلفظ میں آیا ہو اس کا زمانہ موجود ہو جاتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ "الانَ خففَ اللهُ عنکمْ" اور فمن یستمع الانَ یجد لهٗ شهابارصداً . ابن مالک نے کہا ہے کہ اس کی ظرفیت غالب ہے لازم نہیں۔ (الاتقان: ۱/۴۰۴ تا ۴۰۵)

الآنَ کا الف لام

اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس میں الف لام کیسا ہے۔ چنانچہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ تعریف کا ہے اور بعض لوگوں نے زائدہ لازمہ قرار دیا ہے۔ (ایضاً: ۱/۴۰۵)

کیا لَعَلَّ اپنے اسم کو جر دیتا ہے؟

علامہ ابوفیض الزبیدی ارقام فرماتے ہیں کہ یہ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے جو کہ ناصب اسم ورافع خبر ہے لیکن بعض حضرات اس کے مابعد کو مجرور پڑھتے ہیں یعنی لَعَلَّ زیدٍ قائمٌ عَلَّ زیدٍ قائمٌ قبیلہ بنی عقیل کے ایک آدمی ابوزید سے اس کو پڑھتے ہوئے سنا گیا ہے "وبعضهم یُخفضُ مابعد ها فیقول لعلَّ زیدٍ قائمٌ . علَّ زیدٍ قائمٌ سمعهٗ ابوزید من بنی عقیل." (تاج العروس: ۱۵/۵۱۸ مطبوعہ بیروت)

علیٰ اسم بھی، فعل بھی حرف بھی

علیٰ حرف جار ہونا تو ایک مشہور بات ہے لیکن لطف اور مزہ کی بات یہ ہے کہ اسم بھی ہوتا ہے لیکن اس صورت میں جس کو اخفش نحوی نے ذکر کیا ہے کہ جس وقت علیٰ مجرور اور اس کے متعلق کا فاعل دونوں ایک ہی مسمّٰی کی دو ضمیریں ہوں جسے قولہ تعالیٰ وامسک علیک زوجک میں ہے اسی طرح علیٰ مصدر رعُلوٌ سے فعل بھی ہے اس کی مثال "انَّ فرعونَ علیٰ فی الارض" ہے۔ (الاتقان: ۱/۴۴۲، لاہور)

حرف الی کا استعمال بطور اسم

ابن عصفور نے ابن الانباری کا یہ قول بیان کیا ہے کہ الی حرف جار اسم کے طور پر بھی مستعمل ہوتا ہے اور جس طرح "غدوت من علیه" کہا جاتا ہے اسی طور پر "الضرفت من الیکَ" بھی کہا جاتا ہے پھر اس کی نظیر میں قرآن مجید سے "وھُزّیٓ الیکَ بجذعِ النخلِ" کو پیش کیا ہے۔ اس بیان سے وہ اشکال بھی دفع ہو جاتا ہے جس کو ابو حیان نے اس آیت پر کہا ہے کہ مشہور قاعدہ کی رو سے فعل اس ضمیر کی جانب متعدی نہیں ہو سکتا جو بذاتہ اس کے ساتھ متصل ہو یا کسی حرف کے ذریعہ سے اتصال رکھتی ہو مگر یہاں پر فعل نے ضمیر متصل کو رفع دیا ہے حالانکہ لطف کی بات ان دونوں کا باب ظن کے سوا دوسرا باب میں مدلول کے لئے آنا ہے۔ (ایضا:۱/۴۰۶)

قرآن میں مفعول معہ کا وجود

بعض علماء کا قول ہے کہ قرآن مجید میں باوجود اس کے کہ منصوبات کی کثرت ہے مگر کوئی مفعول معہ اس میں نہیں آیا علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں متعدد جگہیں ایسی ہیں جن کو مفعول معہ کی حیثیت سے اعراب دیا گیا ہے ان میں سے ایک جو سب سے زائد مشہور ہے وہ قولہ تعالیٰ فاجمعوا امرکم وشرکاء کم ہے یعنی تم مع اپنے شریک لوگوں کے اپنے معاملہ کو جمع کر لو اس بات کو علماء کی ایک جماعت نے بیان کیا دوم قوا انفسکم واھلیکم ناراً علامہ کرمانی اپنی کتاب غرائب التفسیر میں رقمطراز ہیں کہ یہ مفعول معہ ہے یعنی مع اھلیکم (اپنے گھر والوں سمیت) سوم قولہ تعالیٰ لم یکن الذین کفروا من اھل الکتابِ والمشرکین" کی بابت شیخ کرمانی کا قول ہے کہ احتمال ہوتا ہے کہ "والمشرکین" الذین یا اس واؤ سے جو کہ کفروا میں ہے مفعول معہ واقع ہو۔ (ایضاً:۱/۵۰۱)

اَمّا کا حرف شرط ہونے کی دلیل

اَمّا فتحہ اور تشدید کے ساتھ حرف شرط بھی ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حرف فاء کا آنا لازم ہے جیسے قولہ تعالیٰ فامّا الذین آمنوا فیعلمون انّہُ الحق من ربّھم

Scanned with CamScanner

واماالذین کفروا فیقولون . اور امّا الذین سعدوا ففی الجنة واما الذین شقوا ففی النار. میں دیکھا جاتا ہے رہی بات قولہ تعالیٰ "فامّا الذین اسودت وجوھھم اکفرتم" میں کے اس اما کے بعد حرف فاء کے نہ آنے کی وجہ "قول" کا مقدر ہونا ہے یعنی اصل میں فیقال لھم اکفرتم ہونا چاہئے مگر مقولہ نے قول سے مستغنی بنادیا اس واسطے قول حذف کردیا گیا اور فاء بھی اس کے ساتھ حذف ہوگئی یہی توجیہ "واما الذین کفروا افلم تکن ایاتی" کی بھی ہے۔ (اتقان:۱/۴۰۸،لاہور)

امّا اور حرف فاء کے مابین فصل

امّا اور حرف فاء (ف) کے مابین یا تو مبتدا کو فاصل ٹھہرایا جاتا ہے جیسا کہ سابقہ آیتوں میں گذرا یا خبر کے ذریعہ سے ان کے مابین فصل وجدائی کی جاتی ہے جس طرح امّا فی الدار فزیدٌ یا جملہ شرطیہ کے ساتھ فصل ہوگا جیسے قولہ تعالیٰ فامّا انْ کانَ مِنَ المقربین فروحٌ وریحانٌ میں پایا جاتا ہے۔اور یا تو اس اسم کے ذریعہ سے جو کہ جواب ہونے کے لحاظ سے منصوب ہو یہ فصل کرینگے جیسے قولہ تعالیٰ فاماالیتیم فلا تقھر ،واما السائل فلاتنھر یا اس معمول کے اسم سے جو کسی محذوف کا معمول اور مابعد فاء کی تفسیر کرتا ہو جس طرح قولہ تعالیٰ واما ثمودٌ فھدینا ھُمْ بعض قراءت میں نصب کے ساتھ آیا ہے۔

(الاتقان ۱/۴۰۸)

وہ اَمَّا جو اَمْ اور ما استفہامیہ سے مرکب ہے

قولہ تعالیٰ "اَمَّا ذا کنتم تعملونَ" میں جو لفظ اَمَّا ہے وہ اس اَمَّا کی قسم سے نہیں بلکہ وہ دوکلموں سے مرکب لفظ ہے ام منقطعہ اور ما استفہامیہ سے۔ (حوالہ بالا)

وہ امّا جو اِنْ اور ماَ سے مرکب ہے

قولہ تعالیٰ فَامَّا ترین من البشر احداً میں جو اِمّا آیا ہے وہ دو لفظوں سے مرکب ہے اِنْ شرطیہ اور ما زائدہ۔ (حوالہ بالا)

Scanned with CamScanner

اِمّا عاطفہ اور غیر عاطفہ

اِمّا جب تینوں قسموں میں سے پہلی قسم (ابہام) کے معنی میں جو آتا ہے وہ بلا کسی اختلاف کے غیر عاطفہ ہے مگر دوسری قسم (یعنی تخییر) کی مثالوں میں جو اِمّا آتا ہے اس کی بابت اختلاف ہے اکثر لوگ اس کو عاطفہ قرار دیتے ہیں اور ایک گروہ نے اس بات کو ناپسند کیا ہے جن میں ابن مالک بھی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بیشتر اوقات اِمّا واو عاطفہ کے ساتھ لزوم کے طور پر آیا کرتا ہے یعنی واو عاطفہ اس کا ضروری جزو بنا رہتا ہے اور ابن عصفور نے امّا کے عاطفہ نہ ہونے پر اجماع کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے عطف کے باب میں بیان کرنے کی وجہ اس کا حروف عطف کے ساتھ ہی ساتھ رہنا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ امّا نے ایک اسم کو دوسرے اسم پر عطف کر دیا ہے اور واوٴ عاطفہ ایک اِمّا کو دوسرے اماَ پر عطف کرتا ہے اور یہ عجیب وغریب خیال ہے۔ (ایضا: ۱/۴۰۹ تا ۴۱۰)

اِمّا کے متعدد معانی

کسرہ اور تشدید کے ساتھ کئی معنوں کے لئے وارد ہوتا ہے۔ (۱) ابہام (گول مول بات کہنا) مثلاً قولہ تعالیٰ وآخرونَ مرجونَ لامر اللّٰہ امّا یعذبهم وامّا یتوبَ علیهم (۲) تخییر (اختیار دینا) جیسے قولہ تعالیٰ اِمّا اَنْ تُعذِّبَ واِمّا اَنْ یَتَّخِذَ فیهِمْ حسناً" امّا ان تلقی وامّا ان تکون اوّل مَنْ القیٰ "فامّا منا بعد وامّا فداءً اور (۳) تفصیل کے معنی میں آتا ہے جس طرح قولہ تعالیٰ امّا شاکراً واما کفوراً۔ میں ہے۔

(فانظر الاتقان: ۱/۴۰۹، لاہور)

اَوْلیٰ کے معنی کے متعلق اہل لغت کے اقوال

قولہ تعالیٰ "اَوْلیٰ لَکَ فأولیٰ اور فاَوْلیٰ لَهُمْ" صحاح میں آیا ہے کہ اہل عرب کا قول اولیٰ ایک دھمکانے اور خوف دلانے کا کلمہ ہے چنانچہ شاہد کہتے ہیں فاوْلیٰ ثم اولیٰ اصمعی کہتے ہیں کہ اس کے معنی قاربہ مایهلکه یعنی اس پر ہلاک کرنیوالی شئی نازل ہوئی ثعلب کہتے ہیں کہ اولیٰ کے متعلق اصمعی سے بہتر بات کسی نے نہیں کہی "قال ثعلب ولم

Scanned with CamScanner

بقل احدٌ فی اولیٰ احسنَ مماقال الاصمعی"، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اولیٰ لک فاولیٰ میں اولیٰ اسم فعل اور مبنی ہے اس کے معنی ہیں وُلِیَکَ شرٌّ بعد شرٍّ اور لکَ کلمہ تبیین ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وعید (دھمکی دینے) کا علم اور غیر منصرف ہے اسی وجہ سے اس کو تنوین نہیں دی گئی اور اس کا محل بلحاظ ابتداء کے حالت رفع میں ہوتا ہے اور لک اس کی خبر ہے۔ ثعلب کہتے ہیں کہ کلام عرب میں اولیٰ لک کے معنی ہلاکت سے نزدیک ہونے کے ہیں گویا کہ اس کا قائل مخاطب سے کہتا ہے قد ولیت الھلاک اوقد قربت الھلاک (یعنی بے شک نزدیک ہوا تو ہلاک سے یا بیشک قریب پہنچا تو ہلاک کے) نحاس کہتے ہیں کہ اہل عرب اوُلیٰ لک اس معنی میں بولتے ہیں کہ کدت تھلک کہ تو قریب بہلاکت ہو گیا ہے اور اس کی تقدیری عبارت اولیٰ لک الھلکۃ " تیری ہلاکت قریب آئی۔

(اتقان ص: ۱/۴۲۱ تا ۴۲۲، تاج العروس ۲۰/۳۱۴، الصحاح: ۲/۵۳۰ تا ۵۳۱ بیروت)

عطف بیان مدح کے لیے بھی آتا ہے

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ کبھی عطف بیان محض مدح کے لئے آیا کرتا ہے اور اس میں وضاحت والیضاح کے معنی بالکل نہیں ہوتے اس کی مثال یہ ہے قولہ تعالیٰ جَعَلَ اللّٰہ الکعبۃَ الْبَیْتَ الحرام۔ یہاں پر بیت الحرام مدح کے لئے عطف بیان ہے نہ کہ ایضاح کے واسطے۔ (الاتقان ۱/۴۲۲)

والصابئون میں اعراب کی توجیہات

قولہ تعالیٰ والصابئون میں بھی کئی وجہیں آئی ہیں۔ (۱) یہ کہ وہ مبتدا ہے اس کی خبر حذف کردی گئی یعنی اصل میں "الصابئون کذٰلک" تھا (۲) یہ کہ اَنَّ کے اسم کے ساتھ اسی کے محل پر معطوف ہے کیونکہ اَنَّ اور اس کے اسم دونوں کا محل رفع بالابتداء ہے (۳) یہ کہ وہ ھادوا میں جو (ضمیر) فاعل ہے اس پر مطعوف ہے (۴) یہ کہ اِنَّ نعِمَ کے معنی میں آیا ہے لہٰذا الذین آمنوا اور اس کا مابعد رفع میں ہے اور اسی پر والصابئون کا عطف ہوا ہے۔ (۵) یہ کہ والصابئون جمع کا صیغہ ہے مگر مفرد کا قائم مقام بنادیا گیا اور اس میں نون حرف اعراب (اعرابی) ہے ان کو بھی ابوالبقاء نے بیان کیا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

Scanned with CamScanner

اِنَّ ھٰذان لساحرانِ کے اعراب کی توجیہات

ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ اِنَّ ھٰذان لساحرٰن اور "ان ھٰذین لساحرین" دونوں طرح قراءت کرنا یکساں ہے شاہد کہتے ہیں کہ مصحف کو نقل کرنے والوں نے الف کو یاء کی جگہ میں لکھدیا چنانچہ اس کی کئی توجیہات ہیں (۱) ان ھذا لساحرانِ جن لوگوں کی زبان میں تثنیہ کا صیغہ رفع، نصب، اور جر تینوں اعراب کی حالتوں میں الف ہی کے ساتھ آتا ہے یہ آیت انہی کی زبان میں آئی ہے۔ (۲) یہ کہ اِنْ جو کہ (اِنّ مشددہ سے تخفیف کرلیا گیا ہے) کا اسم ضمیر شان یہاں محذوف ہے اور ھٰذان لساحرانِ جملۂ اسمیہ مبتدا اور خبر سے مل کر انَّ کی خبر واقع ہے (۳) دوسری توجیہ کے موافق مگر اتنا فرق ہے کہ ساحران ایک مبتدا محذوف کی خبر ہے جس کی تقدیر لَھمَا ساحرانِ (۴) یہ کہ اِنَّ اس مقام پر نعَم کے معنٰی میں ہے اور ھاَ ضمیر قصہ کی اِنَّ کا اسم اور ذان لساحران مبتداوخبر ہیں مگر اس وجہ کی تردید پہلے یوں کی جاچکی ہے کہ ان کا جدا کر کے لکھا جانا اور ہا کو جملہ کے ساتھ کتابت میں متصل کرنا اس قول کی صحت تسلیم کرنے سے روکتا ہے علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ مجھے ایک اور وجہ کا انکشاف ہوا ہے کہ ھذان میں ساحرانِ یریدان کی مناسبت سے الف لایا گیا ہے جس طرح کہ سلاسِلا کو اغلالاً کی اور مِنْ سبأ کو بنباءِ مناسبت سے تنوین دی گئی ہے۔ (ایضاً: ۱/۴۹۶ تا ۴۹۷)

انُ ھذان لساحران پر ابن یعیش نحوی کی عمدہ توجیہہ

ابن کثیر اور امام حفص کی قرأت میں انْ مخففہ پڑھا گیا ہے اور ابوعمر اس کی انّ ھٰذینْ لساحران بتشدید النون والیافی ھذین اور دیگر حضرات نون مشدد اور الف کے ساتھ پڑھتے ہیں تاہم ابن کثیر اور حفص کی قراءت کے مطابق ان مخففہ من المثقلہ ہے اور ان نافیہ ومخففہ کے مابین امتیاز وفرق کے لئے لام کا دخول کیا گیا تو چونکہ الفاظ کی کمی اور دائرہ حروف مشبہ بالفعل سے نکل جانے کے باعث انّ کا بھی عمل باطل ہوگیا انّ مخففہ مکسورہ کے متعلق یہی قول مختار ہے اس سلسلہ میں کوفیین حضرات کہتے ہیں کہ "انْ ھذان

لساحران" میں ان بمعنی نفی ہے اور لام بمعنی اِلاَّ ہے اصل عبارت ماھٰذان الاّ ساحران اور یہ اپنی اصل کے مطابق جواب حسی ہے مگر بصریین اس جواب سے ناخوش ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ الاّ کے معنی لام کا آنا یہ ثابت نہیں ہے۔ مروج قرأت پر توجیہ یہ ہوگی کہ یہ بنی حارث کی لغت ہے جو کہ تثنیہ میں بہرصورت واحوال الف رکھتے ہیں گویا کہ بنی حارث یاء کو الف سے بدل دیتے ہیں ماقبل فتحہ کے باعث حتی کہ ماقبل ساکن میں بھی جیسے ییأس کو یاءس، ابواسحٰق کہتے ہیں کہ اس میں "انّ" میں ہاء مقدر مانا جائے اور تقدیری عبارت انه هذان لساحران اور لام زائدہ برائے تاکید قرار دیا جائے۔ ایک جماعت یہ توجیہہ بیان کرتی ہے کہ "انُ" یہاں "نعم" کے معنی میں ہے اور معنی ہوں گے نعم هذان لساحران اور لام زائدہ موکدہ اگر اس صورت میں اس کا محل یعنی لام تاکید کا محل دخول اسم ہے لیکن لفظ اِنُ (اگرچہ معنی نعم ہے) کے ظاہری وجود کے باعث خبر پر داخل کر دیا جیسا کہ مشبہ بالفعل میں ہوتا ہے۔ ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ اور محمد بن یزید اور ابوالحسن علی بن سلیمان الاخفش اس قول کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اِنَّ نعم کے معنی میں کثیر الاستعمال ہے جیسے، شاعر کا قول............

ویقُلن مشیب قد علا ے
ک وقد کبرت فقلت انَّهٗ

ای نعم هو اور ھاء بیان حرکت کے لئے ہے اس شعر سے استدلال یوں کرتے ہیں کہ یہاں انّ نعم کے معنی میں ہے اور ہاء برائے وقفہ وسکتہ ہے۔ (شرح المفصل ۱۳۱/۳)

المقیمین الصلوٰة کے اعراب کی توجیہات

قولہ تعالیٰ "المقیمین الصَّلوٰة" میں بھی کئی ایک حسب ذیل اعراب کی وجہیں ہیں (۱) یہ کہ وہ مقطوع الی المدح ہے (مدح کے لئے اضافت سے منقطع کر دیا گیا کہ) ہے امدح کی تقدیر پر کیونکہ یہ وجہ بلیغ تر ہے۔ (۲) یہ کہ وہ "یومنونُ بما اُنزِلَ اِلَیکَ" میں جو مجرور ہے اس پر مطعوف ہے یعنی اس کی تقدیر ویومنُونَ بالمقیمین الصلوٰةَ ہے۔ اور یہ لوگ انبیاء ہیں اور ایک قول کے لحاظ سے ملائکہ اور کہا گیا ہے کہ عبارت کی تقدیر

Scanned with CamScanner

يُومنونَ بدينِ المقمينَ ہے لہٰذا اس سے مسلمان مراد ہونگے اور کہا گیا ہے کہ اس عبارت کی تقدیر باجابة المقيمين ہے۔ (۳) یہ کہ وہ قبل پر معطوف ہے یعنی تقدیر عبارت ومن قبل المقيمين ہے چنانچہ لفظ قبل (مضاف) حذف کردیا اور مضاف الیہ اسکا قائم مقام بنایا گیا جس کو اصطلاح میں منصوب بنزع خافض کہتے ہیں (۴) یہ کہ وہ قبلک میں جو خطاب کا کاف ہے یہ اسی پر معطوف ہے ان وجوہ کو میر ابوالبقاء نے بیان کیا ہے۔

(ایضا:۱/۴۹۷)

ان حروف کا بیان جو کہ تین وجوہ سے قرأت کئے گئے ہیں

اس میں ان حروف کا بیان ہوگا جو کہ تین وجوہ سے قرأت کئے گئے ہیں۔ اعراب بناء اور اسی کے مثل کسی تیسری وجہ سے۔ میں نے احمد بن یوسف بن مالک البرعینی کی ایک عمدہ تالیف اس موضوع پر مطالعہ کی ہے اس کتاب کا نام تحفة الاقران فيما قرئ بالثلیث من حروف القرآن ہے الحمد للهِ حمد کے دال کو ابتداء (مبتدا ہونے) کے لحاظ سے رفع مصدر (مفعول مطلق) ہونے کے اعتبار سے نصب اور اس رعایت سے کہ دال للہ کے لام کی حرکت کا تبع (پیروی) کسرہ دے کر پڑھا جاتا ہے۔ رب العالمين ب کو صفت ہونے کی وجہ سے جر کے ساتھ مبتدا مضمر مان کر اور اسے اضافت توصیفی منقطع کر کے رفع کے ساتھ اور اسی قطع اضافت کی بنیاد پر کسی فعل کے اضمار یا اس کے نداء ہونے کا خیال کر کے نصب کے ساتھ قراءت کر سکتے ہیں۔ الرحمن الرحیم دونوں کی قراءت مذکورہ بالا ہر سہ وجوہ اعراب کے ساتھ آتی ہے اثنتاعشرة عيناً "ش" کے سکون کے ساتھ جو کہ تمیم کی لغت ہے اس کے کسرہ کے ساتھ جو کہ حجاز کی لغت ہے اور اس کو فتحہ دے کر جو کہ بلی کی لغت ہے تینوں طرح اسکی قراءت ہوئی ہے۔ "المرءُ" میم کو تینوں حرکتوں کے ساتھ قراءت کیا گیا ہے اس کے بارے میں بھی اتنی ہی لغتیں آئی ہیں فبهتَ الذی کفر. کفر کو ایک جماعت نے مفعول پر بناء کر کے (فتحہ کے ساتھ) قراءت کیا ہے اور ایک قراءت میں ضَرَبَ ، عَلِمَ ، حَسُنَ کے وزن پر بنا (فتحہ پر مبنی) کر کے فاعل قرار دیا گیا ہے ذرّيةً بعضها من بعضٍ! ذال کو تینوں حرکات کے ساتھ قراءت کیا گیا ہے۔ واتقو اللہ الذی

تساء لونَ به والارحام میں میم کواسم اللّٰہ پر معطوف کر کے نصب اور بہ کی ضمیر پر عطف کر کے جر اور خبر محذوف کا مبتدا بنا کر رفع کے ساتھ قراُت کیا گیا ہے۔یعنی والارحامَ ممّا یجب ان تتقوہ وان تحاطوُا لانفسکم فیه. ارحام بھی ان چیزوں میں سے ہے جن سے ڈرنا واجب ہے اور تم اپنے نفسوں کو انکے بارے میں محتاط بناؤ لایستویٰ القاعد ونَ من المومنین غیر اولیٰ الضرر. ضرر کی راء صوت قراء دے کر رفع ،مومنین کی صفت ٹھہرا کر جر۔اور مستثنیٰ منہ ماننے کی وجہ سے نصب کے ساتھ پڑھی گئی ہے۔وامسحوا بروسکُمْ وارجلکم ارجل کے لام کو ایدی پر عطف کرنے کے لحاظ سے نصب۔جوار یا کسی اور لحاظ سے جر اور خبر محذوف (جس پر اس کا ماقبل دلالت کرتا ہے) کا مبتدا مان کر رفع کے ساتھ قراءت کیا گیا ہے۔ "فجزاءٌ مِثل ماقتَلَ مِنَ النعم" مثل کو جزاء کا مضاف الیہ قرار دے کر جر جزاءٌ کی صفت ٹھہرا کر رفع وتنوین اور جزاء کا مفعول بنا کر نصب کے ساتھ قراءت کیا گیا ہے۔واللّٰہُ ربّناَ. ربّنَا کو صفت یا بدل بنا کر جر اور نداء یا امدحُ فعل کو مضمر مان کر نصب اور اسم اللّٰہ اور رب دونوں کو مبتدا و خبر ہونے کی حیثیت سے رفع دے کر قراءت کی گئی ہے۔ ویذرکَ و آلِهَتکَ، یذرکَ کو رفع ،نصب وجزم راء کے ساتھ خفت کے خیال سے قراءت کیا گیا ہے۔فاجمعوا امرکم وشرکاء کم میں شرکاء کم نصب کے ساتھ مفعول معہ یا مطعوف یا ادعوا فعل کو مقدر قرار دے کر پڑھا ہے۔فاجمعوا کی ضمیر پر عطف کر کے یا مبتدا خبر محذوف قرار دے کر رفع کے ساتھ اور کم پر جو کہ امرکم میں ہے عطف کرنے کی وجہ سے جر دے کر قراءت کیا ہے۔"وکایِّن من ایۃٍ فی السمٰوٰت والارضِ یمرونَ علیها" ارض کو اس سے ماقبل پر عطف کر کے جر اور باب اشتغال سے قرار دے کر نصب اور اس لحاظ سے کہ وہ مبتدا اور اس کا مابعد خبر ہے رفع دے کر قرأت کی گئی ہے۔وحَرِمَ عَلیٰ قریۃٍ. حرم فعل ماضی کا صیغہ حرف راء کے فتحہ کسرہ اور ضمہ ہر سہ حرکتوں کے ساتھ اور صیغہ وصف "حرم" کے لحاظ سے فتحہ حاء کے ساتھ راء کو کسرہ وسکون دے کر اور کسرہ حاء ساتھ راء کو ساکن کر کے بھی پڑھا ہے اور اس کے علاوہ اس کی قراءت حرامٌ فتحہ اور الف کے ساتھ بھی کی گئی ہے غرضیکہ اس میں جملہ سات قراءتیں ہیں۔ کوکبٌ دُرِّیٌ

Scanned with CamScanner

اس کی قراءت حرف دال کی ہر سہ حرکتوں کے ساتھ کی گئی ہے یٰسٓ مشہور قراءت سکون نون کے ساتھ ہے اور شاذ طریقہ پر فتحہ نون کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے بلحاظ تخفیف اور باعتبار التقاء ساکنین کے (یعنی یا ونون ملفوظی جو کہ سین کے تلفظ میں آتے ہیں) کسرہ نون کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور پھر نداء ہونے کے لحاظ سے اس کو رفع بھی دیا جاتا ہے۔ سواءً للسائلینَ. سواء کو حال قرار دے کر نصب کے ساتھ اور شاذ طریقہ پر رفع کے ساتھ یعنی ہو سواءٌ (بحذف مبتدا) اور الایام پر محمول کر کے جر دے کر قراءت کیا ہے۔ لات حینَ مناص لفظ حِیْنَ کو رفع نصب اور جر تینوں اعراب دے کر پڑھا ہے۔ (وقیلِهٖ یارَبِّ قیلِهٖ) کو مفعول مطلق بنا کر نصب اور دوسری طرح جر دے کر پڑھا ہے۔ جس کی توجیہ پیشتر ہو چکی ہے اور شاذ طریقہ پر علم الساعة پر عطف کر کے رفع کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ قٓ مشہور قراءت سکون کے ساتھ ہے اور شاذ قراءت میں بوجہ مذکورہ بالا فتحہ و کسرہ بھی دیا گیا ہے۔ الحُبُکِ میں سات قراءتیں حاء اور باء دونوں کا ضمہ دونوں کا کسرہ دونوں کا فتحہ حاء کو ضمہ اور باء ساکن، حاء کو فتحہ اور باء کو فتحہ اور حاء کو کسرہ باء ساکن اور حاء کو کسرہ باء کو ضمہ "والحبُّ ذوا لعصفِ والریحان" ہر سہ حروف ب، فاء اور نون رفع، نصب اور جر کے ساتھ اس کی قراءت کی گئی ہے وحورٌ عِینٌ کامثالِ اللؤلو، حور اور عین دونوں لفظوں کے جر رفع اور نصب کے ساتھ۔ یزوجوک فعل مضمر کی وجہ سے پڑھا ہے۔

(الاتقان:۱/۱۰۵)

زمانۂ ماضی اور مضارع میں تجدد سے مراد

زمانۂ ماضی میں تجدد سے مراد حصول ہے اور مضارع میں تجدد سے مراد یہ ہے کہ اس امر کی شان یہ ہونی چاہئے کہ بار بار ہو اور یکے بعد دیگر واقع ہوتا رہے اس بات کی تصریح علماء کی ایک جماعت نے کی ہے جس میں زمخشری بھی ہیں اور زمخشری نے قولہ تعالیٰ یستھزی بھم کی تفسیر میں یہ بات بیان کی ہے۔ شیخ بہاؤالدین سبکی کا قول ہے کہ وہ اسی مذکورہ بالا بیان سے اس اعتراض کا جواب بھی واضح ہو جاتا ہے جو کہ علم اللہ کذا کی مثال پر کیا جاتا ہے۔ اعتراض یہ ہوتا ہے کہ علم فعل ماضی ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ کے علم کا

Scanned with CamScanner

محض زمانۂ ماضی میں واقع ہونا مفہوم ہوتا ہے حالانکہ خدا کا علم ازلی، ابدی و سرمدی ہے یعنی ہر ایک زمانہ میں دائم قائم رہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم متجد نہیں ہوتا اور اسی طرح ان تمام دائمی صفات کا بھی حال ہے جن میں فعل کا استعمال ہوتا ہے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ "علم اللہ کذا" کے معنی یہ ہیں کہ اس کا علم گذشتہ زمانہ میں واقع ہوا ہے اور اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ معاذ اللہ خدا کا علم زمانہ ماضی سے قبل تھا ہی نہیں کیونکہ زمانہ ماضی میں علم کا ہونا اس علم سے زیادہ عام ہے جو کہ مستمر علی الدوام (ہمیشہ رہنے والا ہو) کیونکہ وہ اس زمانہ کے قبل، اس کے بعد اور اس کے غیر زمانہ پر بھی محیط ہوتا ہے چنانچہ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کا قول بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "الذی خَلَقَنی فھُوَ یھدین" کہ اس میں خلقَ کو صیغۂ ماضی کے ساتھ لایا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مفروغ عنہ (جس کام سے فراغت حاصل کرلی گئی ہو) ہے اور ہدایت دینا (کھانا کھلانا پانی پلانا) اور شفاء کو فعل مضارع کے ساتھ بیان کیا ہے جس کی علت یہ ہے کہ یہ باتیں متکرر اور متجدد ہیں یعنی ایک کے بعد پھر دوسری دفعہ واقع ہوتی ہیں۔ (۵۳۴/۱)

وجوب کے لئے مصدر مرفوع اور مستحب کے لئے مصدر منصوب

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ امور واجبہ (واجبات) کے بیان کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے بارے میں مصدر کو مرفوع لایا جاتا ہے اور مندوب (مستحب) باتوں کے ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے مصدر کو منصوب لایا جاتا ہے، واجبات کے بارے میں مصدر مرفوع کی مثالیں یہ ہیں قولہ تعالیٰ فامساکٌ بمعروفٍ اوتسریحٌ باحسانٍ اورفاتباعٌ بالمعروف واداءٌ الیہ باحسان، مندوبات کے ذکر میں مصدر کے منصوب آنے کی مثالیں یہ ہیں قولہ تعالیٰ فضربَ الرقاب اور اسی وجہ سے قولہ تعالیٰ "وصیةً لازواجھم" میں مصدر کو منصوب اور مرفوع دونوں طریقوں پر باختلاف قراءت پڑھا گیا ہے علماء کا اس کی بابت اختلاف ہے کہ آیا بیویوں کے لئے وصیت کرنا واجب ہے یا مستحب، ابوحیان نے کہا ہے کہ اس اختلاف کی اصل قولہ تعالیٰ "قالوا سلاماً قال سلامٌ" ہے کہ اس میں پہلا لفظ یعنی سلاماً مستحب ہے (چنانچہ اسی کے اعتبار سے مصدر منصوب اور مصدر مرفوع کے مابین یہ مذکورہ

Scanned with CamScanner

بالا فرق کیا گیا ہے) اور دوسرا یعنی "سلامٌ" واجب ہے اور اس میں باریکی یہ ہے کہ جملہ اسمیہ بہ نسبت جملہ فعلیہ کے اثبت (ثابت تر) اور آکد (زیادہ مؤکد) ہوا کرتا ہے۔

(الاتقان: ۱/۵۳۵ تا ۵۳۶)

فعل مضمر بھی فعل مظہر ہی کی طرح ہوتا ہے

فعل مضمر کی حالت بھی فعل مظہر ہی کی طرح ہوتی ہے اسی لئے علماء نحو نے کہا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا سلام ملائکہ کے سلام سے زیادہ بلیغ ہے جب کہ ملائکہ نے کہا سلاماً تو ابراہیمؑ نے "سلامٌ" کہا کیونکہ سلاماً کا نصب فعل کے ارادہ ہی پر ہو سکتا ہے یعنی تقدیر عبارت "سلمنا سلاماً" ہوگی اور یہ عبارت بتا رہی ہے کہ فرشتوں سے تسلیم کا حدوث ہوا یعنی سلام کرنے کا فعل ان سے متجدد ہوا کیونکہ فعل فاعل کے وجود کے بعد واقع ہوتا ہے بخلاف ابراہیمؑ کے سلام کے کہ وہ مبتداء ہونے کی جہت سے مرفوع ہے لہٰذا وہ مطلق طور پر ثبوت کا مقتضی ہوا اور یہ بہ نسبت اس شئی کے بہتر ہے جس کو ثبوت عارض ہوتا ہے پس گویا کہ ابراہیمؑ نے یہ ارادہ کیا کہ وہ فرشتوں کو ان کے سلام سے بڑھ کر اور بہتر سلام کریں۔

(الاتقان: ۱/۵۳۴ تا ۵۳۵)

اسم کی دلالت ثبوت اور فعل کی دلالت تجدد و حدوث کی بابت ابن الزملکانی کا اختلاف

اسم کی دلالت ثبوت اور فعل کی دلالت حدوث وتجدد پر ہونے کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا وہ اہل بیان کے نزدیک ایک مشہور امر ہے مگر ابن الزملکانی کی کتاب تبیان پر "التمویہات" کے نام سے جو ایک رسالہ ابو المطرف بن عمیرہ نے لکھا ہے اس میں وہ اس بات سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قول غریب (انوکھا) ہے اور اس کی کوئی سند نہیں کیونکہ اسم صرف اپنے معنی پر دلالت کرتا ہے اور یہ بات کہ وہ کسی شئی کے لئے کوئی معنی ثابت کرے اس میں ہرگز نہیں ہوتی پھر اس کی مثال میں یہ آیتیں نقل کی ہیں ثم انکم بعد ذلک لمیتون . ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون ، اور قولہ تعالیٰ انَّ الذین ھم من خشیۃ

ربهم مشفقون والذین هم بایاتِ ربهم یومنون. ابن المنیر کہتے ہیں کہ عربیت (عربی زباندانی) کا طریقہ یہ ہے کہ کلام میں نزاکت اور لوچ ہو اور علماء کے بیان کے مطابق اس میں ایک بار جملہ فعلیہ اور بار دیگر جملہ اسمیہ کو بلا تکلف لاسکیں اور ہم نے خود اس بات کی تحقیق کی ہے کہ جملہ فعلیہ کا آغاز اقویاء خالص (بے آمیزش قوت والوں) کو صدر کلام میں لانے کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں بغیر کسی تاکید کے اصل مقصود حاصل ہوجاتا ہے۔ (تاکید حاصل ہونے کا اعتماد رہتا ہے) جیسے "ربنا امنا" کہ اس کے بعد اور کوئی شئی ایسی قوی نہیں اور "آمَنَ الرسولَ" ہاں منافقوں کے کلام میں بے شک تاکید آئی ہے دیکھو اللہ تعالیٰ ان کے قول کو یوں نقل کرتے ہیں فقالوا انما نحن مصلحون

(ایضاً: ۱/۵۳۵)

جن مقامات میں جزاء پر فاء کا آنا ضروری ہے

جواب شرط یعنی جزاء پر فاء کا آنا سات جگہوں پر ضروری ہے (۱) جزاء جب کہ جملہ اسمیہ ہو جیسے اِنْ تعقُ فالعفومِنْ شیم الکرام (۲) جب کہ فعل جامد غیر مشتق ہو جیسے مَنْ یَزُرنی فلست اقصرفی اکرامہٖ (۳) جب کہ فعل طلبیہ ہو جیسے مَنْ سائلک فاجبه (۴) جب کہ ما یا لن کے ذریعہ منفی ہو جیسے من یاتِ اِلیّٰ فما ارده خائباً یالَنْ اردّهٗ خائباً (۵) جب کہ حرف قد یا سین یا سوف سے متصل ہو جیسے مَنْ مدحک بما لیس فِیْکَ فَقَدْ رمک وان اساتَ فستندم اوفسوف تندمُ (۶) جب کہ جزاء سے پہلے شروع میں رُبّما یا کانّما ہو جیسے اِنْ تجنی فربمااَجی ومن خالف احدی ' فرائض الذین فکانما خالفها جمیعاً (۷) جب کہ شروع میں حرف شرط ہو جیسے مَنْ یزرک فانْ کانَ حسَنَ السیرة فاکرمهُ قدیقدر مایقتضی الربط بالفاء کالمبتدا مع المضارع وحینئذٍ ربطه بالفاء نحوان تزر نی فاکرمک بالرفع ای فانا اکرمک وکذلک تقدر (قد) مع الماضی فیربط الجواب بالفاء مع حذفها نحو انْ کانَ قمیصه قدمِنْ قبل فصدقت وقدتحذف هذه الفاء نحوان جاء صاحبها والا استمتع بها وذلک نادر.

(القواعد الاساسیہ ص: ۳۴۶)

Scanned with CamScanner

مراتب معرفہ کی بابت نحویوں کا اختلاف

اس سلسلہ میں شارح رضی نے شرح وسط سے کلام کیا ہے چنانچہ سیبویہ جس پر جمہور نحات کا اتفاق ہے وہ کہتے ہیں کہ معرفوں میں سب سے زیادہ اہم معرفہ ضمائر ہیں پھر علم پھر اسماء اشارہ پھر معرف باللام پھر موصولات، متکلم اور مخاطب کا اعرف المعارف ہونا ظاہر ہے رہا غائب تو چونکہ اس میں لفظ مفسر کی ضرورت پڑتی ہے لہذا یہ کٹے ہوئے ہاتھ یعنی ناقص کے قائم مقام ہے اور علم اسماء اشارہ سے اخص و اعرف ہوتا ہے اس لئے کہ واضع کے نزدیک علم کا مدلول ذات معینہ ومخصوصہ کے لئے جیسا کہ مستعمل ہے اس کے برخلاف اسماء اشارہ کے کہ اس کا مدلول واضع کے نزدیک ذات معینہ کے لئے تو ہے لیکن اس کی تعیین بوقت استعمال اشارۂ حسیہ کی شمولیت کے ساتھ ہوتی ہے چنانچہ بہت زیادہ مشار الیہ کا اشارہ حسیہ سے التباس ہوتا ہے اسی وجہ سے زیادہ تر اسماء اشارہ کلام عرب میں موصوف ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اسماء اشارہ اور وصف کے درمیان شدت احتیاج کے باعث تفصیل نہیں ہے اور اسماء اشارہ معرف باللام سے اعرف و اخص ہے اس لئے اسماء اشارہ کا مدلول آنکھ اور قلب ایک ساتھ دونوں کے ذریعہ جانا جاتا ہے اور معرف باللام کا مدلول قلب سے پہنچانا جاتا ہے نہ کہ آنکھ سے تو چونکہ اسماء اشارہ میں آلہ معرفہ آنکھ اور قلب دونوں جمع ہیں اس لئے یہ اخص ہوگا جن میں آلۂ تعریف ایک پایا جاتا ہے اور ایک ضعف یہ بھی ہے کہ معرف باللام نکرہ کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ لئن اکلہُ الذئب اسماء موصولہ معرف باللام کی طرح ہے اور بہر حال ان چاروں کی طرف مضاف ہونا اس کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف کے برابر ہے اس لئے کہ اس کی تعریف اس سے مستفاد و مکتسب ہوتی ہے۔ مبرد نحوی کہتے ہیں کہ مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی بہ نسبت زیادہ ناقص اور ادھورا ہے اس لئے کہ مضاف میں مضاف الیہ کی وجہ سے خصوصیت آتی ہے اسی وجہ سے مضاف ضمیر کی صفت واقع ہوتا ہے لیکن ضمیر مضاف کی صفت نہیں ہوتی چنانچہ مبرد کے نزدیک رأیت غلام الرجل الظریف جیسی مثال میں ظریف بدل ہے غلام کی صفت نہیں حالانکہ سیبویہ کے نزدیک ظریف غلام کی صفت ہے۔ اور کوفیین کا مذہب یہ ہے کہ

اعرف المعارف علم پھر ضمائر پھر اسماء موصولہ، پھر معرف باللام،اس کی وجہ یہ ہے کہ علم کا مدلول بوقت وضع اول واحد معین کے لئے تھا اس کے اسم میں کوئی مماثل اسم بھی شریک نہ ہو پھر اگر چہ وضع ثانی میں مشارکت ہوگئی، ابن کیسان کہتے ہیں کہ معرفوں میں اول مرتبہ ضمائر کا ہے پھر علم پھر اسماء اشارہ پھر معرف باللام پھر اسماء موصولہ، ابن السراج کے نزدیک اعرف المعارف اسماء اشارہ ہے اس لئے کہ اس کی تعریف وتخصیص عین وقلب دونوں کے ذریعہ ہوتی ہے، پھر ضمیر پھر علم پھر معرف باللام۔ ابن مالک نحوی کہتے ہیں کہ اعرف المعارف ضمائر میں صرف ضمیر متکلم ہے پھر علم خاص یعنی جس میں مشارکت نہ ہو اور ضمیر مخاطب دونوں کا ایک ہی درجہ ہے پھر ضمیر غائب جو ابہام سے صحیح وسالم ہو اس طرح کہ اس میں مفسر کا اشتباہ نہ ہو پھر مشار الیہ منادی، پھر اسماء موصول پھر مضاف۔

(شرح رضی: ۳۱۲/۱ تا ۳۱۳، بیروت)

شارح رضی کا قول فیصل

مذکورہ بالا اختلاف بیان کرنے کے بعد علامہ رضی لکھتے ہیں کہ ترتیب معارف میں سیبویہ نحوی کا مذہب اولی اور اشہر ہے مذهب سيبويه في ترتيب المعارف انه هو اولىٰ واشهر. (ایضاً: ۳۱۳/۱)

ابن یعیش نحوی صاحب شرح المفصل کی تقریر دلپذیر

شارح مفصل کہتے ہیں کہ اصل تعریف میں اگر چہ تمام معرفے مشترک ہیں تاہم سب میں کچھ نہ کچھ تفاوت ہے اور بعض دوسروں کی بہ نسبت اعرف ہیں چنانچہ ایک جماعت کہتی ہے کہ اعرف المعارف ضمیر پھر اسم علم پھر مبہمات پھر معرف باللام اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ مضمرات میں تعیین مراجع کیوجہ سے اس میں کوئی اشتراکیت نہیں پائی جاتی اسی وجہ سے نہ اس کی صفت لائی جاتی اور نہ ہی اس کے ذریعہ سے صفت لائی جاتی ہے اور علم میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ وہ مشترک ہوتے ہیں اور اس میں احتمالات رہتے ہیں جن کا ازالہ صفات کرتی ہیں دوسری جماعت کہتی ہے کہ اعرف المعارف اسم علم ہے پھر ضمائر پھر مبہمات

Scanned with CamScanner

پھر معرف باللام یہی قول ابو سعید السیرافی اور کوفیین کا ہے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اصل وضع کے اعتبار سے علم میں اشتراکیت نہیں ہے اگر چہ شرکت عارضی طور پر وضع ثانی میں ہوگئی ہے لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور ضمیریں چونکہ ہر مذکور کی صلاحیت رکھتی ہے اس وجہ سے بعینہ وہ کسی کو مخصوص نہیں کر پاتیں اور مذکور کبھی اس کے ماقبل نکرہ ہوتا ہے لہٰذا جب بھی نکرہ ہی رہے گا اسی وجہ سے اس پر حرف "رُبَّ" داخل ہوتا ہے۔ تیسری جماعت کہتی ہے کہ اعرف المعارف مبہمات ہیں پھر ضمائر پھر علم پھر معرف باللام یہی رائے ابوبکر ابن السراج کی ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اسم اشارہ آنکھ اور قلب دونوں کے ذریعہ تعیین کرتا ہے اس کے علاوہ دوسرے معارف صرف قلب سے تعیین کرتے ہیں اور یہ ضعیف ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے، شرح المفصل: ۵/۸۷، قاہرہ)

قاری کو جب دو حروف میں اشتباہ ہو جائے تو کیا کرے

قاری کو جب حرف یاء اور تاء میں شک ہو تو یاء کے ساتھ پڑھے اسلئے کہ قرآن مذکر ہے چنانچہ قرآن کی تمام تاء کو یاء کے ساتھ پڑھا جائے تو کوئی لحن نہیں اور اگر تاء پڑھی جائے تو لحن ہے اسی طرح مہموز اور غیر مہموز میں شک ہو جائے تو ہمزہ کو ترک کر دے اسلئے کہ اگر قرآن کے تمام ہمزوں کو ساقط کر دیا جائے تو کوئی لحن نہیں اور اگر غیر مہموز کو مہموز کر دیا جائے تو یہ لحن ہے اسی طرح حرف وصلی یا قطعی میں شک ہو جائے تو وصل پڑھے کیونکہ قرآنی تمام مقطوع کو وصل کر دیا جائے تو کوئی لحن نہیں اور وصل کو مقطوع کرنا لحن ہے اور اگر قاری حرف ممدود یا مقصور میں شک کرے تو قصر پڑھنا چاہئے کیونکہ قرآن میں تمام ممدود کو مقصور پڑھنا کوئی لحن و غلطی نہیں لیکن مقصور کو ممدود پڑھنا غلط ہے۔ ایسے ہی اگر حرف مفتوح و مکسور میں اشتباہ ہو جائے تو فتحہ کو ترجیح دے اسلئے کہ تمام مکسور کو فتحہ پڑھنا کوئی لحن نہیں لیکن مفتوح کو مکسور پڑھنا لحن ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماٰب وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

(الکنز المدفون ص: ۳۲۱)

Scanned with CamScanner

حرف مِنْ کے نون کی حرکت

ابن یعیش نحوی متوفی ۶۴۳ھ نے اپنی گرانقدر مبسوط تصنیف شرح المفصل میں لکھا ہے کہ قاعدہ کا تقاضا ہے کہ "من" کا نون مکسور ہو جیسے کہا جاتا ہے اَخَذتُ مِن ابنکَ ومن امریٔ القیس ومن اثنین لیکن من کا مدخول معرف باللام کی صورت میں من کا نون مفتوح ہوتا ہے جیسے من اللہ ومن الرسول. معرف باللام میں قاعدہ وقیاس کے خلاف میں مِن کا نون اس لئے مفتوح ہوتا ہے کہ معرف باللام اسماء کی کثرت ہے کیونکہ عموماً نکرہ پر الف لام کا دخول ہوتا ہے۔ معرف بالام کی صورت میں اگر من کا نون مکسور ہوگا تو لگاتار کسرے کا اجتماع (ایک نون مکسور دوسرا ماقبل نون میم مکسور) لازم آئینگے جو باعث ثقل اور ناپسندیدہ ہے اس لئے اخف الحرکات فتحہ کی حرکت دی جاتی ہے۔ سیبویہ نحوی نے فصیح وبلیغ قوم سے نقل کیا ہے کہ غیر معرف باللام کی صورت میں بھی "من" کا نون مفتوح ہوتا ہے جیسے مِنَ ابنکَ (توالی کسرتین ملحوظ رکھا گیا) اور من کا مدخول معرف باللام کی صورت میں "مِنْ" کا مکسور ہوتا ہے جیسے مِن الرجل یہاں نون مکسور اصل ضابطہ کے مدنظر ہے۔ جبکہ من ابنک میں نون مفتوح قیاسی اعتبار سے شاذ ہے استعمال میں البتہ درست ہے اور من الرجل میں نون مکسور استعمال میں شاذ ہے قیاساً درست ہے۔ (شرح المفصل: ۱۳۱/۹ قاہرہ)

صاحب النحو الوافی کا قول

صاحب النحو الوافی لکھتے ہیں کہ حرف "من" کا مدخول اسم مجرور ومعرف باللام ہوتو من کا نون مفتوح ہونا بیشتر مشہور ہے جیسے قد لغوف من الاداعة. مالانعرفه من الصحف وغیرها دونوں مثالوں میں من کا مدخول چونکہ معرف باللام ہے اس لئے نون مفتوح ہے۔ اور اگر من کے بعد کوئی حرف ساکن ہو تو نون مکسور ہوگا جیسے من استبداده. عجبتُ من استهانة الانسانة بحقوق اخيه اذا كان الاسم المجرور بالحرف "من" مبدوءً بالاداة "ال" الخ. (النحو الوافی: ۴۶۶/۲ تا ۴۶۷، بیروت)

مشابہ مبنی الاصل

مبنی الاصل مشہور تو تین ہیں (۱) فعل ماضی (۲) امر حاضر (۳) تمام حروف، مگر صاحب مفصل علامہ زمخشری کے نزدیک چار ہیں مذکورہ تین اور ایک جملہ، علامہ جار اللہ زمخشری صاحب مفصل کی تصریح کے مطابق وجوہ مشابہ مبنی الاصل علی الاستقراء سات ہیں۔ اول یہ کہ اسم مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہو جیسے اَیْنَ ہمزہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہے۔ دوم اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کا محتاج ہو جیسے اسماء اشارات، مضمرات، موصولات اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ اشارۂ حسیہ اور صلہ کے محتاج ہیں جو مشابہ حرف ہیں۔ سوم اسم مبنیامر کے موقع میں واقع ہو جیسے نزال اور تراک اسم فعل اِنْزِلْ اور اُتْرُکْ امر حاضر کے موقع میں واقع ہوتا ہے۔ چہارم کوئی اسم ہم شکل اس اسم کے ہو جو مبنی اصل کے موقع میں واقع ہوتا ہے جیسے حَمَارِ وَطَمَارِ کہ نَزَالِ اور تَرَاکِ کے ہم شکل اور ہم وزن ہے اور نزال انزل مبنی اصل کے مواقع میں واقع ہوتا ہے، پنجم کوئی اسم موقع میں اس اسم کے واقع ہو جو مبنی اصل کے مشابہ ہے جیسے منادیٰ مضموم یازیدُ یارجلُ میں کہ وہ موقع میں کاف خطاب ادعوک کے واقع ہے اور کاف خطاب اسمیہ کاف حرفیہ کے مشابہ ہے۔ ششم وہ اسم جو مبنی اصل کی طرف مضاف ہو خواہ مضاف بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ جیسے یَوْمَئِذٍ کہ اصل میں یَوْمَ اِذْ کَانَ کَذَا تھا اس میں یوم بفتح المیم بواسطہ اذ جملہ کان کذا کی طرف مضاف ہے جو کہ مبنی ہے چونکہ جملہ زمخشری کے نزدیک مبنی اصل ہے۔ ہفتم وہ اسم جو تین حرف سے کم ہو جیسے ذا، من اسم موصول وغیرہ فما صرّح صاحب المفصل وھو انّ الخ. (تحریر سنبٹ ص:۱۹۰، مصباح ص:۱۸۵)

حرکات ثلثہ والے کلمات

﴿الْغُمْر﴾ بالفتح الماء الكثير. وبالكسر الحقد وبالضم الرجل الجاهل
﴿السلام:﴾ بالفتح التحية وبالكسر الحجارة السود بالضم عروق بظاهر الكف.
﴿الكلام:﴾ بالفتح النطق وبالكسر الجراح وبالضم الارض الصلبة ﴿الحرة:﴾ بالفتح ارض ذات رمل وحصى وبالكسر شدة العطش وبالضم العفيفة من النساء

Scanned with CamScanner

﴿الحلم:﴾ بالفتح الفساد وبالكسراحتمال الاذى وبالضم مايراه النائم. ﴿السبت:﴾ بالفتح اليوم المعروف من الجمعة وبالكسر الجلدمن الدخال السبتيه وبالضم نباتٌ يشبه الخطمى. ﴿السهام:﴾بالفتح شديد الحروبالكسر النبال وبالضم لعاب الشمس ﴿الدعوة:﴾بالفتح مصدر دعا يدعوا وبالكسر الادعاء فى النسب وبالضم الوليمة ﴿الشرب﴾ بالفتح جماعة على النبيذ وبالكسر النصيب من الماء وبالضم مصدرمعروف﴿الخرق:﴾بالفتح الطريق وبالكسرالرجل الكيس وبالضم الجهل. ﴿اللحاء:﴾بالفتح العدل وبالكسر قشر الخشب وبالضم جمع لحية. ﴿الشكل﴾: بالفتح الهيئة وبالكسر العجب وبالضم جمع شكال. ﴿الصرة﴾ بالفتح الجماعة وبالكسرالبرودة وبالضم مايربط فيه الشى﴿الكلأ:﴾بالفتح الحشيش وبالكسر الحراسة وبالضم جمع كلية. ﴿القسط:﴾ بالفتح الجور وبالكسر العدل وبالضم نوع من البخور.﴿العرف﴾بالفتح الرائحه وبالكسرالعدل وبالضم المعروف.﴿الجد﴾بالفتح ابوالاب وبالكسرضدالهزل وبالضم البئر القديمة ﴿الجوار:﴾بالفتح جمع جارية وبالكسر مجاورة وبالضم الصوت العالى﴿ الامة:﴾ بالفتح القصد وبالكسر النعمة وبالضم جماعة الرجال.الحمام بالفتح الطير المعروف وبالكسر الموت وبالضم رجل من العرب.﴿اللمة﴾بالفتح الشدة وبالكسر الشعر المجاوز شحمة الاذن وبالضم الصاحب والاصحاب فى السفر المؤنس للواحد والجمع ﴿المسک﴾ بالفتح الجلد وبالكسر الطيب المعروف وبالضم مايمسکُ الرمق ﴿الحجر:﴾ بالفتح وسط القميص من قدام وبالكسر الفعل وبالضم الكوكب المنقض ﴿الرقاق:﴾بالفتح الرمال المتصلة وبالكسر القافلة فى السير وبالضم الخبز الرفق ﴿القمة:﴾ بالفتح فضلة الاسد وبالكسر قمة الجبل طرفه وبالضم كناسة البيت.﴿الصل:﴾بالفتح صلصلة الحديد وبالكسر الحية المعروفة وبالضم الطعام المسموم ﴿الطلا:﴾بالفتح الغزال وبالكسر الخمر وبالضم المرأة المليحة القامة والعنق.﴿عمرت﴾ بالفتح كثرت سكانها وبالكسر طال عمرها وبالضم عمارة المنازل،﴿الظلم:﴾ بالفتح بريق الاسنان وشدة بياضها وبالكسرذكر النعام وبالضم ضدالعدل.﴿القطر:﴾بالفتح المطر وبالكسر النحاس المذاب وبالضم العود اذا سجرته.﴿لق:﴾بالفتح ماطرح وبالكسر الاجتماع

Scanned with CamScanner

وبالضم الفالوذج ﴿منة:﴾بالفتح اللحية الصفراء وبالكسر المن بالاحسان وبالضم القوة ﴿القرء﴾ بالفتح الطهر وبالكسر الضيافة وبالضم جمع قرية ﴿الرشاء:﴾ بالفتح ولدالغزال وبالكسر الحبل وبالضم البرطيل. ﴿الزجاج:﴾ بالفتح القرنفل وبالكسر جمع زج وبالضم القواريرالمعروفه﴿اللهرة:﴾بالفتح جلدة معلقة بالحنک وبالكسرالعطيه وبالضم الحفنة. ﴿الكرى:﴾بالفتح النوم وبالكسر الاجرة وبالضم جمع كرة. ﴿الرمة:﴾ بالفتح الاصلاح وبالكسر تقطيع الشئی وتفصيله وبالضم الحبل. ﴿البر:﴾بالفتح الرجل المحسن وبالكسر الاحسان وبالضم القمح ﴿الثلة:﴾ بالفتح معروف وبالكسر العصفور وبالضم السوار﴿الخلة:﴾بالفتح الحاجة وبالكسر الخلال وبالضم الخصال. ﴿الحق﴾بالفتح ضدالباطل وبالكسر ماكان الابل عمر ه اربع سنين وبالضم مايعمل من الخشب﴿الحب:﴾ بالفتح جمع حبة وبالكسر المعشوق وبالضم العشق﴿العقار:﴾بالفتح الملک الثابت وبالكسر جمع عقير وهو الجريح وبالضم من اسماء الخمر. ﴿الجنة:﴾ بالفتح معروفة وهی ماأعدّها اللّٰهُ تعالیٰ للمتقين وبالكسر الجنون وبالضم الدرقة. ﴿العرس:﴾بالفتح بيت الاسدوبالكسر الزوجة وبالضم الوليمة﴿اللجة:﴾بالفتح لجب وصياح وبالكسرمن اللجاجة وبالضم وسط البحر. ﴿الوقر:﴾بالفتح الصمم وبالكسر الحمل الثقيل وبالضم الوقار. ﴿الخط﴾.بالفتح الكتابة وبالكسر الطريق وبالضم النصيب. ﴿الخلف:﴾ بالفتح قوم باقون بعد قوم ماضين وبالكسر قرين من الناس وبالضم عدم الايفاء ﴿الخرص:﴾ بالفتح الحزر وبالكسر المحال الذی مايصح منه شئی وبالضم الحلقة. ﴿ الحبن﴾بالفتح شجرة الدفلی وبالكسر القرد وبالضم جمع حبناء وهی الضخمة البطن. ﴿الذبح﴾بالفتح قطع الوريدين وبالكسر الشئی المذبوح وبالضم نبات مسموم من رعاه يموت. ﴿الربع﴾بالفتح .الداروبالكسر الماء القليل. وبالضم مايكال به﴿الرسل:﴾بالفتح: الخفيف من الابل وبالكسر اليسيرمن لبن الابل، وبالضم معروف ﴿النعمه:﴾بالفتح الهيئة من النعيم وبالكسر للمرة من الاحسان وبالضم المسرة. ﴿فقه﴾ بالفتح اذا اسبق غيره بالفهم وبالضم اذا صار الفقه له مسجيه وبالكسر اذا فهم خاصة. (الكنز المدفون ص:٣٠٢ تا ٣٠٥، فيصل آباد)

دوحرکت والے کلمات

﴿وهل﴾بالفتح: غلط وبالكسر جزع ﴿الجهد:﴾بالفتح المبالغة والغاية وبالضم الوسع والطاقة.﴿البكر:﴾بالكسر العذراء التى لم تفتضى. وبالفتح الفتىٰ من الابل.﴿العالم﴾ بالفتح: جميع الخلق وبالكسر المتفقه فى العلوم. ﴿الحبر﴾ بالفتح العالم وبالكسر المداد.﴿الصدق:﴾بالفتح الصلب،وبالكسر خلاف الكذب ﴿السرب﴾بالفتح: الطريق وبالكسر النفس، امن فى سربه اى فى نفسه ﴿الجزع:﴾ بالفتح الخرز اليمانى وبالكسر جانب الوادى. ﴿الشف﴾بالفتح: الستر الرقيق، وبالكسر الفضل.﴿الحمل﴾بالفتح: وهوحمل المرأة وهوجنينها الذى فى بطنها وبالكسر ماكانَ علىٰ ظهر الانسان والدابة من الوقر.﴿العلم﴾ بالفتح:حجارة يجعل بعضها علىٰ بعض فى المفازة والطريق يهتدى بها وبالكسرالفقه وما اشبه: ﴿العلاقة﴾ بالفتح: الحب وبالكسرعلاقة السوط والميزان وما اشبههما. ﴿الحمالة﴾ بالفتح: مالزمک من غرم دية وبالكسرسيرالسيف الذى يحمل به ويتقلد.﴿الامارة﴾بالفتح:العلامة، وبالكسر الولاية.﴿الثقال﴾بالفتح:البعير البطئى فى العير وبالكسر كساء ثخين يوضع تحت العجين ﴿الخطبة﴾ بالكسر: المصدر من خطبت المرأة وبالضم اسم المخطوب به علىٰ المنبر. ﴿فواق﴾بالفتح: الراحة، وبالضم: مقدار مابين الحلبتين.﴿العوج﴾ بالكسر: فيما لايرى مثل الدين والراى والكلام، وبالفتح فيما يرى مثل الرمح والعصاوماشبهه ﴿هوى﴾ بالضم اذا سقط الىٰ أسفل وهوى بالكسر: يهوى هوى اذا أحب. ﴿سواء﴾ بالكسر: بمعنى غير وبالفتح الوسط. الهجر بالضم : الكلام الفاحش، وبالفتح الهذيان.﴿الجنازة﴾ بالفتح: النعش وبالكسر الميت ﴿الثمر﴾بالضم: المال،وبالفتح جمع ثمرة ﴿الهناء﴾بالفتح:الفرح والسرور. وبالكسر القطران، ﴿السمر﴾بفتح الميم: الحديث ليلاً وباسكان الميم ضوء القمر. (ایضاح:۳۰۵تا۳۰۶فیصل آباد)

Scanned with CamScanner

اصطلاحات مفیدہ

نحوی

جوعلم میں مہارت تامہ کے ساتھ اس فن میں امامت کی حیثیت رکھتا ہواس کونحوی کہتے ہیں اس کی جمع نحاۃ اورنحویون آتی ہے۔ (مؤلف)

صرفی

جوفن صرف میں قائد اعظم کی حیثیت رکھتا ہواس کی جمع صرفیون آتی ہے۔

منصوب بنزع خافض

خافض حرف جار کو کہتے ہیں اور نزع کے معنی اکھیڑنے اور ہٹانے کے آتے ہیں یعنی عامل جر کو حذف کر دینا اوراس جر کے تبادلے میں فتحہ دنیا ثقیل سے خفیف بنانے کے لئے اس کومنصوب بنزع الخافض کہتے ہیں حروف جار میں سے کوئی حرف جر متعین نہیں ہے کبھی فی حرف جر کے حذف کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لانخلفه نحن ولاانت مکاناً سویٰ ای فی مکان پارہ:۱۶/ وسنعیدها سیرتها الاولیٰ ای فی سیرتها پارہ:۱۶

(المصباح مع الاضافہ ص:۱۰۱)

اعراب حکائی

کسی کلمہ کاایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل کرنا اس کے ماقبل کی حالت اور صورت کی بقاء کے ساتھ یعنی دوسرے عامل کے باوجود ماقبل یامابعد کے مطابق اعراب کا ہونااعراب حکائی کہلاتا ہے جیسے صُرِفَ اَرْبَعٍ فِیْ مَرَرْتُ بِنِسْوَۃٍ اَرْبَعٍ میں اول اربع مبنی للمفعول کی بناء پر مضموم کا مقتضی ہے مگر چونکہ علامہ ابن حاجب نے بنسوۃٍ اربعٍ کوملحوظ رکھتے ہوئے من وعن بیان کر دیا اس لئے یہ اعراب حکائی کہلائے گا اِتْیانُ اللفظ علیٰ ماکان علیه مِنْ قبل (التعریفات ص:۸۷)

Scanned with CamScanner

لف ونشر مرتب

اس کے لغوی معنی ہیں ترتیب سے لپیٹنا اور پھیلانا یعنی کسی دوشئی یا اس سے زائد چیزوں کو اجمالی ترتیب کے مطابق تفصیل کرنے کا نام لف ونشر مرتب ہے جیسا کہ علامہ ابن حاجبؒ نے اجمالاً وَهِیَ اسمٌ وفعلٌ وحرفٌ کہا پھر جب اس کی تفصیل بیان کرنے لگے تو اسی کے مطابق پہلے اسم پھر فعل اور حرف کو موضوع بحث بنایا اسی طرح فرمان خداوندی وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْامِنْ فَضْلِهٖ پارہ: اور اگر تفصیل اجمال کے خلاف ہو تو یہ لف ونشر غیر مرتب کہلاتا ہے جیسے يَمْنَعُ الصَّلٰوةَ والصَّوْمَ وَيَقْضِیْ هُولاَهِیَ. اللف والنشرهوان تلف شيئين ثم تاتی بتفسير ها الخ.

(التعریفات ص:۱۸۹، کشاف:۲/۱۳۰۱)

دفع دخل مقدر

لغوی معنی دخل مقدر کا دفع کرنا، اصطلاح میں کہتے ہیں سوال لفظوں میں موجود نہ ہو بلکہ مقدر ہو اور جواب موجود ہو اس کا دوسرا نام سوال مقدر کا جواب ہے اس کو صاحب فوائد ضیائیہ نے طبعاً اختیار کیا ہے۔

(محمد ہارون ثاقبؔ القاسمی)

اضمار قبل الذکر

اس کے لغوی معنی ہیں تذکرہ سے پہلے ضمیر کا لانا یعنی مرجع سے پہلے ضمیر کا لانا یہ اصطلاح میں اضمار قبل الذکر کہلاتا ہے اور یہ چیز ممنوع ہے جیسے ضَرَبَ غلامہٗ زیداً میر سید شریف جرجانی کتاب التعریفات میں رقم طراز ہیں کہ اضمار قبل الذکر صرف پانچ مقامات میں جائز ہے اول ضمیر الشان میں جیسے ھو زید قائم دوم رُبَّ کی ضمیر میں جیسے ربه رجلاً سوم نعم کی ضمیر مقدر میں جیسے نعم رجلاً زیدٌ چہارم تنازع فعلان میں جیسے ضربنی واکرمنی زید پنجم مظہر بدل مضمر میں جیسے ضربتہٗ زید

(التعریفات ص:۲۵)

Scanned with CamScanner

تضمین

تضمین کی تعریف مصطلحین میں الگ الگ ہیں یہاں پر تضمین سے مراد یہ ہے کہ کسی فعل کو ایسے فعل سے بدلنا جس کا صلہ درست ہو جائے جیسا کہ شرح تہذیب کی عبارت "یَتَذَکَّرُ مِنْ ذَوِی الْاِفْهَامِ" میں تضمین اس طرح ہوئی کہ یتذکر کو احد کے معنی میں لے لیا گیا جس کا صلہ من لانا درست ہو گیا۔

حال مترادف

حال مترادف اس کو کہتے ہیں جس کا ذوالحال ایک ہو اور حال کئی ہوں جیسے ھدیً بالاھتداء اس کا ذوالحال ارسلهٗ میں ہٗ ضمیر ہے۔ (شرح تہذیب)

حال متداخلین

حال متداخلین اس کو کہتے ہیں کہ ذوالحال ایک ہو اس کے بعد حال ہو پھر وہی حال ذوالحال واقع ہو رہا ہو جس طرح کہ مضاف الیہ مضاف ہوا کرتا ہے۔

براعتِ استہلال

براعت کے لغوی معنی فائق ہونا اور استہلال کہتے ہیں ولادت کے وقت بچے کی آواز کو، مگر اصطلاح میں براعت استہلال اس کو کہتے ہیں کہ مصنف اصل کتاب کو شروع کرنے سے پہلے خطبہ و دیباچہ میں ایسے الفاظ کا استعمال کرے جو مقصود کتاب اور اس فن کی طرف غماز ہو جیسے صاحب سلم العلوم نے اپنے خطبہ میں کہا ہے لایحد ولایتصور ولاینتج ولایتغیر تعالیٰ عن الجنس والجهات جعل الکلیات والجزئیات ان الفاظ سے فن منطق کی طرف اشارہ ملتا ہے کیونکہ جنس اور کلی و جزئی یہ سب منطق کی اصطلاحات میں سے ہیں اسی طرح صاحب زبدہ نے کہا ہے الذی الغامه صحیح علیٰ العباد غیر معتل بعلل طاعات العباد الخ. ھی ان یشیر المصنف فی ابتداء تالیفه الخ.

(زبدہ ص:۷۲، التعریفات ص:۴۱، کشاف:۱/۱۳۵)

جامع ومانع

مانع اس کو کہتے ہیں کہ اپنے معینہ افراد میں دوسرے فرد کو داخل ہونے کے روکے اور جامع کہتے ہیں کہ اپنے افراد میں سے کوئی فرد نہ نکل رہا ہو بلکہ اپنے تمام افراد کا احاطہ کئے ہوئے ہو جیسے کسی نے اسم کی تعریف پر اعتراض کیا ہے کہ اسم کی تعریف اسماء افعال سے جامع نہیں کیونکہ یہ مقترن بالزمان ہے اور اسم میں اس کی نفی ہے اسی طرح افعال مقاربہ سے مانع نہیں کیونکہ یہ فعل کی تعریف میں شامل ہو رہے ہیں اس لئے کہ اس میں بھی زمانہ نہیں پایا جاتا ہے جب کہ یہ فعل ہے۔ (ثاقب)

مانعۃ الجمع

وہ قضیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی ایک دم سے ایک شئی کے اندر موجود تو نہ ہوسکیں ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شئی ایسی ہو کہ اس میں مقدم اور تالی دونوں نہ ہوں جیسے کتاب منطق میں ہے یا ادب میں تو دیکھئے ایک ہی کتاب منطق اور ادب میں نہیں ہوسکتی ہاں یہ ممکن ہے کہ کتاب نہ منطق میں ہو نہ ادب میں بلکہ فن نحو میں ہو جیسے کافیہ۔

(کشاف:۲/۱۳۳۵ مع اضافہ)

مانعۃ الخلو

وہ قضیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی ایک دم سے ایک شئی سے علیحدہ تو نہ ہوسکیں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ مقدم اور تالی ایک شئی کے اندر جمع ہو جاویں جیسے زید پانی میں ہے ڈوبنے والا نہیں، یہ دونوں باتیں ایک دم علیحدہ نہیں ہوسکتیں کہ زید پانی میں نہ ہو اور ڈوب جائے ہاں یہ دونوں جمع ہوسکتی ہیں کہ زید پانی میں ہو اور ڈوبے نہیں بلکہ تیرتا رہے۔ (ایضاً)

Scanned with CamScanner

قرآنی مشکل صیغوں کی تحقیق

سوال: جناب عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ پارہ: ۳۰ ر میں عَمَّ کس باب کا فعل ماضی ہے؟

جواب: برادر عَمَّ کوئی فعل نہیں ہے بلکہ وہ عن حرف جار اور ما استفہامیہ سے مرکب ہے اور قاعدہ ہے کہ جب حرف جار ما پر آجائے تو اس کے الف کو حذف کردیتے ہیں لہٰذا اس میں عن کے نون کو میم کرکے میم میں ادغام کردیا گیا اور الف کو حسب قاعدہ حذف کردیا۔ (اعراب القرآن: ۲۱۴/۱۵۔ اضافات ص: ۵۳)

سوال: فَاتَّقُوْنُ (پارہ: ۱) کونسا صیغہ اور کس باب سے ہے؟

جواب: باب افتعال سے امر حاضر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اِتَّقُوْا کا ہمزہ وصل فاء کلمہ پر داخل ہونے کی وجہ سے گر گیا اصل میں فَاتَّقُوْنِیْ تھا یاء متکلم کو حذف کرکے نون وقایہ کے کسرہ پر اکتفاء کرلیا گیا پھر وہ کسرہ وقف کی وجہ سے ساقط ہوگیا۔

سوال: فَارْھَبُوْن (پارہ: ۱) اس کی صرفی تحقیق بتایئے؟

جواب: محترم اس کی تحقیق فَاتَّقُوْن ہی کی طرح ہے فرق یہ ہے کہ یہ باب فتح یفتح سے ہفت اقسام میں سے صحیح ہے۔

سوال: فَدّٰارَأْتُمْ (پارہ: ۱) یہ کیا چیز ہے؟

جواب: باب افاعل سے صیغہ جمع مذکر حاضر ماضی معروف مہموز اللام ہے اِدَّا رَاْتُمْ تھا فا آنے کی وجہ سے ہمزہ وصل ساقط ہوگیا۔

سوال: لَنْفَضُّوْا (پارہ: ۳) یہ کون سا صیغہ ہے؟

جواب: باب انفعال سے صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معروف مضاعف اس پر لام تاکید داخل ہونے کی وجہ سے ہمزہ وصل گر گیا، اصل میں لَاَنْفَضُّوْا تھا۔

سوال: اَسْتَغْفَرْتَ (پارہ: ۲۸) یہ کس باب کا صیغہ ہے؟

جواب: عزیزم یہ باب استفعال سے صیغہ ماضی ہے اصل میں اَاِسْتَغْفَرْتَ تھا ہمزہ استفہام آنے کی بناء پر ہمزہ وصل گر گیا اور ہمزہ وصل کی جگہ ہمزہ مفتوحہ آنے کی وجہ سے یہ اشکال تمہیں ہوا۔

Scanned with CamScanner

سوال: تَظٰهَرُوْنَ (پارہ:۱) کیا یہ ماضی کا صیغہ ہے؟

جواب: برادر عزیز یہ باب تفاعل سے صیغہ جمع مذکر حاضر مضارع معروف ہے تم قاعدہ پڑھ چکے ہو کہ باب تفعل اور باب تفاعل کے دو تاء میں سے ایک تاء کو حذف کر دیتے ہیں۔

سوال: لِتُكْمِلُوْا (پارہ:۲) میں لام امر کیسے آ گیا جب کہ فعل امر حاضر معروف ہے؟

جواب: باب افعال سے صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع معروف اور ہفت اقسام میں صحیح ہے اور وہ لام کَیْ ہے جس کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے اس کی وجہ سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔

سوال: وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى (پارہ:۵) میں وَلْتَاْتِ کون سا صیغہ ہے؟

جواب: باب ضرب سے صیغہ واحد مؤنث امر غائب معروف مہموز فاء و ناقص یائی ہے اس کی اصل لِتَاْتِیْ ہے واؤ داخل ہونے کی وجہ سے لام امر مکسور ساکن ہو گیا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ لام امر واؤ کے بعد وجوباً اور فاء کے بعد جوازاً ساکن ہو جاتا ہے اور آخر کی یاء لام امر جازم کے باعث ساقط ہو گئی۔

سوال: وَيَتَّقْهِ (پارہ:۱۸) یہ کیا چیز ہے؟

جواب: بابِ افتعال سے صیغہ واحد مذکر غائب مضارع معروف ناقص ہے اصل میں يَتَّقِيْ تھا ماقبل پر عطف و جواب شرط کے باعث جزم سے یاء ساقط ہو گئی کیونکہ معطوف علیہ یعنی شرط مَنْ کی وجہ سے مجزوم ہے ماقبل کا صیغہ یوں ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ ورسولهٗ ويخش اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ تینوں مجزوم ہیں جزم کی بناء پر آخری دو میں حرفت علت گر گیا اور اس کے مابعد کے ساتھ اجتماع ساکنین لازم آنے کی بناء پر يُطَعِ لام کلمہ ساکن کو کسرہ دیدیا گیا اور يَتَّقْهِ میں حذف یاء کے بعد ضمیر مفعول لاحق ہونے کی وجہ سے وزن فعل کی صورت پیدا ہو گئی اس لئے قاف کو ساکن کیا يَتَّقْهِ ہوا۔

سوال: قَالُوْٓا اَرْجِهْ (پارہ:۹) میں اَرْجِهْ غلط معلوم ہو رہا ہے؟

جواب: عزیزم یہ تمہاری کم فہمی ہے یہ باب افعال سے صیغہ واحد مذکر امر حاضر معروف ناقص ہے مفعول کی ضمیر واحد مذکر غائب لگنے سے اَرْجِهْ ہو گیا چونکہ قرآن مجید میں

Scanned with CamScanner

اس کے بعد وَاَخَاهُ واقع ہے اس لئے جہٖ وَ سے صورۃً وزنِ فِعِل مثل اِبِل پیدا ہوگیا اور عربوں کا قاعدہ ہے کہ اس وزن میں بھی وسط کو ساکن کر دیتے ہیں اس لئے ہاء کو ساکن کیا اَرْجِہ واَخَاہُ ہوگیا۔

سوال: عَصَوُا (پارہ:۱) یہ کس کا صیغہ ہے؟

جواب: برادر یہ رَمَوْا کی طرح صیغہ جمع مذکر غائب ماضی معروف کا صیغہ ہے بِمَا عَصَواوَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ میں عَصَوْا کے بعد واؤ عاطفہ آگیا اور قاعدہ ہے کہ واؤ غیر مدہ کا ادغام واؤ عطف میں ہوجاتا ہے۔ لہٰذا عَصَوْا وَّ کَانُوْا ہوگیا۔

سوال: ونرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ علی الّذین (پارہ:۲۰) میں نَمُنَّ کون سا صیغہ ہے۔

جواب: باب نَصَر سے نمدّ کی طرح صیغہ متکلم مع الغیر مضارع معروف مضاعف ہے اَنْ کی وجہ سے منصوب ہے اور اَنْ کا نون متکلم کے نون میں مدغم ہوگیا ہے۔

سوال: لُمْتُنَّنِیْ (پارہ:۱۲) یہ کون سا صیغہ ہے؟

جواب: باب نَصَر سے لُمْتُنَّ قُلْتُنَّ کی طرح جمع مؤنث حاضر معروف اجوف ہے اس کے آخر میں نون وقایہ اور یائے متکلم لگنے سے لُمْتُنَّنِیْ ہوگیا۔

سوال: فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ (پارہ:۱۶) میں تَرَیِنَّ کیا چیز ہے؟

جواب: برادر یہ باب فتح سے صیغہ واحد مؤنث حاضر مضارع معروف با نون ثقیلہ مہموز عین اور ناقص ہے اور یہ اصل میں تَرَیْنَ تھا نون ثقیلہ کی وجہ سے کسرہ دیدیا تَرَیِنَّ ہوگیا اور جس طرح مضارع مثبت کے آخر میں نون تاکید لام تاکید کے بعد آتا ہے اور اسی طرح اِمَّا شرطیہ کے بعد بھی آتا ہے اسی قبیل سے اِمَّا تَرَیِنَّ ہے۔

سوال: اَلَمْ تَرَ کَیْفَ (پارہ:۳۰) میں تَرَ کون سا صیغہ ہے؟

جواب: محترم وہ حرف نہیں ہے بلکہ باب فتح سے واحد مذکر حاضر نفی جحد بلم در فعل مضارع معروف ہے اس کی اصل تَرَیٰ ہے لَمْ جازم کی وجہ سے حرف علت گرگیا تَرَ رہا آپ قاعدہ پڑھ چکے ہیں۔

سوال: استاد محترم اِنِّی لَعَمَلِکُمْ مِنَ الْقَالِیْنَ (پارہ:۱۹) قرآن میں قالین فرش کا تذکرہ کیسے آگیا جب کہ یہ اردو ہے؟

Scanned with CamScanner

جواب: عزیزم یہ اردو کا لفظ نہیں ہے بلکہ عربی ہے اور یہ باب ضرب سے صیغہ جمع مذکر اسم فاعل ناقص ہے اس میں رَامِیْنَ والی تعلیل ہوئی ہے۔

سوال: وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّ (پارہ:۱۲) میں اَشُدَّ کیا چیز ہے؟

جواب: اَشُدَّ یہ شدت بمعنی قوت کی جمع قلت بروزن اَفْعُلٌ ہے یَمُدُّ کے قاعدے سے اَشُدَّ ہوا اور مفعول بہ واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہو گیا اور چونکہ یہ مضاف ہے اس لئے تنوین ساقط ہوگئی، القاموس لغت میں یہ بھی لکھا ہے کہ شَدٌّ بمعنی قوت کی جمع ہے اس صورت میں تعلیل کی ضرورت نہیں اور یہی اَولیٰ ہے۔

سوال: لَمْ يَکُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ (پارہ:۲۴) دو حرف کا فعل واقع ہوا ہے حالانکہ کم از کم تین حرف ہونا چاہئے؟

جواب: لَمْ يَکُ اصل میں لَمْ يَكُوْنُ نصر سے فعل مضارع ناقص تھا مگر چونکہ قاعدہ ہے کہ فعل ناقص کا آخری نون بوقت جازم جائز الحذف ہے اس لئے نون کو حذف کر دیا گیا اور واؤ حرف علت بھی لَمْ کی وجہ سے ساقط ہو گیا لَمْ يَکُ رہا یہی تعلیل لَمْ اَکُ سورہ مریم رکوع ۲ / اور لَمْ نَکُ سورۃ مدثر رکوع ۲ / اور اِنْ يَکُ سورہ مومن رکوع ۴ / میں ہوئی ہے اس لئے علیحدہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

سوال: اَمَّنْ لَّايَهِدِّیْ (پارہ:۱۱) میں يَهِدِّیْ کیا چیز ہے؟

جواب: برادر عزیز یہ باب افتعال سے صیغہ واحد مذکر غائب مضارع معروف ناقص ہے اصل میں يَهْتَدِیْ تھا چونکہ افتعال کا عین کلمہ دال تھا اس لئے تاء کو دال سے بدل کر دال میں ادغام کیا اور فاء یعنی ہاء کو کسرہ دیدیا يَهِدِّیْ ہوا فاء کا فتحہ بھی جائز ہے اس لئے يَهَدِّیْ بھی کہہ سکتے ہیں۔

سوال: تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ (پارہ:۲۳) میں يَخِصِّمُوْنَ کیا باب تفعیل سے ہے؟

جواب: ارے بھائی یہ باب افتعال سے ہے اصل میں يَخْتَصِمُوْنَ تھا افتعال کے عین کلمہ کی جگہ صاد ہونے کے باعث افتعال کے تا کو صاد سے بدل کر صاد میں ادغام کر دیا۔

Scanned with CamScanner

سوال: نجامنهما وَادَّکَرَ (پارہ:۱۲) میں وَدَّکَرَ کیا ہے؟

جواب: اصل میں اِذْتَکَرَ تھا افتعال کا فاء کلمہ دال ہونے کے باعث تاء کو دال سے بدلا اور اول ذال کو دال سے بدل کر دال میں ادغام کر دیا اور ہمزہ وصل واؤ کے لاحق ہونے کی وجہ سے تلفظاً گر گیا۔

سوال: فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (پارہ:۲۷) مُدَّکِرٍ کیا چیز ہے؟

جواب: باب افتعال سے صیغہ اسم فاعل ہے اور اصل میں مُذْدَکِرٌ تھا ذال کو دال کیا اور دال میں ادغام کر دیا۔

سوال: کُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ (پارہ:۲۹) تَدَّعُوْنَ کس کا صیغہ ہے؟

جواب: باب افتعال سے ناقص واوی صیغہ جمع مذکر حاضر مضارع معروف ہے اصل میں تَدْتَعِيُوْنَ تھا فاء کلمہ دال ہونے کی وجہ سے تاء دال ہو کر دال میں مدغم ہو گئی اور یاء بقاعدہ ترمون حذف ہو گئی۔

سوال: مَافِیْهِ مُزْدَجَرٌ (پارہ:۲۷) میں مُزْدَجَر ہفت اقسام کے اعتبار سے کیا ہے؟

جواب: یہ باب افتعال سے مصدر میمی اور صحیح ہے اصل میں مُزْتَجَر تھا افتعال کا فاء کلمہ زاء ہونے کی بناء پر تاء دال سے بدل گئی اور وزن کے اعتبار سے صیغہ مفعول وظرف بھی ہو سکتا ہے۔

سوال: فَمَنِضْطُرَّ (پارہ:۲) کس باب کا صیغہ ہے؟

جواب: باب افتعال سے صیغہ واحد مذکر غائب ماضی مجہول مضاعف ہے صاد کی وجہ سے افتعال کی تاء طاء سے بدل گئی اور ہمزہ وصل درمیان میں آنے کی وجہ سے گر گیا اور فَمَنْ کا نون ساکن بقاعدہ اِذَا حُرِّکَ حرک بالکسر مکسور ہو گیا۔

سوال: مَضْطُرِرْتُمْ (پارہ:۸) ہفت اقسام کے لحاظ سے کیا ہے؟

جواب: قرآن کریم میں اِلَّا مَضْطُرِرْتُمْ اِلَیْهِ ہے، اُضْطُرِرْتُمْ باب افتعال سے صیغہ جمع مذکر حاضر ماضی مجہول و مضاعف ہے ہمزہ وصل درمیان میں آنے کے باعث گر گیا اور ما کا الف اجتماع ساکنین کی وجہ سے گرا اور افتعال کی تاء ضاد کی وجہ سے طاء سے بدل گئی۔

Scanned with CamScanner

سوال: فَمَسْطَاعُوْا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ (پارہ:۱۶) میں فَمَسْطَاعُوْا کس باب سے ہے؟

جواب: یہ باب استفعال سے صیغہ جمع مذکر غائب ماضی منفی معروف اجوف واوی ہے استفعال کی تاء حذف کردی گئی اور ہمزہ وصل درمیان میں ہونے کے باعث اور ما کا الف اجتماع ساکنین کی وجہ سے گرگیا۔

سوال: مالَمْ تَسْطِعْ (پارہ:۱۶) میں تَسْطِعْ کیا ہے؟

جواب: اصل میں لَمْ تَسْتَطِعْ تھا اس کی تعلیل وہی ہے جو فمسطاعوا کی ہے۔

سوال: مُضِياً وَّ لايَرْجِعُوْنَ (پارہ:۲۲) میں مُضِياً کس کا صیغہ ہے۔

جواب: عزیزم یہ مضی یمضی کا مصدر ناقص ہے اصل میں مَضُوْ یاتھا بقاعدہ مَرْمِیٌّ تعلیل ہوئی ہے۔

سوال: وَعِصِيُّهُمْ (پارہ:۱۹) کیا ہے؟

جواب: عِصِيٌّ عصا کی جمع ہے اصل میں عَصُوْوٌ تھا دِلِيٌّ کے قاعدہ سے دونوں واو یاء سے بدل کر ماقبل کے ضمہ کسرہ سے بدل گئے۔

سوال: لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (پارہ:۳۰) میں لنسفعاً کونسا صیغہ ہے؟

جواب: برادر لَنَسْفَعَنْ لَنَفْعَلَنْ کے وزن پر صیغہ متکلم مع الغیر لام تاکید بانون خفیفہ ہے کبھی نون خفیفہ کو تنوین کی صورت میں لکھتے ہیں۔

سوال: مَاكُنَّا نَبْغِ (پارہ:۱۵) میں نَبْغِ کیا ہے؟

جواب: نبغ اصل میں نبغی نرمی کی طرح ہے چونکہ حالت وقف میں ناقص کے آخر سے حرف علت کا حذف جائز ہے اور مطلقاً عرب کا محاورہ ہے کہ بغیر جزم ووقف کے بھی یدعو یرمی کو یدع یرم کہتے ہیں۔

سوال: فَقَدْ رَأَيْتُمُوْهُ (پارہ:۴) کون سا صیغہ ہے؟

جواب: باب فتح سے جمع مذکر حاضر بروزن فَعَلْتُمْ ہے اس کے شروع میں فاء تعقیب اور قد تحقیق کا آ گیا ہے اور جب مفعول کی ضمیر ہاء اس کے آخر میں لاحق ہوئی تو تم

Scanned with CamScanner

پرواؤ زائد کر دیا گیا کیونکہ قاعدہ ہے کہ کُمْ ھُمْ تُمْ کے بعد جب کوئی ضمیر لاحق ہو جائے تو میم کے بعد واؤ زیادہ ہوتا ہے اور میم مضموم ہو جاتا ہے جیسے قَتَلْتُمُوْ ھُمْ اَکَلْتُمُوْھَا اور کبھی واحد مؤنث حاضر کی تاء مکسورہ میں آیا ہے جیسے لَوْ قَرَاْتِیْہِ لَوَجَدْتِیْہِ.

سوال: اَنُلْزِمُکُمُوْھَا (پارہ:۱۲) کیا ہے؟

جواب: برادر صیغہ نُلْزِمُ نکرم کے وزن پر ہے بس شروع میں ہمزۂ استفہام اور آخر میں کُمْ ضمیر مفعول ہے اس کے بعد مفعول ثانی ہاء کی وجہ سے واؤ زیادہ ہو کر میم مضموم ہو گیا۔

سوال: عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ (پارہ:۱۹) میں اَنْ کی وجہ سے سیکون منصوب ہونا چاہئے یہاں مرفوع کیوں ہے؟

جواب: برادر عزیز! یہاں اَنْ ناصبہ نہیں ہے بلکہ اَن مشبہ بالفعل کا مخفف ہے تم نے قاعدہ پڑھا ہوگا کہ یہ اَنْ علم وظن کے بعد آتا ہے اور نصب نہیں کرتا۔

سوال: مِتْنَا (پارہ:۲۶) یہ کس کا صیغہ ہے؟

جواب: خِفْنَا کی طرح صیغۂ متکلم مع الغیر ہے یہ لفظ قرآن مجید میں ماضی سَمِعَ اور مضارع نَصَرَ سے مستعمل ہوا ہے۔

سوال: فَمُبْجَسَتْ (پارہ:۹) کیا چیز ہے؟

جواب: باب انفعال سے انفطرت کی طرح صیغہ واحد مؤنث غائب ماضی معروف ہے ہمزہ درمیان میں آنے کی وجہ سے گر گیا اور نون ساکن اس کے بعد باء ہونے کے باعث میم سے بدل گیا۔

سوال: تَنَزَّلُ الْمَلٰئِکَۃُ (پارہ:۳۰) میں تنزل ماضی تفعل پر ضمہ کیسے آ گیا؟

جواب: برادر یہ ماضی کا صیغہ نہیں بلکہ تفعل سے مضارع کا صیغہ ہے اصل میں تَتَنَزَّلُ تھا اور قاعدہ ہے کہ باب تفعل وتفاعل کی ایک تاء کو حذف کر دیتے ہیں۔

سوال: یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ (پارہ:۲۷) میں الدَّاعِ کس کا صیغہ ہے؟

جواب: یہ اسم فاعل کا صیغہ داعی ہے اور یاء اس کے قاعدہ کے تحت ساقط ہو گئی کہ اسم معرف باللام کے آخر کی یاء کبھی حذف کر دیتے ہیں۔

سوال: وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئتُ (پارہ:۲۷) میں الجوار کیا ہے؟

جواب: عزیزم اصل میں الجَوَارِیُ تھا اسی قاعدہ سے جو ابھی بیان کیا ہے یا حذف کردی گئی۔

سوال: يَوْمَ التَّنَادِ (پارہ:۲۴) میں التناد کیا ہے؟

جواب: یہ باب تفاعل کا مصدر ہے اصل میں اَلتَّنَادُیُ تھا، یاء ماقبل کسرہ چاہنے کی بناپر ضمہ، دال کو کسرہ سے بدل کر یاء ساکن ہوگئی اور مذکورہ قاعدہ سے یاء گرگئی

سوال: خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (پارہ:۳۰) میں دَسّٰهَا ہفت اقسام میں کیا ہے؟

جواب: دسیٰ اصل میں دَسَّسَ تھا مضاف کے آخری حرف کو حرف علت سے بدل دیا لہٰذا یہ ناقص ہوگیا۔

سوال: استاذ محترم فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ (پارہ:۲۷) میں فَظَلْتُمْ کس باب سے ہے؟

جواب: عزیزم! باب سمع سے جمع مذکر حاضر ماضی معروف اور مضاف ہے اصل میں فَظَلِلْتُمْ تھا عرب کا قاعدہ ہے کہ مضاعف کے دوحرفوں میں سے ایک کو کبھی حذف کردیتے ہیں اس لئے لام اول کو حذف کردیا اور کبھی لام اول کی حرکت ظاء کی طرف نقل کرکے فَظِلْتُمْ بکسر ظاء کہتے ہیں۔

سوال: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ (پارہ:۲۲) میں قَرْنَ کیسے بنا؟

جواب: بعض مفسرین کے مطابق اصل میں اِقْرَرْنَ تھا مذکورہ قاعدہ کے مطابق پہلی راء کی حرکت نقل کرکے ماقبل کو دیدی اور اس کو حذف کردیا ہمزہ وصل کی ضرورت نہ رہی اس لئے وہ بھی گرگیا قَرْنَ ہوگیا۔

سوال: مِنْ وَّرَاءِ الحجُرَاتِ (پارہ:۲٦) میں حجرات کیا ہے؟

جواب: حجرات حجرۃ کی جمع ہے، واحد میں عین کلمہ ساکن ہے جمع میں جیم کو ضمہ اس قاعدہ سے دیا گیا ہے کہ فُعْلٌ بالضم مؤنث فُعْلَةٌ کے عین کو الف اور تاء کے ساتھ جمع بناتے وقت ضمہ دیدیتے ہیں فتحہ بھی جائز ہے۔

Scanned with CamScanner

معلومات نافعہ

مفرد تین چیزوں کے مقابلہ میں آتا ہے،(۱) تثنیہ جمع (۲) مضاف (۳) مرکب
(تحریر سلبث ص:۴۰)

جن معرفوں پر ''الف لام'' نہیں آتا

شُعُوبُ بمعنی موت هُنَيْدَة سواونٹ کی جماعت کو کہتے ہیں خُضَارهُ دریا کا نام ذُکاء سورج کو کہتے ہیں اُسامۃُ شیر کو کہتے ہیں شبْوَة پیلا چھوٹا بچھو کَحَلُ قحط سالی یَومُ عَرَفَةُ دجلة یوم عَرُوبَة جمعہ کا دن كُلّ بعضٌ علامہ سیوطی اور ابن خالویہ اپنی کتاب لیس میں کہتے ہیں کہ عوام اور بہت سے خواص اَلْكُلُّ اَلْبَعْضُ استعمال کرتے ہیں حالانکہ درست كُلُّ وَبَعْضٌ ہے اسی طرح لحوةٌ شمال کو کہتے ہیں كافَّة غَيْرُ قاطِبَة .

صیغہ مفعول فاعل کی شکل میں

اہل عرب کہتے ہیں سِرٌّ كاتِمٌ یعنی سِرٌّ مَكْتُومٌ اسی طرح مكان عامِرٌ ای مَعْمُورٌ اور اللہ تعالیٰ کا قول خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ای مدفوقٌ وَقال تعالیٰ فی عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ای مرضية وَحرماً امِنًا ای مَامُوناً وغیر ذالک (الطریف ص:۱۸)

فاعل مفعول کی شکل میں

اللہ تعالی کا قول كَانَ وَعْدُهُ مَاتِيًّا بمعنی اٰتِيًا پ۱۵/ اسی طرح حجاباً مَّسْتُوراً بمعنی ساتراً پ۱۶/ (حوالہ مذکورہ)

وہ الفاظ جن کی جمع نہیں آتی

بَشَرٌ مفرد بَشرانِ تثنیہ اِمْرَةٌ اِمْرأتانِ مَرْءٌ مرأ اِن ان سب کی جمع اس لفظ سے نہیں آتی۔ (ایضاً ص:۸)

وہ الفاظ جن کی تثنیہ نہیں آتی

بطلیوسی نے ''شرح الفصیح'' میں کہا ہے کہ وہ الفاظ جن کی تثنیہ نہیں آتی ان میں سے سواء مفرد اور جمع سواسیہ ہے اس کی تثنیہ نہیں آتی اسی طرح ضبعان مذکر کے لئے (نو بجو) ضباعِین جمع اس کی تثنیہ نہیں آتی اسی طرح علامہ سیوطی نے المز ہر میں بیان کیا ہے۔

(الطریف ص:۸)

وہ الفاظ جن کی تثنیہ اور جمع نہیں آتی

ان میں سے الیَمُّ (سمندر) الدَّبُور (ریح) القبول (دبور کی ضد) العرق (عرق الانسان) ان کی نہ تثنیہ اور نہ جمع سنی گئی علامہ سیوطی اور ابن خالویہ نے اپنی تصنیف ''لیس'' میں لفظ واحدٌ کو بھی شمار کیا ہے مگر کمیت شاعر نے واحد کی جمع بتلایا ہے اور بعض نے تثنیہ کے دلیل میں یہ شعر پیش کیا ہے.........

فلما التقینا واحدین علوته
بذی الکف انی للکماۃ ضروب

علامہ عبدالاول جونپوری صاحب الطریف کہتے ہیں کہ لفظ واحد کی جمع وحدان اسی طرح اُحدان جیسے شابٌ کی جمع شبان اور راعٍ کی جمع رُعیان آتی ہے فراء نحوی نے بھی واحد کی جمع بتلایا ہے جیسے انتم حیّی واحد حیّی واحدون جیسے شرذمۃٌ قلیلونَ .

(الطریف ص:۸)

وہ تثنیہ جن کا اس لفظ سے واحد نہیں آتا

کلا (مذکر کے لئے) کِلتا (مؤنث کے لئے) اثنتان (مونث کے لئے) اثنان (مذکر کے لئے) اثنیان (مؤنث کے لئے) ملوانَ (روز وشب) اَصدَغان (کنپٹی کے نیچے کی رگیں) اصدَریہ (فارغ) لبیّک (کسی کام کے لئے حاضر رہنا) سَعدَیک (تابعداری حکم کو بجالانا) حوالیک حنانیک دوالیک وغیرہ ان مذکورہ الفاظ کا واحد نہیں آتا۔

(الطریف ص:۹)

Scanned with CamScanner

وہ الفاظ جو الف ممدودہ میں واحد اور الف مقصورہ میں جمع

ان الفاظ میں سے صَحْراء صَحاریٰ (جنگل) عَذْراء عذاریٰ (باکرہ) صَلْفاء صلافیٰ (سخت زمین) خَبْراء خباریٰ (تر زمین) سبتاء سباتیٰ (سخت زمین) سخواء سَخَاویٰ (کشادہ زمین) مَرْداء مرادیٰ (بنجر زمین) زَهْراء زَهاریٰ (روشن چمکدار) (فراء نے کہا ہے کہ ان میں سے) وَخْفاء وحافیٰ (پتھریلی زمین) اور امالی ثعلب میں ہے نبخاء بناخیٰ (تنگ) نَفْخَاء نَفَاخیٰ (بیابان) فَیْفاء فیافیٰ چکنا پتھر۔
(الطریف ص:۹)

وہ جمع جن کا من لفظہ واحد نہیں

العصابة (جماعت) الاعراب (دیہاتی) النساء (خواتین) النَعَم (اونٹ) الغَنم (بکری) البشر (انسان) الخیل (گھوڑا) الابل (اونٹ) المثؤل (شہد کی مکھی) العوم العالم الرهط (قوم) النضر (قوم) المعشر (جماعت) الجند (لشکر) الفور (ہرنیاں) الدَّیر (شہد کی مکھیوں یا بھڑوں کا جھنڈ) الجیش (لشکر) الثلثة (گروہ) المساوی (برابر) المحاسِن (خوبصورتی وکمالات) اُولو (والا) الهزاهدُ (سختیاں) الممادِحُ (تعریف) المقابح (برائی) الخناسیر (مصائب) القوم الناس (لوگ) اَثَاثٌ (سامان) الرکاب (سواری کے اونٹ) اَلاَرْجابُ (آنتیں) وغیرہ
(الطریف ص:۹)

وہ الفاظ جن کا اطلاق واحد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے

ان میں سے الفلک ہے قرآن کریم میں فی الفلک المشحون. والفلک التی تجری فی البحری. الجنبُ بولا جاتا ہے۔ رَجُلٌ جنبٌ رِجَالٌ جنبٌ قرآن کریم میں وان کنتم جنباً فاطهروا العدوَّ فانهم عدوٌّ لی الاّ رب العالمین اِنْ کانَ مِن قوم عدوِلکم وهومومنٌ الضیف (مہمان) هٰولاء ضیفی فلاتفضحون الرسول القزم (عاجز فرد ماً لگان) الدبْرَ (مال کثیر) مذکورہ الفاظ واحد اور جمع دونوں میں استعمال ہوتے ہیں جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے۔ (الطریف ص:۱۰)

Scanned with CamScanner

واحد اور جمع کے درمیان صرف ہاء کا فرق

وہ الفاظ جن کے واحد اور جمع کے مابین امتیاز صرف ہاء (ہ) سے ہوتا ہے یعنی واحد میں (ہ) اور جمع بغیر (ہ) کے یہ الفاظ جمع مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہیں۔ ان میں تَمر ،تمرةٌ (کھجور)سحابٌ سحابةٌ (بادل)صخر صخرةٌ(چٹان)روْض روْضةٌ (باغ) شجر شجرة (درخت) نخل نخلةٌ (کھجور کا پیڑ) قرآن میں والنخل باسقاتٍ لها طَلعٌ نضيد السحابِ المسخر بين السماء والارض (اس آیت میں سحاب مذکر استعمال ہوا ہے جب کہ دوسری آیت حتیٰ اذا اقَلت سحاباً میں مؤنث آیا ہے)پھر ثم سقناه لبلد ميتٍ میں سحاب اصل مذکر کی طرف لوٹا دیا گیا۔ثعالبی نے بیان کیا ہے شیخ عبدالاول جونپوری کہتے ہیں کہ ان الفاظ سے بقر بقرة لوزٌ لوزةٌ (بادام) در درة (موتی)جزرٌ جزرةٌ (حلال جانور) سروٌ سروةٌ (سخاوت)مرْوٌ مرْوةٌ (سفید پتھر) نمل نملة (چیونٹی)وغیرہ (الطریف ص:۱۱)

جمع الجمع

تمام جمع کی جمع نہیں لائی جاتی بلکہ بعض جمع الجمع ہوتے ہیں چنانچہ اہل عرب کہتے ہیں کہ جمع اعرابٌ ،جمع الجمع اعاریب ،جمع ،اَغعطِيَةٌ ، جمع الجمع اعطياتٌ۔

جمع	جمع الجمع	جمع	جمع الجمع
اَسْقَيَةٌ	اَسقياتٌ	طُرُقٌ	طُرُقاتٌ
جمَالٌ	جَمَالاتٌ	اَسْوِرَةٌ	اَسَاوِرُ
اَقْوَامٌ	اقَاوِم	اَسْرارٌ	اسَارِيْرُ
اَقْوالٌ	اقاويل	ابياتٌ	ابابيتُ
جُمْهورٌ	جماهير	اَكْلُبٌ	اكالبُ

ان کے علاوہ اور بھی جمع الجمع ہیں البتہ یہاں نمونہ کے طور پر تحریر کئے گئے ہیں۔مرتب

(الطریف ص:۱۰)

Scanned with CamScanner

وہ الفاظ جو جمع کے وزن پر آتے ہیں مگر اس کا واحد نہیں

خَلَابِیْس (بے نظام شئی) مَعالِیْق (کھجور کی ایک قسم) اَیَافِث (یمن کی ایک جگہ کا نام) اَثَارِبُ (ملک شام کی جگہ کا نام) معافِر (یمن کا علاقہ) اَلْهِزَاهِز (سختیاں) اَلذَّعَالِیْبَ (کپڑوں کا کنارہ) التَّعاجِیْبُ (عجائب) شَعَاءِ یْر (منتشر) المقالِیْد (کنجیاں) المعائب (عیوب) المسامّ (بدن کے سوراخ) اَلاباسق (قلادہ) النَّماسِی (حوادث) مذکورہ الفاظ کے واحد نہیں آتے۔ لایعرف له واحد (الطریف ص:۱۱تا۱۲)

وہ الفاظ جن کی جمع مشہور ہے اور ان کا واحد مشکل ہے

جمع	واحد	معانی
الذّراریْحُ	ذُرّاحُ. ذرّوحٌ	(اڑنے والا زہردار کیڑا
الغرانِیْقُ	غرنیق	(پانی کا پرندہ مرد کی صفت غرنوق آئیگی)
شَمائِل	شمال	(عادات خصلت)
الزّبانِیَة	زَبْنِیَةٌ	(وہ فرشتے جو گنہگاروں کو جہنم کی طرف لے جائنگے)
المذاکیر	ذَکَرٌ	(عضو تناسل)
فرادیٰ	فرْد	(ایک آدمی)
سواسیۃٌ	سواءٌ	(برابر)
مشایخ	شیخ	عظیم المرتبت شخص
اَبابِیْل	اِبَوّل، اِبِیْل	(غول کے غول پرندے)
خلائق	خَلِیْقَةٌ	(طبیعت، مخلوق)

(الطریف ص:۱۲)

Scanned with CamScanner

تثنیہ کا استعمال جمع کے لئے

شعبی نے ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان کی مجلس میں دوران گفتگو کہا رَجُلانِ جاؤنی (میرے پاس دو آدمی آئے) خلیفہ عبدالملک نے کہا اے شعبی آپ نے غلطی کی۔ جواب میں شعبی نے کہا اے امیرالمومنین! کوئی غلطی نہیں کیونکہ اللہ عز وجل کا قول ہے هٰذان خصمانِ اختصمُوا فِیُ رَبِّهِمْ (یہ دونوں جھگڑ رہیں اپنے رب کے بارے میں) مذکورہ آیت میں هٰذان تثنیہ ہے اور فعل اختصموا جمع لایا گیا ہے اس سے واضح ہے کہ تثنیہ کا استعمال جمع کے قائم مقام ہوتا ہے امام شعبی کی اس دلیل سن کر عبدالملک نے کہا اللہ ہی کے لئے خوبیاں ہیں اے بصرہ وکوفہ کے فقیہ: آپ نے ہمیں مطمئن کر دیا۔

(الطریف ص:۲۰)

صفت کی تذکیر وتانیث کا اہم قاعدہ

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی تصنیف ''المزہر'' میں ابن السکیت لغوی نے ''الاصلاح'' میں تبریزی نے ''تہذیب'' میں اور ابن قتیبہ نے ''ادب الکاتب'' میں لکھا ہے کہ جس مؤنث کی صفت ''فَعِیلٌ'' کے وزن پر ہو اور وہ مفعول کی تاویل میں ہو تو وہ صفت مؤنث بغیر ہاء (تاء کے ہوگی جیسے کفٌّ خضیبٌ مِلْحَفَة غسیل دونوں مثالوں میں موصوف مؤنث ہے اور صفت چونکہ فَعِیْلٌ کے وزن پر ہے اس لئے بغیر تاء کے آئی ہے اور اگر وہ صیغۂ فِعِیْلٌ (مؤنث کی صفت) فاعل کے معنی میں ہو تو وہ صیغۂ صفتِ مؤنث تاء کے ساتھ ہوگا مثلاً شر کفةٌ. رحیمةٌ کریمةٌ اور اگر صیغۂ صفت مؤنث فَعُولٌ کے وزن پر ہو اور فاعل کے معنی میں بھی ہو وہ صیغۂ فَعُولٌ لغیر تاء کے ہوگا جیسے اِمْرأةٌ صَبَورٌ شکورٌ وغُدوُرٌ وکَنُوْدٌ وکفورٌ وغفورٌ۔ مذکورہ صیغۂ صفت تانیث فعولٌ کے وزن پر فاعل کے معنی میں ہیں اس لئے بغیر تاء کے تمام صفتیں آئیں اور جو صفت تانیث مِفْعِیلٌ کے وزن پر ہو تو وہ بھی بغیر تاء کے واقع ہوگی جسے اِمْرأةٌ مِعْطِیرٌ اس میں صفت بغیر تاء کے ہے اور جو صفت تانیث مِفْعالٌ (اسم آلہ) کے وزن پر ہو تو وہ بھی بغیر تاء کے واقع ہوگی

جیسے امرأۃٌ معطارٌ ومحمالٌ وغیرہ اور جوصفت تانیث مُفعِلٌ کے وزن پر ہواور وہ کسی مذکر کی صفت نہ بن سکتی ہے تو وہ صفت مونث بھی بغیر تاء کے ہوگی جیسے امرأۃ مرضِعٌ (دودھ پلانے والی عورت) اور جوصفت مؤنث فَاعِلٌ کے وزن پر ہواور وہ کسی مذکر کی صفت نہ بن سکتی ہو تو وہ بھی بغیر تاء کے ہوگی جیسے حائضٌ طالقٌ طامثٌ حامل مذکورہ صفات مؤنث کے ساتھ خاص ہیں البتہ فعل مراد لینے پر وہ صفت تاء کے ساتھ طالقۃٌ حاملۃ آئیگی نیز علاوہ ازیں فَاعِلٌ کے وزن پر آنے والی چند صفتیں بغیر مذکر و مونث دونوں میں مستعمل ہیں مذکر و مونث کے مابین تاء کا امتیاز نہیں ہوتا، جیسے حملٌ ضامرٌ نافۃٌ ضامرٌ رجل عاشقٌ امرأۃ عاشقٌ عاشق عورت مذکورہ مثالیں فاعلٌ کے وزن پر صیغہ صفت مذکر مؤنث دونوں میں بغیر تاء کے مستعمل ہے۔ (الطریف ص:۱۵تا۱۶)

بغیر تاء کے مؤنث کی صفت

جارِیۃٌ کاعبٌ وناھدٌ امرأۃٌ طامثٌ ودارسٌ وحائضٌ (سب کے معنی حائضہ کے ہیں) امرأۃ قاعدٌ (جب کہ حیض اور ولادت سے عورت فارغ ہوجائے) امرأۃ مذکر (جب کہ عورت مذکر بچے کو جنم دے) امرأۃ مؤنثٌ (جب عورت لڑکی کو جنم دے) اسی طرح ثاکِلٌ (بچہ کو گم کرنے والی) خُودٌ ورداحٌ (بڑی سرین والی عورت) اُملودٌ عُطبولٌ (دراز گردن عورت) رشُوفٌ (طیبہ الفم) انوفٌ (خوددار عورت) شموعٌ (ہنسی مذاق والی عورت) عروبٌ (نافرمان عورت) رصُوقٌ (تنگ شرمگاہ والی عورت) نکوعٌ (پستہ قد) عفیرٌ (وہ عورت جو پڑوسن کو ہدیہ نہ بھیجے) لَفُوتٌ (وہ عورت جس کی نگاہ ایک جگہ نہ ٹھہرے) برُوکٌ (وہ عورت جو شوہر سے لپٹے اور اس کا لڑکا جوانی کو پہنچ جائے) فاقِدٌ (عورت کا شوہر یا لڑکا گم ہوگیا ہو) عوانٌ (درمیانہ سال والی) نزورٌ (کم اولاد والی عورت) عوکَلٌ (بیوقوف نادان) بغیٌ (زانیہ) ھَلُوکٌ (تاجرہ) رقوبٌ (جن کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں) حامِلٌ (حاملہ) طاھرٌ (حیض سے پاک ہونے والی عورت) مذکورہ صفات کی مؤنث بغیر تاء کے ہے۔ (الطریف ص:۱۵)

Scanned with CamScanner

مذکرکلمات (اعضاء جوارح)

رأس (سر) جَبین (پیشانی) معاذ (آنت) الثغر (اگلا دانت) الشعر (بال) المنخر (ناک) البطن (پیٹ) الفم (منہ) ظفر (ناخن) نابٌ (کچلی کے دانت) خَدٌّ (رخسار) الثدیُ (پستان) الشبر (بالشت) ناجذٌ (داڑھ) الباع (دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کی مقدار) الذقَنُ (تھوڑی) یعنی چند اعضاء جوارح عموماً مذکر ہیں۔

(الطریف ص:۱۳۰)

وہ الفاظ جن کا واحد مشہور اور جمع غیر مشہور

واحد	جمع	معنی
زینب	زیانبِ	ایک خوشبودار خوش منظر درخت
دِخانٌ	دواخنٌ	دھواں
دنیا	دُنیٰ	قریب
ستٌ	اسداسٌ	چھ
سُدُس	اسداسٌ	چھٹا
حظٌ	حظوظٌ	حصے
سَبتٌ	سُبُوت، اسبتُ	سنیچر
اَلاَحد	آحاد	اتوار
الاثنین	اثانین	پیر (سوموار) ،
الثلاثاء	ثلاثاوات	منگل
الاَربعاء	اربعاوات	بدھ
الخمیس	اخمساء، اخمسة	جمعرات
الجمع	جمعٌ، جمعاتٌ	جمعہ

Scanned with CamScanner

المحرم	محرمات	محترم،حرام
صفر	اَصْفَارٌ	تمام گھر اہل خانہ سے خالی ہو جاتے تھے
ربيع	شهور ربيع	موسم بہار
جُمَادیٰ	جُمَادِيات	سخت سردی کے سبب پانی جم جاتا تھا
رجب	ارجَابٌ	عظمت والا
شعبان	شعبانات	عرب کے قبائل ادہر ادھر منتشر ہو جاتے تھے
رَمَضَان	رمَضَانات	گرمی کی شدت
شوال	شوالات.شواويل	دودھ دوہتے وقت اونٹ کا دم اٹھانا
ذوالحجة	ذوات الحجة	حج والا
ذوالقعده	ذوات القعدهِ	بیٹھ جانا لڑائی سے رک جانا
امر	اوامر	احکام نوٹس
دكان	دكاكين	دکان
حانوت	حوانيت	شراب بیچنے والے کی دکان
حائط	حيطان	دیوار
حوت	حِيتان	مچھلی
نون	نينان	مچھلی
عِهْن	عهون	اون
جَنِيْن	اَجِنَّة	پیٹ کے بچے
جنَّة	جِنَانٌ جنَّات	باغ جنت
نار	نيران	آگ
ساعَةٌ	ساعٌ	گھنٹہ

Scanned with CamScanner

زُنبور	زَنابِیْر	بھڑ
یربوع	یرابیع	ایک قسم کا چوہا جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی بڑی
جُنَّة	جُنَن	ڈھال
ساحةٌ	ساحٌ	گوشہ مکانوں کے درمیان کا چوک

(الطریف: ص ۱۲ تا ۱۳)

التخصیص بعد التعمیم

اہل عرب بسا اوقات کسی شئ کو عموماً ذکر کرتے ہیں پھر افضل فافضل کے ذریعہ خاص کر دیتے ہیں اسی کو اصطلاح میں تخصیص بعد التعمیم کہتے ہیں چنانچہ عرب حضرات بولتے ہیں جاء القومُ والرئیس والقاضِیْ۔ قرآن کریم میں حافظوا علی الصَّلواتِ والصَلواةِ الوُسطیٰ (نماز کی مداومت کرو بالخصوص عصر نماز کی) اسی طرح فیھا فاکھة ونخلٌ ورمان (اس میں میوے ہیں کھجور اور انار) نیز کلام باری میں ہے مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہ ومَلٰئکتہٖ ورَسُلِہٖ وجبرئیل ومیکال (جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور فرشتے جبرئیل ومیکائیل کے دشمن ہیں) پہلی مثال میں قوم میں سب ہی داخل ہیں مگر الگ سے رئیس قاضی کا خصوصیت سے تذکرہ ہوا دوسری مثال میں صلوات میں تمام نمازیں شامل ہیں اس کے باوجود صلوٰۃ وسطیٰ کو علیحدہ سے ذکر کیا تیسری مثال آیت شریفہ میں نخلٌ ورمَانٌ کا انفرادی طور پر ذکر کیا گیا جب کہ فاکھۃ میں یہ داخل ہے نیز جبرئیل ومیکال کا انفرادی طور پر ذکر ہوا حالانکہ ملائکہ میں یہ داخل ہیں یہ سب تخصیص اور تفصیل کے طور پر ذکر کئے گئے یہی تخصیص بعد التعمیم ہے۔ (الطریف ص: ۲۰ تا ۲۱)

مؤنث کلمات (اعضاء جوارح)

السّاقُ (پنڈلی) الاذُنُ (کان) الفَخِذُ (ران) الکبدُ (جگر کلیجہ) القَلْبُ (دل) الضِلَعُ (پسلی) الزَّنْدُ (ہاتھ کا گٹا) الکفُّ (ہتھیلی) العَجزُ (سرین) العینُ (آنکھ) العَرقَبُ (ایڑی) السِنّ (دانت) الکرش (اوجھ) قدم (پیر) یدٌ (ہاتھ) ورکٌ (سرین) الشمال (بایاں) یمن (دایاں) اصبعَ (انگلی) الکراعُ (پنڈلی)

(الطریف ص: ۱۳ تا ۱۴)

Scanned with CamScanner

وہ الفاظ جن کا اطلاق مذکر و مؤنث دونوں پر ہوتا ہے

ثیبٌ، بکرٌ زوجٌ ، ایِمٌ، بعلٌ،(شوہر)ظینرٌ (دایہ)طاهرٌ ناکحٌ حمامٌ بطٌ قمری،قطا نحلٌ مسکینٌ،بقرۃٌ ضبع (بجو)فیل قزمٌ(کمینہ)عیثوم (بوڑھااونٹ) جوادٌ (سخی) زورٌ (زیارت کرنے والے)قنعان (قانع)توبوت (ذلیل)حباری (سرخاب)رسول حضارٌ(شہری)اذنبٌ (خرگوش)فاروق کفوذٌ (ناسپاس)صداق اسی طرح علامة ضرابٌ طلوبٌ فروقةٌ مفضال منطیق شریرٌ طُوالٌ ضُحکةٌ صدیقٌ نیز شابٌ املودٌ وجارية أُملودٌ (ای ناعمةٌ) العالس (وہ باندی جس کی شادی نہ ہوئی ہو) رجلٌ عالسٌ بھی کہاجاتا ہے بعیرٌ ظهیرٌ (ای قوی) وناقةٌ ظهیرٌ (بغیر تاء کے)رجلٌ رقوبٌ امرأةٌ رقوبٌ جملٌ ضامرٌ ناقةٌ ضامرٌ کماقال العلامة السیوطی.

(الطریف ص:۱۴تا۱۵)

متضاد کلمات

لیلٌ ونهارٌ (شب وروز)سکرٌ وصحوٌ(نشہ وعدم نشہ)حارٌّ وباردٌ (ٹھنڈا گرم) رَطبٌ ویابسٌ (سوکھا گیلا)سخاوۃ بخل ، ضعفٌ وقوۃ ، حیوۃ وممات، ذکر وانثیٰ ،صدق وکذب ، حق وباطل، طیب وخبیث، کبیرٌ وصغیرٌ، حلالٌ وحرامٌ جوعٌ وشبعٌ (بھوکا پیٹ بھرا)عطشان وریّان (پیاسا وسیراب)غداۃ وعشی (دن رات کا طعام)علم وجهل ،غدوٌ واصال (صبح وشام)خمسٌ وقدحٌ ،صبیح ملیحٌ ، سخط و رضا، سراء وضراءٌ(خوشحالی وبدحالی)حزن وسرور برو بحر، حروعبد، مسافرو مقیم ،سهادٌ ورقادٌ (سونا وجگنا)ظاعنٌ وقاطنٌ (سفارت اقامت) حضر وسفر، خیرٌ وشرٌّ شابٌ وشیخٌ رجلٌ وامراۃٌ ،حیٌّ و میتٌ، ضیاء وظلام (روشنی وتاریکی)ضوء وظلمة ، ابن وبنتٌ ، وغیرہ ذلک.

(الطریف ص:۴۷)

Scanned with CamScanner

وہ فعل جو متعدی ہوتے ہیں اور غیر متعدی بھی

ان میں سے لفظ النقص (زیادہ کی ضد ہے) نزفتُ البئرَ . فنزفتْ هيَ . سرحتُ الماشية وسرحتْ فغرفاه (کھولنا) فغرفوه درس الرسمُ ودَرَسْته الريحُ (اول غیر متعدی دوسرا متعدی) غاضَ السقاء (غیر متعدی) وغاصه اللّٰه (متعدی) كسفتِ الشمس وكسفها الله عفا المنزل وعفته الريح وخسفَ المكان وحسفه اللّٰه لشر الشئى ولشره اللّٰه كفه عن الشئى فكفَّ شجبه الله فشجبَ (ہلاک و غمگین) مذکورہ افعال متعدی اور غیر متعدی دونوں طریقے سے مستعمل ہیں جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے اس کی نظیریں کافی ہیں یہاں استحصاء ممکن نہیں۔ (الطریف ص:۵۶)

وہ اسماء جن سے فعل نہیں بنتے

الحجىٰ (عقل) الويل ،الويح ، الوَيْس ،الويب ،الحزد، المرواة، الندل، (میل کچیل) الوطر (حاجت) الهتف (ہلاک) المزية لبطريق، (فریبی آدمی) الهمام (بہادری و سخی مرد) وغیرہ ان مذکورہ کلمات سے افعال صادر نہیں ہوتے۔ (الطریف ص:۵۶)

خلاف قیاس جمع

جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد
صَدَائِدُ	صِدادٌ	فُرادىٰ	فَرْدٌ	لَيَالٌ	لَيلٌ
اَبَاطِيْلُ	باطِلٌ	اَهَبٌ	اِهَابٌ	حَمِيْرٌ	حِمَارٌ
اَحَادِيْثُ	حَدِيْثٌ	اَسِدَّةٌ	سِدَّةٌ	مَوَاجِيْدُ	وَجْدٌ
اَمْكُنٌ	مَكَانٌ	اَهَالٌ	اَهِلٌ	مَذَاكِيْرٌ	ذكرٌ
اَرَاهِطُ	رَهْطٌ	بِطَاحٌ	اَبْطَحٌ	اَرْبَعاوات	اَرْبَعاءٌ
اَقَاطِيْعُ	قَطِيْعٌ	سَنَابِلٌ	سُنْبُلٌ	عدىٰ	عَدُوٌّ
آحاظٌ	حَظٌّ	دُنىٰ	دُنْيا	عَمَدٌ	عُمُوْدٌ

Scanned with CamScanner

اَکَابِرَةٌ	کِسْرٰی	جِیَائِدٌ	جَیِّدٌ	مَنَاکِیْرُ	مُنْکَرٌ
اَقْوُسٌ	قَوْسٌ	حِجَارَةٌ	حَجَرٌ	ظُلَمٌ	ظُلْمَةٌ
اَثْوُبٌ	ثَوْبٌ	حَوَائِجُ	حَاجَةٌ	سَوَاسِيَةٌ	سَوَاءٌ
اَعْيُنٌ	عَيْنٌ	ذُکَارَةٌ	ذَکَرٌ	زَبَانِيَةٌ	زِبْنِيَةٌ
اَسْقِيٌ	سَقِيٌّ	دَوَاخِنُ	دُخَانٌ	نِيْنَانٌ	نُوْنٌ
اَعَارِيْضُ	عَرُوْضٌ	شَمَائِلُ	شِمَالٌ		
اُدُمٌ	اَدِيْمٌ	زَيَانِبُ	زَيْنَبُ		

محشی شرح جامی کا سہو

شیخ عصام الدین ابراہیم اسفرائنی محشی شرح جامی کہتے ہیں کہ علامہ ابن حاجب صاحب کافیہ عنفوان شباب ہی میں قتل کردیئے گئے چنانچہ محشی الشیخ ابن الحاجب کے تحت لفظ شیخ کی تحقیق فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں "الشیخ فی القاموس من استبانت فی السن اومن خمسین الی آخرعمرہ اذا المشھور قتل شاباً" (فوائد ضیائیہ ص:۳) راقم الحروف کہتا ہے کہ شیخ عصام الدین کا قول تلاش بسیار کے باوجود دوسری جگہ نہیں ملا چنانچہ راقم کے زیر مطالعہ کتب تاریخ کشف الظنون ابجد العلوم، ابن خلکان حبیب السیر شذرات، جامی ،فہرست ندیم وغیرہ رہیں لیکن یہ قول کہیں نہ ملا معلوم نہیں محشی کو کہاں سے سہو ہوگیا اور تحریر کردیا۔طرفہ کی بات تو یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں ابن حاجب کا عنفوان شباب میں قتل ہونا مشہور قول ہے اگر حقیقت میں یہ قول برحق ہوتا تو کوئی مؤرخ ضرور ذکر کرتے مگر سب ہی مؤرخ صاحب کافیہ کے متعلق وفات ۶۴۶ ھ کے قائل ہیں تعجب ہے کہ محشی شرح جامی ابن حاجب کی وفات کے بابت صحیح قول سے واقف نہ ہوسکے ،غرضیکہ ابن حاجب نے ۷۶ برس عمر پاکر اس دنیا کو خیر باد کہا لہٰذا جو صغرسن یا عنفوان شباب میں قتل یا انتقال کے قائل ہیں ان سے سہو ہوگیا ہے۔ (تاریخ نحویین للمؤلف زیر تحقیق)

نحوی فتاویٰ

علم نحو سے متعلق راقم الحروف کے نام مختلف مقامات سے نحوی استفتے موصول ہوئے تھے جن کے مدلل جوابات سپرد ڈاک کردیئے گئے تھے کچھ جوابات کی نقل مل جانے پر بعینہٖ ''نحوی فتاویٰ'' کے عنوان سے استفادہ کی خاطر شامل کتاب کئے جارہے ہیں۔

سوال :۔ کافیہ ص ۱۲ پر اَحمر مثال کے متعلق اخفش وسیبویہ نحوی کا اختلاف ہے سیبویہ نحوی کہتے ہیں کہ یہ دوسبب وزن فعل اور وصفیت (جولوٹ گئی) کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور اخفش نحوی کہتے ہیں کہ یہ منصرف ہے کیونکہ ایک سبب وصفیت ختم ہونے کے بعد ''الزائل لا یعود'' کے تحت نہیں لوٹے گی لہٰذا صرف ایک سبب وزن فعل رہا۔ ہمارا اعتراض یہ ہے کہ منصرف اور غیر منصرف کا حکم تو بعد کی بات ہے لفظ اَحمر کا کلمہ کی اقسام سے نکلنا لازم آتا ہے اس لئے کہ وزن فعل تو صرف ایک سبب ہے اسم وغیرہ نہیں لہٰذا اخفش نحوی کا منصرف بھی ماننا کیسے درست ہوگا؟

المستفسر اظہار الحق بانکوی متعلم جامعہ عربیہ خادم الاسلام ہاپوڑ یوپی

۹ ؍ رجب ۱۴۲۳ھ۔ ۱۷ ؍ دسمبر ۲۰۰۲ء

جواب:۔ سلام مسنون:

آپ کا سوال کہ اَحمر اقسام کلمہ سے نکل رہا ہے وزن فعل تو ایک سبب ہے اقسام کلمہ میں سے نہیں۔ یہ غلط فہمی پر مبنی ہے حقیقت یہ ہے کہ احمر مستقل اور خالص اسم نہیں بلکہ وصف پر مشتمل ہے لیکن غیر منصرف کیلئے ایسی اسمیت لازم نہیں اور اقسام کلمہ سے بایں طور نہیں نکل رہا ہے کہ یہ ایسا اسم ہے جو وصف کی شکل میں ہے اور وصفیت اسم ہوتی ہے یہ اور بات ہے کہ وہ علم بن جائے چنانچہ شارح وحشی لکھتے ہیں کہ اسم جو فعل اور حرف کے مقابلے میں آتا ہے اس کی دوصورتیں ہیں ایک تو یہ کہ بلا لحاظ صفت کے فقط ذات پر دلالت

Scanned with CamScanner

کرتے جیسے زحل اور دوسری صورت جو ذات مع الصفت پر دلالت کرے جیسے احمر اَصْفَر، ضارب وغیرہ گویا کہ صفت اسم کی شاخ ہے لہٰذا آپ کا قول درست نہیں۔

محمد ہارون ثاقب القاسمی ۱۳/۸/۱۴۲۳ھ ۲/۱۰/۲۰۰۲ء

سوال: جسطرح "بعلبک" مرکب (منع صرف) سے قبل "بعل" بت کا نام اور "بک" بادشاہ کا نام تھا مرکب ہوکر بعلبک ہوگیا اسی طرح مع حوالہ یہ بتائیں کہ "حضرموت" مرکب سے قبل "حضر" اور "موت" کیا ہے کہ بعد میں دونوں کو ملا کر مرکب منع صرف بنادیا گیا۔

المستفسر: نثار احمد قاسمی مدرس جامعہ فرقانیہ سبیل السلام کرنپور بھاگلپور

۳۰/۳/۱۴۲۵ھ

جواب: خیریت ہے سوال کا جواب مدلل ملاحظہ فرمائیں: حَضْر بالفتح ثم السکون اور "مَوْت" دونوں اسم (مصدر) ہیں، جو مرکب ہوکر ایک ہوگئے علامہ جوہری لکھتے ہیں حضرموت اسم بلد وقبیلة ایضا وھااسمان جعلا واحدا وکذالک فی سام ابرص ورامھرمز اسی طرح علامہ یاقوت الحموی کے قول کا حاصل یہ ہے کہ اصلاً حضر مرکب سے قبل فعل تھا لیکن بغرض تخفیف ضاد کو ساکن (مصدر) کردیا گیا ثم سکنت الضاد للتخفیف۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ضاد کو ساکن نہ مان کر متحرک ہی رکھا جائے تب بھی اسمیت پر کوئی حرف نہیں آتا صاحب الصحاح کے قول سے تائید بھی ہوتی ہے وکلھم یقول بحضر فلان بالتحریک اسی وجہ سے نحویین نے حضر موت بسکون الضاد وبفتح الضاد دونوں درست قرار دیا ہے۔ نیز وجہ تسمیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فعل ہے اور موت اسم ہے تفصیل کیلئے تاریخ نحو دیکھئے۔ معجم البلدان ۲/۱۵۷، لسان العرب ۳/۲۱۸ بیروت

الجواب بعون اللہ۔ محمد ہارون ثاقب القاسمی ۲۷/مئی ۲۰۰۴ء

سوال: کافیہ ص ۵۸ پر قاعدون غلمانہ کو ضعیف کیوں قرار دیا گیا ہے اور اس صورت میں کیا ترکیب ہوگی جواب تحریر فرمادیں۔

المستفسر: اظہار الحق بانکوی متعلم خادم الاسلام ہاپوڑ یوپی

۹/رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

Scanned with CamScanner

جواب: علامہ ابن حاجب نے مذکورہ مثال کو ضُعْف سے تعبیر کیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل کی نسبت اسم ظاہر کی طرف ہو تو فعل یا شبہ فعل (اسم فاعل وصیغہ صفت) واحد لایا جاتا ہے تثنیہ جمع نہیں اسی کو صاحب شرح ہندی تحریر کرتے ہیں "الفعل اذا قدم علی الاسم لایثنی ولایجمع، شیخ رضی لکھتے ہیں "الحاق علامتی التثنیة والجمع فی الفعل المسند الیٰ ظاهر ضعیف" البتہ شیخ رضی ایک لطیف نکتہ رقم کرتے ہیں کہ اسم ظاہر کیطرف فعل جمع کی نسبت اسم فاعل کے مقابلہ زیادہ ضعیف ہے کیونکہ فعل میں واواور الف اغلباً فاعل ہوتے ہیں اور اسم فاعل جیسے قاعدونَ میں تو اسمیں واواور الف علامتی حروف ہیں حقیقتاً فاعل نہیں کیونکہ حالت نصب وجر میں بدل جاتے ہیں۔ ضعیف کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اسم ظاہر کی صورت میں فعل وشبہ فعل کا تثنیہ وجمع لانا۔ اس سے تعدد فاعل لازم آتا ہے ایک فاعل ضمیر۔ دوسرا فاعل اسم ظاہر جبکہ فاعل ایک ہوتا ہے "اجتمع فیه فاعلان فی الظاهر" اس کی ترکیب یہ ہوگی کہ "قاعدون" کی ضمیر سے اسم ظاہر کو بدل مانا جائے یا پھر شبہ فعل قاعدون کو خبر مقدم اور غلمانہ کو مرکب اضافی کر کے مبتداء موخر مانا جائے" تجعل المظهر بدلا من" شرح رضی ۱/۳۹۱ بیروت (یہ بصریین کے مسلک میں ہے ورنہ کوفیین کے یہاں ضعیف نہیں ہے)

محمد ہارون ثاقب القاسمی

۱۴۲۳/۱۸/۱۳ھ بمطابق ۲۰۰۲/۱۰/۲ء

سوال:۔ آپ کے نحوی فتاوے موصول ہوئے جوابات سے مطمئن ہوا۔ اس وقت ایک سوال یہ ہے کہ آپ نے اپنی کتاب میں " ترکیبات مشکله" کے تحت "لا اِلٰهَ اِلَّا الله" کی ترکیب میں "الا" کو بمعنی "غیر" صفت مضاف کہا ہے حالانکہ "الا" کی وضع استثناء کے لئے ہوئی ہے اور "غَیر" کو صفت میں استعمال کرنے کے لئے چند شرطیں ہیں (۱) "الا" جمع کے بعد واقع ہو (۲) وہ جمع منکور ہو (۳) غیر محصور ہو۔ علامہ ابن حاجب لکھتے ہیں "اذا کانت تابعة لجمع منکور غیر محصور" لہٰذا "غیر" کے معنی میں استعمال کرنا کیسے

Scanned with CamScanner

صحیح ہے؟ نیز "الا" کو بمعنیٰ "غیر" صفت مضاف قرار دیتے ہیں تو پھر لفظ اللہ پر مانع جر کیا ہے آپ مدلل و مفصل جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفسر ۔اظہار احمد بانکوی متعلم جامعہ عربیہ خادم الاسلام ہاپوڑ

۲ رجمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ

جواب:۔ سلام مسنون ! جواب ملاحظہ فرمائیں کتاب میں ذکر کردہ ترکیب میں "الا" کو "غیر" کے معنیٰ میں استعمال کرنے کی تمام شرائط موجود ہیں کیونکہ "اللہ" کا نکرہ وغیر محصور ہونا تو واضح ہے اور "اللہ" اگرچہ بظاہر جمع لفظی نہیں مگر یہ واحد جمع کے معنیٰ میں ہے گویا یہ "قومٌ نفرٌ" کی طرح اسم جمع ہے پھر یہ کہ نکرہ تحت النفی واقع ہے۔ ابن یعیش نحوی یوں رقمطراز ہیں "ذلک اَنْ تکون بعد جمع او واحد فی معنی الجمع الخ" بطور استشہاد عمرو بن معدی کرب کا شعر ؎

کل　اخ　مفارقه　اخوه

لعَمْر　ابیک　الا الفر　قدانِ

"ای غیر الفرقدانِ" اس شعر میں دیکھئے کہ "الا" بمعنیٰ "غیر" ہے جو جمع لفظی کے بعد واقع نہیں پھر بھی "غیر کے معنیٰ میں ہے شرح المفصل ۸۹/۲ ـ ۹۰، قاہرہ۔

علامہ آفندیؒ تحریر کرتے ہیں "ای مایدل عَلیٰ الجمعیة الخ" محرم آفندی ۴۳۴/۱۔

شیخ رضی فرماتے ہیں "اذا کانت تابعة لجمع منکور ای مایدل علی الجمعیة جمعاً کان کرجالٍ اولا کقوم ورهطٍ" شرح رضی ۲۴۵/۲ و ۲۴۶ بیروت۔ مذکورہ عبارات وشواہد سے واضح ہے کہ لفظ "اللہ" معنی کے اعتبار سے جمع ہے "الا اللّٰہ" میں رفع ونصب دونوں حرکات درست ہیں مانع جر یہ ہے کہ "الا" غیر" کے معنی میں تعذر کے سبب لیا گیا حرکات میں کوئی تعذر نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ معنوی تبدیلی سے یہ لازم نہیں آتا کہ لفظی وصوری تبدیلی بھی کی جائے چنانچہ اس کی نظیر سلم العلوم ص ۱۰ کی عبارت "ویسمّٰی مَطلباً" آلۂ طلب کے معنی میں ہے جبکہ معنی کی رعایت سے مطلبا بکسر المیم ہونا چاہئے حالانکہ بالاتفاق بفتح المیم

پڑھا جاتا ہے نیز جو مباحث "لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا" میں ہیں وہی مباحث "لا الٰہ الا اللہ" میں بھی ہیں جیسا کہ یہ صاحب ہدایۃ النحو لکھتے ہیں و کذلک قولک لا الہ الا اللہ.

الجواب بعون اللہ

محمد ہارون ثاقب القاسمی

۱۴۲۳/۶/۲۷ھ بمطابق ۲۰۰۲/۹/۶ء

سوال:۔ محترم بھائی صاحب ایک سوال یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت مبارکہ "والاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰھَا" (النازعات) میں الارض مونث سماعی وجوبی ہے اور اس کے بعد آیت مذکورہ میں اسم اشارہ مذکر ذٰلک استعمال ہوا ہے اور اس کا مشار الیہ مؤنث ہے اسم اشارہ اور مشار الیہ میں مطابقت ضروری ہے اور یہاں اس کے برعکس اور خلاف ہے مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفسر: محمد میکائیل تابشؔ بھاگلپوری

۱۸/ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

جواب:۔ عزیزم آپ عربی دوم کے طالب علم ہیں بظاہر اشکال درست ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ذٰلک اسم اشارہ مذکر کا مشار الیہ " ارض" مؤنث سماعی وجوبی نہیں بلکہ "خلق السماء" ہے چونکہ اس آیت سے قبل "سماء" (آسمان) کا تذکرہ ہوا ہے یعنی تخلیق آسمان کے بعد چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ تحریر فرماتے ہیں "بعد ذٰلک ای بعد خَلْقِ السماء" تفسیر مظہری ۱۹۱/۱۰ دہلی۔ یہی جواب علامہ ابو حیان اندلسیؒ نے البحر المحیط، میں رقم کیا ہے اور تفسیر ابی سعود میں بھی اسی طرح ہے الحاصل اس کا مشار الیہ محذوف ہے اور مذکر ہے لہٰذا کوئی اشکال نہیں۔

الجواب بعون اللہ

محمد ہارون ثاقب القاسمی

۲۰/ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

Scanned with CamScanner

عربی اعداد و شمار

عربی اعداد	اردو اعداد	عربی اعداد	اردو اعداد	عربی اعداد	اردو اعداد
عـر	۱	ععـه	۱۶	امار	۴۰۰
یاعصه	۲	معـه	۱۷	صمار	۵۰۰
ٹـر	۳	مـعه	۱۸	سمار	۶۰۰
للعـ	۴	للـعه	۱۹	معار	۷۰۰
صـر	۵	عـه	۲۰	لمار	۸۰۰
ٹـر	۶	سـه	۳۰	لعار	۹۰۰
معـه	۷	للعه	۴۰	الـ"	۱۰۰۰
ملـر	۸	صـه	۵۰	امـ"	۲۰۰۰
لعـ	۹	ٹـه	۶۰	ٹمـ"	۳۰۰۰
عـه	۱۰	معـه	۷۰	للعـ"	۴۰۰۰
لـعه	۱۱	لـه	۸۰	صمـ"	۵۰۰۰
عیـه	۱۲	لعه	۹۰	سمـ"	۶۰۰۰
عـه	۱۳	٦ر	۱۰۰	معـ"	۷۰۰۰
للعـه	۱۴	۲٦ر	۲۰۰	ممـ"	۸۰۰۰
رعـه	۱۵	سار	۳۰۰	لعـ"	۹۰۰۰
		عـ"	۱۰۰۰۰		

تمت الرسالة بعون اللّٰہ تعالیٰ